خطبات برطانیہ
شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں
باہتمام
ابو العلماء حافظ نعمت علی چشتی
مکتبہ فریدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
دیارِ فرنگ میں اسلام کا اُجالا پھیلتا ہے
خطباتِ برطانیہ
شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں
(شہزادہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ)
ناشر: مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال
فون ۳۹۰۴۰
ہدیہ =/۴۵ روپے

عرضِ ناشر

یہ امر شک و شبہ اور ظن و تخمین کی حدود سے ماوریٰ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ تحریک پاکستان کے اصل روح رواں اور مرکز و محور علماء اہلسنت والجماعت تھے جنہوں نے ۱۹۴۰ء کی قرار داد پاکستان کو اپنے جوشِ ایمان، حسنِ عمل اور دانشِ برہانی سے علمی جامہ پہنایا تھا۔ علماء حق کے انبوہِ کثیر نے بنارس سنی کانفرنس میں پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کا عزم بالجزم ظاہر کیا اور پھر اپنے قولِ فیصل کو بانگِ دہل سچا کر دکھایا۔ محدثِ اعظم حضرت سید محمد کچھوچھویؒ اس قافلۂ صدق دلاں کے گلِ سر سبد تھے۔ اُن کی ایمان افروز تقاریر اور روح پرور خطبات نے تحریکِ پاکستان کو اسلامیانِ ہند کی دلی دھڑکن بنا دیا ——— یہ بات سونے پر سہاگے کا مقامِ اولیٰ قرار دی جانے گی کہ محدثِ اعظمؒ کے فرزندارجمند محترم شیخ الاسلام مولانا سید محمد میاں مدظلہ العالی نے اپنے مایۂ ناز باپ کے حق وراثت کو اپنے علمی تبحر سے ثابت کیا اور جواں سالی میں ہی وہ مقام بلند پالیا کہ بڑے بڑوں کو یہ اعزاز بے پایاں نصیب نہیں ہوا۔

ع یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اگر رفیع الدرجات باپ نے اپنے نورِ بصیرت سے ظلمتوں کا پردہ چاک کیا تھا تو سعادت آثار بیٹے نے نہ صرف سرزمین ہند میں تبلیغ اسلام کے لئے شمشیر برہنہ کا کردار نبھایا ہے بلکہ کفرستانِ برطانیہ میں اسلام کی تعلیمات بلند مرتبت کی تشہیر و تجدید کا قرار واقعی حق ادا فرمایا ہے۔

اُن کی دیارِ فرنگ میں جادو بیانی اور صدقِ کلامی کا یہ اعجاز ہے کہ اسلام کے

حقانیت کا لوہا غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد مانا ہے۔ ان کے خطبات نے دلوں کی دنیا کو خشیت الٰہی سے مالا مال کیا ہے اور ذہنوں کے تاریک گوشوں میں نورِ ایمان کی حرارتیں منتقل کی ہیں۔ وہ سادہ، عام فہم لیکن مؤثر پیرائے میں اسلامی شرافتوں کے متعدد پہلوؤں کو زبان زدِ عام بنا چکے ہیں۔ ان کے ہم نواؤں کا ایک وسیع حلقہ دیارِ فرنگ میں شرح صدر سے اسلام قبول کر چکا ہے۔ "خطباتِ برطانیہ" انہی ولولہ انگیز، روح پرور اور ایمان افروز تقاریر کا مجموعۂ دلپذیر ہے جو لاکھوں دلوں میں اُجالا اور ذہنوں میں حرارت پیدا کر چکی ہیں۔ ان کی اشاعتِ تازہ کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ ہمارے قارئین بھی ان نورانی تجلیوں اور ایمانی صداقتوں کو اپنے دلوں میں منتقل کریں اور فسق و فجور کے اس دورِ پرفتن میں جہاں سلامتی ایمان کے درہم برہم ہونے کا ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے، اپنے اثاثۂ ایمان کی سربلندی کا سامان فراہم کر سکیں۔

یہ خطبات اندازِ بیان کی دل نشینی، فقرات کی برجستگی، حوالہ جات کی موزونی اور تشریح و توضیح کی دل آویزی کا ایسا مرقعِ دلنواز ہیں کہ قارئین ان کے بالاستیعاب مطالعے کو یقیناً اپنی زندگی کا عظیم ترین اثاثہ قرار دینے میں حق بجانب ہوں گے۔

ہم دعاگو ہیں کہ ان "خطباتِ برطانیہ" کی اشاعتِ تازہ ہر اعتبار سے نافع ہو۔

بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو، پھر وسعتِ صحرا دے

ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی
مالک مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

فہرست مضامین

بار ———— اول
کتاب ———— خطبات برطانیہ
مصنف ———— علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی
تاریخ اشاعت ———— صفر المظفر ۱۴۰۰ھ
سائز ———— ۱۸/۲۲
کتابت ———— قسور علی خاموش
تعداد اشاعت ———— گیارہ سو
ناشر ———— حافظ ابو العطاء نعمت علی چشتی سیالوی
ضخامت ————
قیمت ————

خطبہ (۱)

نور

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ۔ اَيَّدَهٗ بَايْدِهٖ اَيَّدَنَا بَاحْمَدًا

اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجَّدًا ۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

نہ تخت و تاج نہ سیم و گہر کی بات کرو ۔ جو خیر چاہو تو خیر البشر کی بات کرو

حجر کے روپ میں یاقوت کو حجر نہ کہو ۔ بشر کے بھیس میں لا کا البشر بات کرو

سمجھ سکیں نہ جو اسرار اَیُّکُمْ مِثْلِیْ ۔ وہ کم نظر ہیں کسی دیدہ ور کی بات کرو

اگر خاموش رہوں تو تو ہی سب کچھ ہے

جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

درود پاک۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ ۔ ۳ بار

آیت میں دو مشہور اعتراض کا جواب

میں نے قرآن شریف کی ایک بہت ہی مشہور و معروف آیہ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے، مجھ کو خیال ہو رہا ہے مولانا حسن آدم کے بیان کے اس حصے سے جو انہوں نے میرے سامنے پیش کیا ہے غالباً انہوں نے اسی آیۂ کریمہ کی تلاوت کی ہوگی۔ آیۂ کریمہ چند کلمات کا مجموعہ ہے، مگر خدا کے کلام کی بلاغت کو دیکھئے، کلام الٰہی کی عظمت کا اندازہ تو لگائیے کہ چند لفظوں میں دو مشہور اعتراض کا جواب دے دیا۔ سوال دو اور دونوں کا جواب صرف

یہی آیۂ کریمہ ہے۔ ہم سب کے رسول کے بارے میں ایک خیال یہ تھا کہ یہ اللہ کے رسول نہیں یہ خدا کی طرف سے آئے ہیں ہم یہ نہیں مانتے خدا کی طرف سے پیغام لائے ہیں ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے لَسْتَ مُرْسَلًا۔ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں آپ خدا کی طرف سے آنے والے نہیں ہیں۔

اور دوسرا خیال اس دور سے آج تک یہ چلا آ رہا ہے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، مگر بس ان میں ہم میں اتنا ہی فرق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور ہم خدا کے رسول نہیں۔ بقیہ معاملے میں سارا معاملہ برابر ہے، حالانکہ صرف اتنا فرق ہی بہت بڑا فرق تھا۔ اگر نادانوں نے سمجھ سے کام لیا ہوتا۔ کس قدر غضب کی بات ہے کہ یہ سوچنے اور لب و لہجے میں کہنے لگے ہیں کہ آئے ہیں خدا کی طرف سے آنے دو ہیں اللہ کے رسول ہونے دو، مگر یہ ہمارے ہی جیسے ہیں، یہ ہماری ہی طرح ہیں ان کا اٹھنا بیٹھنا دیکھو ان کا چلنا پھرنا دیکھو، ان کا کھانا پینا دیکھو، ان کا سونا جاگنا دیکھو۔ غزوۂ احد میں دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو۔ طائف میں لہولہان ہونا دیکھو، مکے کی گلیوں میں کانٹوں کا چبھنا دیکھو۔ یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں کہ یہ ہماری ہی طرح ہیں۔ یہ اعتراض کرنے والوں نے کیا، سوچنے والوں نے سوچا، لکھنے والوں نے لکھا۔

بہرحال مختلف انداز سے یہ دو بڑے اعتراض پیش کیے گئے۔ دونوں کا جواب اس آیت نے دیا۔ جس نے یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئے ان کا جواب ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ۔ یہ خدا کریم کی طرف سے آیا ہے اور جو یہ سوچتے ہیں، یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والا بالکل ہماری طرح ہے، ان کا جواب یہ ہے مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ یہ آنے والا خدا کی طرف سے نور ہے تمہارے جیسا نہیں ہے مختصر سے کلمے کے اندر، مختصر سے جملے کے اندر دو اہم اعتراض کا جواب دے دیا۔

دوستو! اس مقام پر ایک بات کہہ کر میں آگے بڑھوں کہ میرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والو، میرے رسول کی زندگی سے واقف ہونے والو۔ میرے رسول

کی زندگی اور سیرت کو معلوم کرنے والو، میں کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے آپ یہ سمجھیں کہ میں زبردستی کوئی حکم آپ کے اوپر لاد رہا ہوں۔ میرے رسول کی زندگی کا مطالعہ کرنے والو میں یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ آپ رسول کا چلنا پھرنا نہ دیکھیں، آپ رسول کا سونا جاگنا نہ دیکھیں، آپ رسول کا کھانا پینا نہ دیکھیں۔ اے لوگو! میں کبھی ایسا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ میں تو تم سے اقرار کرتا ہوں کہ رسول کی زندگی کے ہر گوشے کو دیکھو، رسول کی سیرت کے ہر پہلو کو دیکھو۔ اگر تم میرے رسول کے اٹھنے بیٹھنے کو نہیں دیکھو گے، تو تمہیں اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ کہاں سے آئیگا۔ اگر تم میرے رسول کے کھانے پینے کو نہیں دیکھو گے، تو تمہیں کھانے پینے کا ڈھنگ کہاں سے آئے گا؟ اگر تم میرے رسول کے چلنے پھرنے کے انداز کو نہیں دیکھو گے، تو تمہیں چلنے پھرنے کا طریقہ کون بتائے گا؟ اگر تم میرے رسول کے دندانِ مبارک کو شہید ہوتے نہ دیکھو گے، تو گردن کٹانے کا جذبہ کیسے پیدا ہوگا؟

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ رسول کی ان پیاری پیاری اداؤں کو نہ دیکھو۔ اے دیکھنے والو دیکھو، خوب اچھی طرح سے دیکھو، خوب سمجھ کر دیکھو۔ مگر میں اتنی گزارش کروں گا، اتنی درخواست کرونگا، اپنی طرف سے یہ التماس آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ بھئی دیکھو مگر ایک نظر سے مت دیکھو، یک طرفہ مت دیکھو۔ اے دیکھنے والو ضرور دیکھو، میں نہیں کہتا کہ مت دیکھو مگر اتنا تو اصرار کرنے کا مجھے بھی حق ہے کہ میرے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اگر تم زمین پر چلتا دیکھو، تو کہکشاں سے گزرتا ہوا بھی دیکھو، عرش کے اوپر گامزن بھی دیکھ لو۔ اگر دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو، تو معراج کی رات سینہ شق ہوگیا ہے ایک قطرہ خون نہیں نکلا، یہ منظر بھی تو دیکھ لو۔ اے دیکھنے والو، اگر گلی میں چلتا پھرتا دیکھو تو سورج کو پلٹنا بھی دیکھ لو۔ چاند کے ٹکڑے کرنا بھی دیکھ لو۔ درختوں سے اپنی اطاعت کرانا دیکھ لو، جانوروں سے سجدہ کرانا دیکھ لو۔ کنکریوں سے کلمہ پڑھانا دیکھ لو۔ اے دیکھنے والو یہ بھی دیکھو وہ بھی دیکھو۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک ہی پہلو کو دیکھ کر رہ جاؤ یہ بھی دیکھو، وہ بھی دیکھو دونوں کا دیکھنا ضروری ہے میں یہ نہیں کہتا کہ صرف کمالات ہی دیکھو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف معجزات ہی پر نظر رکھو، یہ بھی دیکھو وہ بھی دیکھو، میرے رسول کا آسمان پر چلنا پھرنا ہی کمال نہیں ہے بلکہ میرے رسول کا زمین پر چلنا پھرنا یہ خود ایک کمال ہے یہ بھی دیکھو، وہ بھی دیکھو، دونوں کے دیکھنے کا پھر اصرار کرتا ہوں کیوں اصرار کرتا ہوں اصرار کی وجہ یہ ہے کہ دیکھو! جب تک میرے رسول کو اٹھتا بیٹھتا دیکھو گے جب تک تم میرے رسول کو سوتا جاگتا دیکھو گے، جب تک کھاتا پیتا دیکھو گے، جب تک چلتا پھرتا دیکھو گے، جب تک دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو گے جب تک آپ کا لہو لہان ہونا دیکھو گے جب تک خاروں اور کانٹوں کا چبھنا دیکھو گے جب تک تم یہ سب دیکھتے رہو گے، اس رسول کو تم خدا نہیں کہہ سکتے اور جب رسول کو عرش سے گزرتا دیکھو گے، سورج کو پلٹاتا دیکھو گے، چاند کو ٹکڑے کرتا دیکھو گے، درختوں کو اطاعت کرتا دیکھو گے، جانوروں کو سجدہ کرتا دیکھو گے، کنکریوں سے کلمہ پڑھاتا دیکھو گے جب تم یہ سب کچھ دیکھو گے تو اس رسول کو اپنے جیسا نہ کہہ سکو گے، اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دیکھو، وہ بھی دیکھو۔ نہ خدا کہہ سکو نہ اپنے جیسا کہہ سکو۔

نورِ کہاں سے آیا؟

یقیناً آگیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور۔ لفظ آگیا پر غور کریں۔ مثال کے طور پر میں اگر تم سے کہوں کہ مولانا حنیف صاحب آگئے، حضرت پیر نورانی میاں صاحب آگئے حضرت مولانا حسن آدم صاحب آگئے، تو اس کا مطلب کیا؟ مولانا حنیف صاحب آگئے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ پہلے کہیں تھے، وہاں سے آئے۔ یہی تو مطلب ہے نا! کوئی بیوقوف انسان ہی یہ مطلب نہیں لے گا کہ مولانا آج پیدا ہوئے ہیں۔ میں مولانا کی تخلیق کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں مولانا کی آمد کی بات کر رہا ہوں مولانا آگئے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کہیں تھے، وہاں سے آئے ہیں۔ تو اب یہ بتاؤ مولانا وہاں کے ہیں یا یہاں

کے ہیں؟ جہاں سے آئے ہیں، وہیں کے تو ہوں گے، جہاں سے بھی آئے ہوں۔ اگر یہ ہندوستان سے آئے ہیں تو ہندوستانی ہی ہوں گے۔ اگر یہ پاکستان سے آئے تو پاکستانی ہی ہوں گے۔ اگر یہ روس سے آئے ہیں تو روسی ہی تو کہیں جائیں گے۔ اگر یہ امریکہ سے آئے ہیں تو امریکی ہی تو کہے جائیں گے۔ دیکھو خود برطانیہ میں جو ہندوستان سے آیا ہوا ہے، اسے ہندوستانی کہا جاتا ہے اور جو پاکستان سے آیا ہوا ہے اسے پاکستانی کہا جا رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان وہاں کا ہوتا ہے جہاں سے آتا ہے اور اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ نور آ گیا۔ کہاں سے آیا؟ عرب سے آیا، روس سے آیا، مغرب سے آیا۔ یہ نور کہاں سے آیا؟ ہمیں تلاش کرنا ہے، اس لیے کہ جہاں سے یہ آیا ہے؟ وہ وہیں کا ہے، یہاں کا نہیں ہے اس مقام پر یہ خیال رہے کہ اس وقت بات تخلیق کی نہیں ہو رہی، بلکہ آمد کی ہو رہی ہے۔

الغرض ہم کو یہ پتہ لگانا پڑے گا کہ یہ آنے والا کہاں سے آیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ جہاں پیدا ہوا تھا یہ وہیں کا تو ہو گا؟ اور وہیں سے تو آیا ہو گا؟ تو اب کہاں پیدا ہوا؟ مکے میں پیدا ہوا؟ مدینے میں پیدا ہوا؟ عرب میں پیدا ہوا؟ بنو ہاشم میں پیدا ہوا؟ تو جواب رسول خود دیتے ہیں۔ سنو! میرے نور کے بارے میں تم سوال کر رہے ہو، سنو!

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ، كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ، كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ، اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔	سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے، میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے، میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت حضرت آدم روح و جسد کی منزلیں طے کر رہے تھے، میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے

تو معلوم ہوا میرا رسول تو اس وقت پیدا ہو گیا تھا جب نہ عرب تھا نہ عجم۔ نہ زمین تھی نہ آسمان۔ نہ شمال تھا نہ جنوب۔ نہ مشرق تھا نہ مغرب۔ نہ فرش تھا نہ فرشی۔ نہ آگ تھی نہ آتشی نہ باد تھی نہ بادی۔ نہ آب تھا نہ آبی۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا۔ ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا، ابھی چاند و سورج کے چراغ نہیں جلائے گئے۔ ابھی ستاروں کی قندیلیں روشن نہیں کی گئیں، ابھی آبشار کے نغمے جاری نہیں کیے گئے۔ ابھی دریاؤں کی روانی بھی نہیں ہے، ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں کچھ بھی نہیں ہے، مگر نورِ محمدی جلوہ گر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

تو اب ہمیں سوچنا ہے، ہمیں غور و خوض کرنا ہے۔ یہ کہاں سے آیا۔ اگر تم کہو عرب سے آیا ہے۔ میں کہوں گا کہ عرب کا وجود ہی نہیں تھا۔ اگر کہو مکے سے آیا میں کہوں گا مکہ پتہ نہیں کہاں تھا؛ اگر کہو مدینہ سے آیا، تو مدینے کا وجود ہی نہیں تھا۔ اگر کہو آسمان سے آیا، تو آسمان کا وجود ہی نہیں تھا۔ جب کسی بھی چیز کا وجود ہی نہیں تھا تو یہ نور کہاں سے آیا! تو قرآن کریم گویا ہوتا ہے: اے تلاش کرنے والے۔ اِدھر اُدھر ذہنوں کو دوڑانے والے یہ نور مکے سے نہیں آیا، یہ نور مدینہ سے نہیں آیا، یہ نور روس اور امریکہ سے نہیں آیا۔ یہ نور آسمان کے کسی حصہ سے نہیں آیا، یہ نور زمین کے کسی کونے سے نہیں آیا یہ نور چاند کی دنیا سے نہیں آیا، یہ نور مریخ کی کائنات سے نہیں آیا۔ یہ نور کسی دنیا سے نہیں آیا۔ یہ نور آیا ہے تو مِنَ اللّٰہِ۔

قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ۔ یہ آنے والا عالمِ لاہوت سے آیا ہے یہ آنے والا بارگاہِ الٰہی سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالمِ قدس سے آیا ہے تو یہ جب اس عالم سے آیا ہے تو یہاں کا نہیں، وہاں کا ہے تو اب اس نور کو عربی نہ کہنا، اس نور کو عجمی نہ کہنا، اس نور کو مکی نہ کہنا، اس نور کو مدنی نہ کہنا، اس نور کو مُطّلبی نہ کہنا۔ اس

نور کو ہاشمی نہ کہنا۔ اگر کہنا ہے تو اس نور کو قدسی کہنا۔ یہ عالمِ قدس سے آیا ہے۔ اس نور کو لاہوتی کہنا یہ عالمِ لاہوت سے آیا ہے یہ ایسے عالم سے آیا ہے جس کو عالم کہنا بھی حقیقت نہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔

رسولِ عربی کون تھے؟

مگر ایک شک ہو گیا ہمارے پیچھے علمائے کرام بیٹھے ہوتے ہیں۔ اب اگر میں نے شک کو دور نہیں کیا، تو آپ تو کچھ نہ کرو گے مگر یہ گلا نا ہیں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ مدنی نہیں۔ اگر یہ مکی نہیں تو ذرا ہمیں یہ بتاؤ کہ حضرت عبداللہ کے گھر کون پیدا ہوا؟ حضرت آمنہ کی گود میں کون ستارا چمکا؟ یہ تو بتاؤ ہم رسولِ عربی کس کو کہتے ہیں؟ یہ بتاؤ ہم نبی مدنی کس کو کہتے ہیں؟ یہ ہاشمی کون تھا؟ یہ قریشی کون تھا؟ یہ مطلبی کون تھا؟ تم کہتے ہو یہ عربی نہیں ہے تو رسولِ عربی کون تھے؟ تمہیں بتانا پڑے گا، صرف بات کرنے سے بات ختم نہیں ہوا کرتی۔ تو میں کہوں گا سنو جی! یہاں میں نورِ محمدی کی بات کر رہا ہوں۔ نورِ محمدی نہ عربی ہے، نورِ محمدی نہ قریشی ہے، نورِ محمدی نہ مطلبی ہے، نورِ محمدی نہ ہاشمی ہے۔ ارے اس نور کا وجود تو اس وقت ہوا تھا جب پہلا بشر بھی پیدا نہیں کیا گیا تھا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ بشر کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس نور کا وجود ہو گیا، تو یہ نور ہاشمی نہیں، یہ نور مکی اور مدنی نہیں، یہ نور مطلبی نہیں، یہ نور قریشی نہیں، یہ نور عربی نہیں، تم جس کو عربی کہتے ہو، وہ نورِ مصطفٰے نہیں ہے۔ وہ بشریتِ مصطفٰے ہے وہ بشریتِ مصطفٰے جو مطلبی ہے، وہ بشریتِ مصطفٰے جو ہاشمی ہے۔ وہ بشریتِ مصطفٰے ہے جو حضرت آمنہ کے گھر ظہور پذیر ہوا ہے۔ نورِ مصطفٰے تو اللہ کریم کی بارگاہ میں تھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا ہے۔

الغرض نور قدسی ہے اور بشریت عربی ہے۔ نورِ قدسی کو عربی بشریت میں اگر نہ بھیجا جاتا، تو ہم کو ہدایت کیسے ملتی۔ یہاں میں ایک عجیب دعویٰ کرنے والا ہوں۔ سنو! اچھی طرح سے سنو۔ نبی کی نبوت کے لئے بشر ہونا ضروری نہیں۔ میں اس لئے ٹھہر کر بات

کر رہا ہوں تاکہ آپ کو بھی سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملے، کیوں؛ دلیل سننا چاہتے ہو میرے رسول نے فرمایا كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ مَبْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ٥ یہ نہیں فرمایا کہ میں آدمی تھا یہ نہیں فرمایا کہ میں بشر تھا، یہ نہیں فرمایا کہ میں انسان تھا، بلکہ فرمایا کہ میں نبی تھا اور کب نبی تھا۔ ابھی حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو جب ابوالبشر ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے، تو پھر کسی بشر کے ہونے کا سوال کیسا؟ الغرض نورِ مصطفےٰ شانِ نبوت لئے ہوئے اسی وقت جگمگا رہا تھا، جب کہ ابوالبشر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ كُنْتُ نَبِيًّا میں نبی تھا۔ تو اب اگر نبوت کیلئے بشریت ضروری ہوتی تو ابوالبشر کے وجود سے پہلے کسی نبی کا تصور کیسے کیا جا سکتا تھا، اسے اچھی طرح سے سمجھ لو۔ معلوم ہوا کہ نبی کے لئے بشر ہونا ضروری نہیں۔ مگر سوچی! ہماری ہدایت کیلئے، ہماری رہبری کے لئے نبی کا بشری جامہ میں آنا ضروری ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اے رسول! آپ بشریت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم محتاج ہیں، اگر آپ اس لباس میں نہ آتے تو ہمیں ہدایت کیسے ملتی ہمیں رہنمائی کیسے ملتی، ہمیں کیسے راہِ نجات ملتی۔ راہِ نجات ہمارے سامنے کیسے کھلتی۔ معلوم ہوا کہ نورِ مصطفےٰ اپنی نبوت و کمالات میں جامہ بشریت کا محتاج نہ تھا۔ ہم ان سے ہدایت حاصل کرنے کیلئے ان کے لباسِ بشری کے محتاج تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ

اس طرح میں کہتا ہوں کہ دیکھو نبی کی شان کیا ہے۔ نبی کھانے پینے کا محتاج نہیں نبی سونے جاگنے کا محتاج نہیں، اگر نبی کیلئے کھانا پینا ضروری ہوتا تو صومِ وصال میں وہی حال نبی کا ہوتا جو صحابہ کا ہوا۔ میں تفصیلات میں کہاں آپ کو لے جاؤں۔ نبی کے لئے کھانے کی ضرورت نہیں، نبی کھانے کا محتاج نہیں ہے۔ ہاں یہ کھانا خود نبی کا محتاج ہے۔ یہ کھانا اس لئے نبی کا محتاج ہے کہ جس کھانے کو نبی پاک کھائیں گے، وہ جائز فرما دیں گے یعنی وہ حلال بنے گا جس کو چھوڑ دیں گے یعنی ناجائز فرمائیں گے، وہ حرام

بنے گا۔ یہ کھانا محتاج ہے کہ رسول کریم منہ لگائیں تاکہ یہ سب کے منہ لگے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

عالمِ ارواح کی کانفرنس

آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور اب نبیوں سے وعدہ لیا جا رہا ہے۔ ٹھہرو! حضرت آدم علیہ السلام کی رُوح ٹھہر جا۔ حضرت نوح (علیہ السلام) کی رُوح ٹھہر جا! اس طرح سے میرے رب تبارک وتعالیٰ نے تقریباً کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں کو ٹھہرالیا۔ ٹھہرو اور دوسرے لوگوں کی روحو! تمہارا کام ہوگیا، میری ربوبیت کا اقرار کرلیا، جاؤ نکل جاؤ۔ مشرکین کی ارواح، منافقین کی ارواح اور ایسے ہی کفار کی ارواح، یہاں تک کہ مومنین کی ارواح کو بھی ٹھہرنے کا حکم نہیں دیا۔ تم بھی نکلو، سب نکل جاؤ۔ اب یہاں وہی رہیں جو نبی ہوں جو رسول ہونے والے ہیں، وہی ٹھہریں۔ اچھا صاحب معلوم ہوتا ہے کوئی اہم پروگرام ہے پہلے عام کانفرنس تھی اور اب مخصوص لوگوں کو جمع کیا گیا، انہیں ٹھہرا کر سب سے پختہ عہد لیا جا رہا ہے کہ جب میرا رسول کتاب وحکمت لے کر تمہارے پاس آئے اور تمہارے زمانے میں آئے، تو دیکھو تمہارے لئے کیا ضروری ہے؟ تم اس پر ایمان لے آؤ، تم اس کی مدد کرو، بھیجا ہے سب کے آخر میں؛ اور ٹھہرا کر کہا جا رہا ہے کہ تم اس کی مدد کرنا، تم اس پر ایمان لانا۔ بولو! تم ایمان لانے کے لئے تیار ہو کہ نہیں، مدد کرنے کے لئے تیار ہو کہ نہیں۔ تمام روحوں سے پوچھا جا رہا ہے۔ یہ روحیں کون ہیں انبیاء کی: ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ۔ ارے اقرار کیا تم نے اس بات کا میرا بھائی ذمّہ لیا تم نے، تو ساری روحوں نے کہا اَقْرَرْنَا۔ ہاں ہم نے اقرار کیا۔ بھئی اب اقرار کرلینے کے بعد، خدا کا بھاری ذمّہ لینے کے بعد کیا یہ اندیشہ تھا کہ نبی مکر جائیں گے، نبی مکرنے والے نہیں ہیں، مگر اس کے باوجود فرمایا جا رہا ہے اچھا اقرار تو کرلیا

بھاری ذمہ بھی لے لیا۔ اب آپس میں ایک دوسرے کے گواہ بھی بن جاؤ۔ حضرت آدم اپنے سوا پر گواہ، حضرت نوح اپنے سوا پر گواہ۔ اس طرح آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ تو ایک ایک پر کتنے گواہ ہوئے۔ ذرا شمار تو کرنا۔ فرض کرو تھوڑی دیر کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تھے، تو ایک ایک پر کتنے گواہ ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے یہ کون سا مسئلہ ہے جس میں اتنے گواہ کی ضرورت ہے۔ ایک ایک پر ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے گواہ۔ اچھا گواہ ہو گئے، معاملہ ٹھیک ہو گیا۔ اب تو فرصت مل جانی چاہیے نا۔ کہا نہیں، سُن لو۔ ایک بات اور بھی سن کر تم تو گواہ ہو تمہارے ساتھ میں بھی گواہ ہوں۔ ایک کی تعداد کم کیوں ہو اور اچھا سنو! رب بھی گواہ ہو گیا، بات تو ختم ہو جانی چاہیے۔ کہا سن لو، چلتے چلتے یہ بھی سن لو، اب اگر تم اپنے اس عہد سے پھر گئے، تو سنو نبوت تو نبوت، رسالت تو رسالت، تمہیں فاسقین کی جماعت میں کھڑا کیا جائے گا۔

غور کرو دوستو! اتنا زبردست عہد لیا جا رہا ہے، اتنی شاندار کانفرنس ہو رہی ہے، یہاں بھی رسول پاک کے میلاد کا ذکر ہو رہا ہے، وہاں بھی رسولِ کریم کے میلاد کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہاں آنے کا ذکر ہو رہا ہے اور جن لوگوں سے ذکر ہو رہا ہے، رب کے علم میں یہ بات ہے کہ میں اپنے رسول کو ان کے زمانے میں نہ بھیجوں گا، نہ آدم کے زمانے میں بھیجوں گا نہ نوح کے زمانے میں، نہ ابراہیم کے زمانے میں بھیجوں گا نہ مسیح کے زمانے میں نہ کلیم کے زمانے میں بھیجوں گا نہ کسی اور نبی کے زمانے میں۔ یہ علم ہے پھر بھی رب تعالیٰ یہ کہہ رہا ہے اگر آئے تمہارے زمانے میں تو تمہیں ایمان لانا پڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اے موسیٰ! تمہارے چاہنے والوں کا تو کلمہ ہوگا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہِ، مگر تمہارا کلمہ ہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اے عیسیٰ تمہارے ماننے والوں کا تو یہ کلمہ ہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسیٰ رُوْحُ اللّٰہِ۔

مگر تمہارا کلمہ یہ ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تمہیں ایمان لانا پڑے گا مدد کرنی پڑے گی۔

ذرا غور تو کرو دوستو! جن سے یہ وعدہ لیا جا رہا ہے ان کے زمانے میں بھیجنا نہیں ہے، بھیجا کس کے زمانے میں؟ کوئی نبی اس وقت کائنات کی نگاہوں کے سامنے نہیں تھا۔ کیا بات ہے کہ ہم کو تو ہٹا دیا گیا؟ حالانکہ عہد ہم سے لیا جانا چاہیے تھا۔ جن کے زمانے میں بھیجنا ہے، رسول جس عہد میں بھیجے گئے اس زمانے کے لوگوں سے عہد لیا جاتا تو زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا، مگر نہیں ان سے عہد نہیں لیا گیا ہم سے نہیں لیا گیا، نبیوں سے لیا گیا کیوں؟ اس میں مصلحت یہ ہے کہ میرا رب جانتا ہے آج یہ ہماری ربوبیت اور الٰہیت کا اقرار کرکے جا رہے ہیں، مگر یہ انسان عجیب انسان ہے آج اقرار کرے گا کل وہاں جاکر انکار کر دے گا اس کا مزاج ہی عجیب ہے، انکار کرنے کی عادت ہے تو اپنی ربوبیت کا تو اقرار کرالو۔

مگر جب آمد کا ذکر ہوا، تو میلاد اسی کو کہتے ہیں میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے اچھا میلاد کوئی نہ پڑھے گا جتنا قرآن نے پڑھ دیا تخلیق کا ذکر نہ کیا بلکہ آمد کا ذکر کیا میرے رسولِ پاک کے میلاد کا یہ پیارا انداز دیکھو۔ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی کیا پڑھے گا اس سے اچھا میرے رسولِ پاک کا میلاد پاک۔ میلاد شریف کسے کہتے ہیں؟ ولادت باسعادت کے ذکر ہی کو نا۔ تو ولادت ہی کی بات یہاں ہو رہی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نورِ مصطفےٰ لجامہ بشریت میں کس طرح ظہور پذیر ہوا؟ یہی تو سمجھایا جا رہا ہے۔ میں ایک بات اور بتاؤں میرے رسولِ کریم کے میلاد کا ایک جلسہ اور بھی ہوا تھا۔ بہت بڑی کانفرنس ہوئی تھی۔ کہاں ہوئی تھی؟ اس عالم میں آنے سے پہلے آپ کہاں تھے؟ عالمِ ارواح میں، اور اس عالم کے بعد آپ کہاں ہوں گے؟ عالمِ آخرت میں۔

الغرض دو عالموں کے بیچ میں آپ ہیں، اُدھر والا بھی غیب اِدھر والا بھی غیب

یہی بیچ والا جو ہے۔ وہ شہادت ہے۔ یہی عالمِ شہادت ہے تو عالمِ ارواح میں رب تبارک وتعالیٰ نے ایک کانفرنس کی تھی اور اس کانفرنس کے اندر تمام روحوں کو جمع کیا۔ تمام روحوں کو جمع کر کے کانفرنس میں پہلی بات جو رکھی گئی وہ یہ ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ ساری روحیں جمع ہیں اور رب تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سبھوں نے کہا بَلٰی شَہِدْنَا کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ جس وقت میرے رب تعالیٰ نے پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ساری روحیں خاموش تھیں۔ سب سے پہلے روحِ احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے کہا: بَلٰی شَہِدْنَا۔ میرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا تو سبھوں نے کہا بَلٰی شَہِدْنَا۔ میرے رسول کریم نے رہنمائی فرما دی، عالمِ ارواح میں بھی راستہ دکھا دیا۔ بَلٰی شَہِدْنَا۔ کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں ایک بات ختم ہوگئی، اس کے بعد کہا دیکھو، اب کانفرنس کا دوسرا موضوع شروع ہونے والا ہے۔ ربوبیت کی بات ہوگئی، توحید کی بات ہوگئی، الٰہیت اور الوہیت کی بات ہوگئی۔ اچھا اب ٹھہرو، اس کے اندر جو غیر نبی ہیں، وہ نکل جائیں اور یہاں صرف ان کی روح حاضر رہے جو نبی ہونے والے ہیں جو رسول ہونے والے ہیں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ۔ اپنے رسول کی رسالت کی بات آئے، تو ایسوں سے اقرار نہ کراؤ جو انکار بھی کر دیں۔ لہٰذا انبیاء سے اور رسولوں سے اقرار کراؤ اور پھر یہ قوم خود سمجھ لے گی۔ تو جب انبیاء کرام پابند تھے، تو ہم کیسے آزاد ہو سکتے ہیں۔ تو دیکھو کتنی بڑی کانفرنس ہوئی تھی نا، عالمِ ارواح میں۔

عالمِ آخرت والی کانفرنس

ایک کانفرنس اور بھی ہوگی۔ میرے رسول کیلئے ایک کانفرنس اور ہوگی۔

مگر عالم آخرت میں اور بیچ والے عالم میں تمہارے فرصت دے دی جائیگی کہ تم رسول کریم کی یاد مناتے رہو۔ جناب والا! آخرت کی کانفرنس بڑی زوردار کانفرنس ہو گی۔ اتنی زوردار کہ وہاں سب موجود ہوں گے، موحدین بھی، مشرکین بھی، مومنین بھی کافرین بھی، مخلصین بھی اور منافقین بھی۔ اپنے بھی، پرائے بھی، اوّلین بھی، آخرین بھی انبیاء بھی، مرسلین بھی سب قیامت میں حاضر ہوں گے۔ میں پوچھتا ہوں اور اکثر و بیشتر پوچھتا رہتا ہوں اے عقل والو! اے انصاف والو! اے دین و دیانت والو! مجھے انصاف سے بتاؤ کہ قیامت کی ضرورت کیا ہے؟

آپ کہیں گے اگر قیامت نہ ہو گی، تو حساب و کتاب کیسے ہو گا۔ اچھا حساب و کتاب کیلئے قیامت کی ضرورت ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ حساب و کتاب کی ضرورت کیا ہے؟ خدا عالم الغیب والشہادۃ ہے کون سی تمہاری ادا ہے جو اس کے علم سے باہر ہے۔ وہ کون سی بات ہے جس کی اسے خبر نہیں، لہٰذا وہ جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے جنت میں پہنچا دے اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے، ہے کوئی دم مارنے والا۔

آپ کہیں گے نہیں صاحب! لکھنا پڑھنا ضروری ہے اچھا تو پھر لکھنا پڑھنا ضروری ہے تو دو تو لکھ ہی رہے ہیں۔ ایک نیکی لکھ رہا ہے اور دوسرا برائی لکھ رہا ہے، اتنی لکھت پڑھت کی کیا ضرورت ہے؟ جنت خدا تعالیٰ کو دینی ہے جہنم میں بھی خدا تعالیٰ ہی بھیجے گا، تو وہ جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں پہنچا دے اور جسے چاہے اپنے فضل سے جنت عطا فرما دے کیا ضرورت ہے حساب و کتاب کی مجھے بتاؤ کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ اگر بغیر حساب و کتاب کے اس قوم کو جہنم میں ڈال دیا گیا تو وہاں جا کر ہڑتال کر دیں گے، کالا جھنڈا اٹھائیں گے، کالے بلے لگائیں گے انقلاب زندہ باد انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگائیں گے، حساب نہیں لیا جہنم میں ڈال دیا، حساب نہیں لیا جہنم میں ڈال دیا

کیا وہاں کچھ اس طرح کی تحریک چلے گی کیا وہاں نیتاؤں اور لیڈروں کی بات چلے گی۔ نہیں دوستو! دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے ضرورت نہیں ہے پل صراط کی ضرورت نہیں ہے میزان کی۔ ضرورت نہیں ہے ان مراحل کی۔ مگر دوستو! سب کچھ ہوگا ضرورت ہو چاہے نہ ہو، مگر سب کچھ ہے، پل صراط بھی ہے، میزان بھی ہے قیامت کا میدان بھی ہے میں پوچھتا ہوں ضرورت کیا ہے؟ آج نہ بتا سکو سوچنا ہے کلیجے پر ہاتھ رکھ کے سوچنا۔ ایمان کی روشنی میں سوچنا عقل کے چراغ کی تابانی میں سوچنا سوچنے والو خوب سوچ لو۔ اچھی طرح سوچ لو۔ مجھے بتاؤ حساب کی ضرورت کیا ہے؟ عالم الغیب والشہادۃ سے وہ کون سی بات پوشیدہ ہے علیم وخبیر سے وہ کونسی بات پوشیدہ ہے جس کیلئے حساب و کتاب کی ضرورت ہو مگر سنو جی ضرورت ہے قیامت کی۔ ضرورت ہے پل صراط کی ضرورت ہے میزان کی۔ ضرورت ہے ان مراحل کی کیوں؛ رب تبارک وتعالیٰ کی رحمت کی آواز سنو! فضل کی آواز پر غور کرو۔ میرا رب تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد کائنات کے چپے چپے سے ٹکرا رہا ہے دیکھو جب تم بارگاہِ الٰہی میں عرض کروگے۔ عالم خیال میں اِلٰہ العالمین! قیامت کی کیا ضرورت ہے؟ تو میرے رب کی رحمت اپنے محبوب کو مخاطب کرکے یہ آواز دے گی کہ اے محبوب! اگر قیامت نہ ہوتی تو جنتی جنت میں پہنچ جائے گا جہنمی جہنم میں پہنچ جائے گا مگر اے محبوب! یہ بتاؤ تمہارے ہاتھ میں لواءِ حمد کون دیکھے گا؟ تمہارے سر پر شفاعت کی پگڑی کون دیکھے گا؟ تمہیں پُل صراط پر بچاتا کون دیکھے گا؟ تمہیں میزان پر سہارا دیتے کون دیکھے گا؟ تمہیں کوثر کے پیاسوں کو پانی پلاتا کون دیکھے گا؟ تمہیں گنہ گاروں کو جہنم سے نکالتا ہوا کون دیکھے گا؟ تو اے محبوب! قیامت اس لیے نہیں ہے کہ صرف حساب و کتاب ہو، قیامت اس لیے ہے کہ تمہاری محبوبیت کی شان سب دیکھ لیں۔ تمہارے مقام کو سب دیکھ لیں۔ تمہاری منزل کو سب دیکھ لیں ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
تمہاری شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

صَلَّی اللّٰہ علی النّبی الامی الکریم وعلیٰ آلہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاۃً وسلامًا علیکَ یارسول اللّٰہ۔

یہ کانفرنس کیوں ہوئی؟

تو میرے رب تعالیٰ نے دو کانفرنسیں کیں، ایک عالمِ ارواح میں، ایک عالمِ آخرت میں عالمِ ارواح میں رسول کے مقام کو بتایا گیا ہے اور عالمِ آخرت میں رسول کے مقام کو دکھایا گیا ہے۔ بتانا اور ہے اور دکھانا اور ہے وہاں بتایا تھا، یہاں دکھایا ہے اور واقعی دوستو ضرورت تھی ایک ایسے اجتماع کی جہاں اپنے بھی ہوں پرائے بھی ہوں درود پاک پڑھنے والے بھی ہوں اور گالی دینے والے بھی ہوں گردن کٹانیوالے بھی ہوں راہ میں کانٹے بچھانے والے بھی ہوں۔ ابوجہل اور ابوجہلی بھی ہوں اور صدیق اکبر اور صدیقی بھی ہوں۔ المختصر اولین و آخرین سب ہوں، کیوں؟ تاکہ جہنمی جہنم میں جاتے جاتے دیکھ لے کہ میں نے کس سے دشمنی کی تھی اور جنتی جنت میں پہنچتے پہنچتے یہ دیکھ لے کہ میں نے کس سے محبت کی تھی۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃً وسلامًا علیکَ یارسول اللّٰہ۔

میلادِ رسول کا اہتمام

یقیناً تمہارے پاس اللّٰہ تعالیٰ کی جانب سے نور آگیا۔ اتنی پیاری میلاد اب کون پڑھے گا۔ مگر ایک بات لوگ سوچتے ہیں کہ بھئی یہ میلاد پڑھنے والے صرف میلاد ہی نہیں پڑھتے بلکہ بہت بڑی آرائش بھی کرتے ہیں، فرش بھی بچھاتے ہیں، شامیانہ بھی لگاتے ہیں۔ خیر برطانیہ میں تو سارا معاملہ پہلے ہی سے لگا لگایا ہے، مگر ہماری طرف تو بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس پورے حصے کو بقعۂ نور بنا دیتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر کچھ لوگ بہت پریشان

ہو جاتے ہیں۔ اتنی روشنی کی کیا ضرورت ہے؟ اتنے فرش کی کیا ضرورت ہے؟ اتنے بڑے شامیانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اُس کی کیا ضرورت ہے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اچھا اب آؤ اور بتاؤ میرے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر کیا یہ نہیں کہا؟ کیا حدیث قدسی سے یہ بات واضح نہیں ہوئی۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اے محبوب! اگر میں نے تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔ | اے محبوب! اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا

تو سنو! رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لئے زمین کا فرش بچھا دیا۔ رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لئے آسمان کا شامیانہ لگا دیا۔ رسول کا میلاد مقصود تھا اسلئے چاند اور سورج کے چراغ جلا دئیے رسول کا میلاد مقصود تھا اس لئے ستاروں کی قندیلیں روشن کر دیں۔ رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لئے آبشاروں کے نغمے جاری کر دیئے رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لیئے دریا کو رواں دواں کر دیا۔ رسول کا میلاد مقصود تھا اسلئے کائنات کو اپنی نعمتوں سے آراستہ کر دیا۔ یہ زمین بھی میلاد والی زمین ہے۔ یہ آسمان بھی میلاد والا آسمان ہے۔ یہ چاند و سورج بھی میلاد والے چاند و سورج ہیں۔ تو اب اگر کسی کو میرے رسول کے میلاد سے اختلاف ہو تو میری اس گزارش کو اسے مان لینا چاہیئے کہ اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دے۔ اس میلاد والے آسمان سے کہیں اور نکل جاؤ اور کوئی دوسرا سورج تلاش کرو جو رسول کے میلاد والا نہ ہو۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیدنا محمد و بارک وسلم)

میلاد میں شیرینی کی تقسیم

ایک بات اور بتاؤں دوستو! ہمارے یہاں دستور ہے کہ میلاد شریف جب ختم کرتے ہیں تو لبعد میں شیرینی تقسیم ہوتی ہے، لوگوں کو منہ میٹھا کرایا جاتا ہے یہ بھی دل کو برا لگتا ہے شیرینی حلال و طیب چیز حلال و پاکیزہ کمائی سے حاصل کی ہوئی مگر رسول کا نام اسمیں آگیا تو اب وہ حرام ہو گئی اور اس کے بعد اس کو تقسیم کیا تو یہ بھی برا لگتا ہے میں نے سنا ہے کہ صرف کہنے کو برا کہتے ہیں ملتا ہے تو خوب کھاتے ہیں

بہرحال یہ سوال کرتے ہیں کہ اچھا چلو مان لو کہ خدا نے میلاد پڑھا۔ چلو تسلیم کرلو۔ مگر شیرینی کہاں تقسیم کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بانٹا بھی۔ ہم نے کہا ہاں وہاں بھی شیرینی بٹی تھی مگر اتنا سمجھ لو کہ ہم بانٹتے ہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق۔ جتنی ہماری حیثیت ہے اتنا ہی تو بانٹیں گے اور خدا جب دے گا تو تمہاری حیثیت کے مطابق دے، اگر اپنی قدرت کے مطابق دے تو لینے کا تمہارے پاس دامن کہاں ہے؟ تو وہ دیتا ہے تو اپنی قدرت کے مطابق نہیں بلکہ تمہاری صلاحیت کے مطابق دیتا ہے۔ تو سنو! میرے رسول کے میلاد کے صدقے میں کیا کیا تبرکات بٹے۔ دیکھو کسی کو نبوت ملی، کسی کو ولایت ملی، کسی کو رسالت ملی، کسی کو قرآن ملا، کسی کو انجیل ملی، کسی کو زبور عطا ہوئی، کسی کو توریت ملی اور ہم سب کو رسول کی غلامی مل گئی، رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت مل گئی۔

اور سنو جی! ایمان والوں کو ایمان ملا اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت مل گئی۔ یہ بھی اس میلاد کے صدقے میں۔

دیکھا آپ نے اسی لیے میں اذہان و القان کی منزل سے یہ کہتا ہوں کہ رسول پاک کے میلاد کا ذکر کرنا سنتِ کبریا ہے اور ذکر کا سننا سنتِ انبیاء ہے۔

کیا یہ سب بدعت ہے؟

مگر دوستو! کھٹک محسوس ہوتی ہے جب رسول کے میلاد کا ذکر ہوتا ہے۔ میں ایک بات پوچھتا ہوں، یہ کیا معاملہ ہے کہ بات بات میں بدعت۔ میلاد کیا ہے؟ بدعت۔ قیام کیا ہے؟ بدعت یہ بدعت، وہ بدعت میں نے سوچا بہتر تو یہ ہے کہ ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ لنکاسٹر کے مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے بدعت کی ایک لسٹ بنادی جائے اور کہیں چوراہے پر یا مسجد کے دروازے پر ٹانگ دی جائے جب لوگ بدعت کو سمجھنا چاہیں تو دیکھ لیں کہ یہ بدعت ہے آسانی کیلئے، تو آؤ ہم تم مل کر کے بدعت کو شمار کریں۔ بدعت اسی کو کہیں گے نا جو رسول کے عہد میں نہ ہو، یہی ترجمہ عموماً کرتے ہیں۔ بدعت کا صحیح مطلب تو میں آپ

کو بتاؤں گا، مگر عام طور سے یہ ترجمہ سیدھا سادا کیا جاتا ہے کہ جو رسول کے زمانہ میں نہ ہو اور وہ اس زمانے میں ہوں وہ بدعت ہے۔ اچھا اس پیمانے کو لے کر آؤ اور بدعتوں کو شمار کرو۔ یقین جانو کہ عہد رسول میں کبھی بھی لوگوں نے اسطرح بیٹھ کر ذکر رسول نہیں سُنا جس طرح آپ بیٹھے ہیں اور نہ کسی سنانے والے نے اس طرح سے سنایا تو یہ بھی بدعت ہے ماننا ہی پڑے گا۔ یہ بدعت ہے اسی طرح اس عہد میں اسطرح کا مکان تو تھا ہی نہیں اور یہ الیکٹرک بھی نہیں تھی اور یہ مائک بھی نہیں تھا اور جس لباس کو پہن کے ہم سنا رہے ہیں۔ اور جس لباس کو پہن کر آپ سُن رہے ہیں یہ بھی بدعت ہے وہ بھی بدعت ہے اور ایک بات اور میں بتاؤں جس پر سفر کر کے میں یہاں تک آیا ہوں اس پر سفر کرنا بدعت ہے اور جس جگہ آپ مجھ کو لینے کیلئے آئے اس جگہ جانا بھی بدعت اس طرح رسول کے زمانے میں کسی کا استقبال نہیں کیا گیا۔ خیر یہ سب تو چھوڑو میں یہ کہتا ہوں کہ جو قرآن تم پڑھتے ہو اور ثواب کا کام سمجھ کر پڑھتے ہو اس قرآن کے اوپر زیر و زبر ہے نا لگانے والے نے تو ثواب ہی کی نیت سے لگایا ہے نا، مگر سن لو کہ رسول کے زمانے میں قرآن میں نہ زیر تھا نہ زبر تھا نہ پیش۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی نہیں تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی نہیں تھا۔ حجاج ابن یوسف کے دور میں یہ لگایا گیا لہٰذا قرآن پر زیر و زبر لگانا خود بدعت ہے لہٰذا جو بدعت سے بچنا چاہتے ہیں۔ ایسا قرآن تلاش کریں جس میں نہ زیر ہو نہ زبر ہو تا کہ پڑھنا لکھنا بھی زیر و زبر ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیدنا محمد وبارک وسلم

سنو جی دیکھو! ایک اور بات بتاؤں یہ جو مسجد بڑی عالی شان آپ نے پرستان کے اندر بنائی ہے نا۔ پختہ مسجد، یہ بھی بدعت ہے رسول کے زمانے میں تو پکی مسجد تھی ہی نہیں اور یہ جو بڑے بڑے دار العلوم بن رہے ہیں یہ دار العلوم بھی بدعت ہیں اور یہ جو فقہ کی کتابیں مرتب ہوئی ہیں اور جو حدیث کی کتابیں مرتب صورت میں ہیں۔ یہ سب بدعت ہیں اور سنو جی! مزار پر چادر چڑھانا ہی بدعت نہیں ہے بلکہ قرآن پر غلاف چڑھانا بھی بدعت ہے اور سنو جی!

یہ قرآن پاک جو تم لکھتے ہو، پریس میں چھپواتے ہو، یہ بھی بدعت ہے اس لیے کہ رسول کریم کے زمانے میں کبھی قرآن پاک نہیں چھپوایا گیا۔ لوگ ہاتھ سے لکھتے تھے لہٰذا پریس میں لے جا کر چھپوانا یہ بھی بدعت ہے اور سنو ہم میلاد النبی کے نام پر یہ جو کچھ کر رہے ہیں، صرف بدعت ہی نہیں، بلکہ اگر کوئی اس کو اجتماع کے نام پر کرے وہ بھی بدعت۔ یہ کیا بات ہے کہ اسی انداز سے وہ بیٹھیں۔ اسی انداز سے وہ بولیں تو وہ سنت ہو جائے اور ہم میلاد النبی کا نام دے دیں تو بدعت ہو جائے۔ نہیں یہ بھی بدعت اور وہ بھی بدعت۔ میں تو بڑے انصاف کی بات کر رہا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ میں کہہ رہا ہوں کہ جلسہ عید میلاد النبی سنت ہے میں تو اس کو بھی بدعت کہہ رہا ہوں اور تم جو ٹولی ٹولی پھرتے ہو، یہ بھی بدعت ہے مسجد مسجد جاتے ہو یہ بھی بدعت ہے اب تو ساری بدعتوں کو شمار ہی کرنا پڑے گا۔

اور ایک بات اور میں تمہیں بتاؤں کہ زبان سے نیت کرتے ہو کہ نہیں ارے بھئی، کون نہیں کرتا۔ نماز پڑھتے ہو نا۔ نیت کی میں نے چار رکعت نماز ظہر۔ چار رکعت نماز عصر یا عشاء یا تین رکعت نماز مغرب کرتے ہو نا تو اچھی طرح یقین کر لو۔ زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے میرے رسول نے زبان سے کبھی نیت نہیں کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی زبان سے کبھی نیت نہیں کی نیت نام ہے دل کے ارادے کا۔ ارادہ کرو اور اللہ اکبر کہہ لو، نیت ہو گئی۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے یاد رکھو! اسی لئے اگر تمہاری نیت یہ ہو کہ ہم جا رہے ہیں، ظہر پڑھنے اور [illegible] میں نکل گیا کہ نیت کی میں نے چار رکعت نماز عصر زبان سے نکل گیا عصر اور دل میں خیال ہے ظہر کا تو نماز ظہر کی ہو گی، عصر کی نہیں ہو گی اس لئے کہ نیت نام ہے دل کے ارادے کا۔ تو زبان سے نیت کرنا بعد کے مشائخ اور بزرگوں نے رائج کیا میرے رسول کے زمانے میں زبان سے نیت نہیں کی جاتی تھی، تو لہٰذا زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے۔ اب اگر ان بدعتوں کو شمار کرو تو کتنی لائبریریاں تیار ہو جائیں۔

بدعت کا فلسفہ

یہ تو میں نے ایک خاکہ دیا ہے ایک نقشہ دیا ہے اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اب اگر ہر بدعت گمراہی ہے اب اگر ہر بدعت ضلالت ہے اگر ہر بدعت بے راہ روی ہے تو تمہیں اس وقت ایمان والا کون ملے گا، معلوم ہوا کہ تم سمجھ نہیں سکے کہ بدعت کا فلسفہ کیا ہے۔ بدعت بدعت کے لفظ سے دھوکہ مت کھاؤ۔ کچھ اچھی بدعت ہوتی ہے اور کچھ بری بدعت ہوتی ہے اچھائی اور برائی کو بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ قرآن کریم پر زیر و زبر لگانا بدعت ضرور ہے مگر یہ اچھی بدعت ہے۔ مسجد کا پختہ بنانا بدعت ضرور ہے مگر یہ اچھی بدعت ہے زبان سے نیت کرنا بدعت ضرور ہے مگر یہ اچھی بدعت ہے اور ذکر رسول کے لئے ایسی محفل منعقد کرنا بدعت ضرور ہے مگر یہ اچھی بدعت ہے اور اب اگر تم کہو نہیں، ہر بدعت بری ہے تو تمہیں اچھا کوئی نہ ملے گا۔

ایک بات میں بتاتا ہوں دوستو! اب ہم کو آپ ایک سوال کا جواب سوچیں اور دیں۔ اب میرے سوال کے جواب پر غور فرمائیں کہ جو محفل میلاد النبی کے نام پر سیرۃ النبی کے نام پر آپ کرتے ہیں اس میں مسلمانوں کا نقصان کیا ہے؟ اسمیں عقائد کی بات ہوتی ہے کچھ اعمال کی بات ہوتی ہے کچھ عبادات کی بات ہوتی ہے رسول کی محبت کے چراغ کو جلایا جاتا ہے رسول کے فضائل و کمالات کا ذکر ہوتا ہے۔ آخر اس میں مسلمانوں کا نقصان کیا ہے۔ کوئی نقصان سمجھ میں آتا ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہے، مگر کچھ لوگوں کا نقصان ہے بھئی دیکھو کن کا نقصان ہے۔ میں نہیں جانتا میں کیا جانوں کہ اس میں وہ نقصان والے بھی ہیں کہ نہیں میں کسی کا نام تو جانتا نہیں نیا نیا آیا ہوں اور بہت دور سے آیا ہوں اب جس کا نقصان ہوگا، وہی تو سمجھے گا کہ مجھے کہہ رہے ہیں میں تو کسی کا نام نہیں لے رہا ہوں۔

حیدر آباد کا ایک واقعہ

ہاں تو کچھ لوگوں کا نقصان ہے۔ جانتے ہو کیا نقصان ہے نقصان یہ ہے کہ جب تم اس طرح

رسول کے نام پر کوئی محفل کرو گے، تو رسول کی یاد آئے گی وہ چاہتے ہیں کہ سب ہو مگر رسول یاد نہ آئیں۔ یہ بار بار رسول کو تم کیوں یاد دلاتے ہو؟ صرف ہوائی گھوڑے نہیں دوڑا رہا ہوں۔ میں صرف خلا کے اندر کوئی وار نہیں کر رہا ہوں بلکہ اچھی طرح سے سمجھ لو میں جس ہندوستان سے آرہا ہوں، اسی ہندوستان میں ایک مشہور شہر ہے حیدر آباد۔ اس حیدر آباد سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ میں نے اس کے اندر ایک مضمون دیکھا تو چونک گیا۔ اس تفصیل کو سن کر آپ کیا کریں گے کہ کس کا رسالہ؟ کیا رسالہ؟ بس اتنا سن لیجئے کہ اس میں یہ تھا کہ معراج کی رات اگر کوئی نماز پڑھے، تو نماز پڑھنا جائز نہیں۔ معراج کی رات اگر کوئی قرآن پڑھے تو قرآن پڑھنا بدعت ہے۔ میں سوچنے لگا کہ نماز پڑھنا یہ بھی جائز نہیں۔ خدا کی عبادت اور ناجائز۔ یہ قوم کہاں پہنچ رہی ہے؟ آخر یہ کیا بات ہے؟ تو بات یہ ہے کہ جب تم معراج کی رات میں خدا کی عبادت کرو گے اور ہم پوچھیں گے کہ آج کی رات عبادت وتلاوت کا سبب کیا ہے؟ تو تم کہو گے ارے بے خبر تمہیں معلوم نہیں کہ آج کی رات رسول کریم کو معراج ہوئی تھی۔ بڑی مبارک رات ہے تمہارے اس جواب نے رسول پاک کی یاد دلا دی ہے، لہٰذا ایسی عبادت وتلاوت ناجائز ہے جو رسول کریم کی یاد دلانے کا سبب بن جائے۔

ایک اور وبا چلی ہے ہماری طرف کہ بھئی سنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی ظاہری وجہ کچھ بھی بتائی جائے، مگر اس کی باطنی وجہ جس پر قرآن شاہد ہیں یہی ہے کہ جب تم سنتیں پڑھو گے تو رسول یاد آئیں گے، لہٰذا سنت چھوڑ دو تاکہ رسول یاد نہ آئیں مگر میں سوچنے لگا کہ سنت چھوڑ دو گے تو بہت کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ دیکھو بچہ پیدا ہوا، کان میں اذان واقامت کہی جاتی ہے، تو یہ اذان واقامت سنت، آگے بڑھا تو عقیقہ سنت، ختنہ سنت۔ بالغ ہونے سے پہلے سارے اسلامی مراحل سنت اور جب مر گیا تو نہلانا سنت، کفن دینا سنت، کاندھے پہ لے کے چلنا سنت، نمازِ جنازہ سنت۔ قبر میں اتارنا سنت۔ قبر کو ڈھکنا سنت۔ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ جب سنت سب چھوڑ دیں گے

ابتدا بھی جائے گی، انتہا بھی جائے گی نہ یہ سنت ملے گی نہ وہ سنت ملیگی تو بیچ میں لٹک کے
کہاں رہ جائیں گے نہ آغاز ملا نہ انجام ملا ارے دیکھو اچھی طرح سن لو۔ یہ میرے رسول کی
برکت ہے کہ مسلمان مر کے بھی ایمان والوں کے کاندھے پر جاتا ہے یہ میرے رسول کی سنت
کی برکت ہے کہ اسے عزت کے ساتھ نہلایا جاتا ہے یہ میرے رسول کی سنت کی برکت
ہے کہ لوگ اس کیلئے صفِ بستہ ہو کے دُعائے مغفرت کرتے ہیں یہ میرے رسول کی
سنت کی برکت ہے کہ عزت سے اسے قبر میں اتارا جاتا ہے۔ سنو جی! اگر سنت
کا خیال نہ ہو تو ٹانگ پکڑ کر پھینک دیا جائے اور پھر اس کا انجام دنیا دیکھ لیتی۔

سنت نہیں تو فرض ادا کر کے بتاؤ

مگر کوئی ضدی انسان کہے نہیں صاحب
ہم سنت نہ کریں گے۔ پھینک دو
ہماری ٹانگ پکڑ کر مگر سنت نہ ہو، سنت کرو گے تو رسول یاد آئیں گے۔ اچھا بھئی
سنت نہ کرو فرض تو پڑھو گے نا۔ دیکھئے میں ڈھیل دے رہا ہوں ارے بھائی سنت نہ
پڑھو گے فرض تو پڑھو گے نا۔ یہ تو خدا کا فرض ہے نا۔ اچھا صاحب پڑھو تو مگر اتنا
خیال ہو سنت نہ پڑھنا سنت سے تو رسول یاد آئیں گے مگر جب تم نماز فرض پڑھنے
چلو گے تو یہ بتاؤ کہ اس فرض میں کتنا فرض ہے مولانا صاحب بیٹھے ہیں پوچھ لینا
نماز فرض میں کتنا فرض ہے تو فقہ حنفی کے نقطۂ نظر سے نماز میں سات فرض ہیں۔
تکبیر تحریمہ فرض، قیام فرض، قرأت فرض، رکوع فرض، سجدہ فرض، آخری بیٹھک فرض۔ بالقصد
نکل جانا یعنی خروج بصنعہ فرض۔ سات فرض ہے نا۔ التحیات پڑھنا فرض نہیں، سورۂ
فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ کہنا فرض
نہیں، ثناء پڑھنا فرض نہیں۔ یاد رکھنا یہ تعدیل ارکان بھی فرض نہیں۔ اطمینان سے
ٹھہر ٹھہر کے نماز پڑھنا یہ بھی فرض نہیں۔ خیال رکھنا سنت والی نماز نہ پڑھنا، ورنہ
رسول یاد آئیں گے سورہ فاتحہ پڑھو گے تو رسول یاد آجائیں سبحان ربی الاعلیٰ کہو گے تو

تو رسول یاد آجائیں گے، لہٰذا اب جب بھی فرض پڑھ رہے ہو تو فرض ہی ادا کرو۔ تو اب جب فرض والی نماز پڑھی تو جانتے ہو تو کیسی پڑھی اللہ اکبر اور پھر قرأت کر کے اللہ اکبر۔ اور رکوع میں کچھ نہیں پڑھا اور کھڑے ہو گئے اور کچھ کہے بغیر ڈائرکٹ سجدہ میں پہنچ گئے اور اس کے بعد کچھ کہے بغیر اٹھ گئے کھٹا کھٹ اُٹھ رہے ہیں اور بیٹھ رہے ہیں۔ فرض ادا ہو رہا ہے یہ فرض والی نماز ہے کھٹا کھٹ اٹھ بیٹھ رہے ہیں۔ اور تیزی سے پڑھ رہے ہیں۔ آپ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور باہر والا سمجھ رہا ہے ورزش کر رہے ہیں۔

دیکھا آپ نے سنت کو چھوڑا تو سورۂ فاتحہ کی برکتوں سے تمہیں محروم کر دیا گیا سنت تم نے چھوڑی تو اپنی ثناء کی توفیق تم سے چھین لی گئی۔ سنت تم نے چھوڑی۔ تو سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ بھی نہ کہہ سکے۔ سنت تم نے چھوڑی تو درود و سلام کی سعادتوں سے تمہیں محروم کر دیا گیا۔ مگر کوئی ضدی کہے نہیں صاحب ہم کھٹا کھٹ والی پڑھیں گے، ادا نہیں کریں گے۔ سنت سے تو رسول یاد آتے ہیں اچھا بھائی کھٹا کھٹ والی پڑھو۔ میں تو چھوٹ دینے پر آج ہی بیٹھ گیا ہوں کہ جتنا تم ڈھیل مانگو گے، میں دیتا ہی چلا جاؤں گا۔ اچھا کھٹا کھٹ والی نماز پڑھو، لیکن یہ بتاؤ کہ قیام تو فرض ہے نا۔ قیام تو کرنا ہی پڑے گا، اس لئے کہ فرض ہے اور قرأت بھی کرنی ہی ہے، اس لئے کہ وہ بھی تو فرض ہے اور رکوع بھی فرض ہے۔ سجدہ بھی فرض ہے اتنا تو کرنا ہی چاہیے اور وہ آخری بیٹھک بھی آپ کو بیٹھنی ہے وہ بھی فرض ہے اور وہ بالقصد نکلنا بھی تو فرض ہے، مگر مجھے تم بتاؤ کہ یہ قیام جس کو تم فرض سمجھ کر کر رہے ہو، یہ قیام رسول نے کیا تھا کہ خدا نے کیا تھا؟ یہ رکوع رسول نے کر کے دکھایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے کر کے دکھایا تھا؟ یہ سجدے کا انداز رسول نے بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے آ کے بتایا تھا یہ بولی رسول کی ہے کہ خدا کی ہے؟ یہ قبلہ رسول کا ہے کہ خدا کا ہے؟ یہ کیا معاملہ ہے؟

یہ سب تو رسول ہی کی ادا ہے۔ یہ اٹھنا بھی رسول کا، یہ رکوع بھی رسول کا، یہ سجدہ بھی رسول کا۔ میرے خدا کو منظور ہے کہ اے محبوب! تمہاری ادا کو میں اپنا فرض قرار دوں گا تاکہ سنت تیری ہو اور فرض میرا ہو تاکہ یہ دنیا تیری یاد کو مٹا نہ سکے۔

قومہ (ا) ہو (ح) اور (م) سجدہ۔ جلسہ (د) نقشہ نمازی یوں نمازِ عشق کی کھینچا کرے۔ جب تم کھڑے ہوتے ہو تو احمد کا (ا) نظر آتے ہو اور جب تم رکوع میں جاتے ہو تو احمد کی (ح) بن جاتے ہو اور جب تم سجدے میں جاتے ہو تو احمد کی (م) دکھائی پڑتے ہو اور جب تم بیٹھ جاتے ہو تو احمد کی (د) نظر آتے ہو۔ خدا کو منظور یہ ہے کہ عبادت اس کی ہو، تصویر احمد کی ہو۔

عبادت محبوب کی زبان میں ادا کیا کرو

دیکھو دوستو۔ مولانا حنیف سے کبھی مل کے کہنا!

اے مولانا! ہم گجرات کے رہنے والے ہیں، ہماری زبان گجراتی ہے، کچھ اردو جانتے ہیں اور کچھ ہندی۔ کچھ انگلش جانتے ہیں، تو عبادت کے لیے یہ کیا آپ نے پابندی لگا رکھی ہے۔ یہ کیا بات ہے جو پڑھتا ہے، عربی ہی میں پڑھتا ہے۔ ہم اجازت دے دو ہم انگلش میں عبادت کریں۔ ہم فرینچ میں عبادت کریں۔ ہم گجراتی میں سورہ فاتحہ کا ترجمہ کرالیں اور پھر پڑھ لیا کریں۔ اے مولانا جو زبان ہم سمجھیں گے اس کو ہم سمجھ کے پڑھیں گے اور جب سمجھ کے پڑھیں گے تو دل میں خشوع خضوع زیادہ پیدا ہوگا تو اے مولانا خدا کی عبادت کے لئے کسی زبان کی پابندی کا کیا معنی ہے؟ ہمیں ہماری زبان میں پڑھنے کی اجازت دو۔ اس زبان میں کیوں پڑھاتے ہیں جس کو ہم سمجھتے ہی نہیں کہ ہم اپنے خدا تعالیٰ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ہم اپنے رب تعالیٰ سے کیا عرض کر رہے ہیں۔ تو اے مولانا ہمیں اجازت دے دو، تو مولانا کہیں گے نہیں۔ نماز پڑھنی ہے تو عربی میں پڑھو، چاہے سمجھو، چاہے نہ سمجھو۔

جی ہاں چاہے سمجھو چاہے نہ سمجھو، مگر نماز عربی ہی میں پڑھنا سارے دنیا کے انسانوں کو ہی دعوت دی گئی ہے۔ اے ایمان والو! نماز عربی میں پڑھو۔ اچھا یہ رعایت تو آپ نہیں دے رہے ہیں۔ اتنی ہی اجازت دے دو کہ کبھی کعبے کی طرف چہرہ کریں، کبھی بیت المقدس کی طرف چہرہ کریں۔ کبھی ادھر رُخ ہو جائے کبھی ادھر رُخ ہو جائے اسی کی اجازت دے دو۔ کہیں گے نہیں جناب نماز پڑھنی ہے تو کعبے ہی کی طرف رخ کرنا ہے۔ اچھا مولانا! پھر اتنی اجازت دے دو کہ سجدہ ہی میں رہ کر کے سب پڑھ لیں ایک سانس میں سب پڑھ لیں۔ سب سے بہتر ادا تو سجدہ ہی ہے نا۔ اسی میں رہ کے سب پڑھ لیں۔ یہ کیا بات ہے کبھی آپ اٹھاتے ہیں تو کبھی آپ رکوع میں لے جاتے ہیں، کبھی آپ سجدے میں لے جاتے ہیں۔ یہ اٹھانا جھکانا کیا معنی ہے ارے بھئی سجدہ سب سے پیاری ادا ہے اس میں ہم سب کچھ کیوں نہ ادا کریں۔ کہا کھڑا بھی ہونا ہے، رکوع میں بھی جانا ہے۔

اے مولانا اتنی پابندی آپ کیوں کر رہے ہیں؟ کیا بات ہے تو مولانا کہیں گے سنو جی: یہ میری پابندی نہیں ہے، یہ خدائی پابندی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے کہ میرے رب کو منظور یہ ہے کہ اے میری عبادت کرنے والو! اے مجھے یاد کرنے والو! تم جس زبان میں چاہو مجھے یاد کرو کوئی اعتراض نہیں۔ اردو بولو، ہندی بولو۔ انگلش بولو، فرنچ بولو، ملیالم بولو، تامل بولو، کناڈی بولو، کسی بھی زبان میں تم مجھے یاد کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں، مگر کم سے کم پانچ وقت اس زبان میں یاد کرو جس میں میرے محبوب نے یاد کیا تھا چاہے تم سمجھو یا نہ سمجھو، مگر محبوب کی بولی بول دو۔ محبوب کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دو۔ اے مجھے یاد کرنے والو! چاہے لیٹ کے یاد کرو، چاہے بیٹھ کے یاد کرو چاہے چل پھر کے یاد کرو، جیسے چاہو یاد کرو، مگر کم سے کم پانچ وقت اس طرح یاد کرو جس طرح محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یاد کیا تھا۔ کھڑے بھی ہوگئے، رکوع میں بھی گئے سجدے میں بھی گئے۔ اے مجھے یاد کرنے والو! جدھر چاہو، رخ کر کے یاد کرو، مگر پانچ وقت ادھر

رُخ کر لو، جدھر رسولِ عربی نے چہرہ کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت میری ہو ادا ان کی ہو تو یہ سب کیا ہے؟ اب مجھے عرض کرنے دو کہ اے محبوب! یہ تمہاری اداؤں کو نہیں مٹا سکتے۔ آپ کی یادگار کو مٹانا ان کے بس سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔

سنّتِ نبوی سے کہاں تک بھاگو گے؟

ہے کوئی جو میرے رسول کی یاد کو مٹا سکے۔ ایک بات اور میں عرض کروں۔ میں نے سوچا چلو بھئی نماز کا کچھ معاملہ ہی عجیب ہے گھر میں پڑھو تو رسول کی یاد آئے، جماعت سے پڑھو تو رسول کی یاد آئے، مسجد میں پڑھو تو رسول کی یاد آئے۔ اعید گاہ میں پڑھو تو رسول کی یاد آئے۔ اچھا ایک فرض خدا نے اور بھی خدا نے کیا ہے۔ حج۔ حاجی صاحبان جو گئے ہیں نا ان سے پوچھنا کہ یہ حج کیا ہے؟ مجھ سے کہا گیا کہ حج فرض ہے خدا کا فرض ہے۔ اچھا چلو جی دیکھا کیا خدا کا فرض ادا کرنا ہے مگر اپنے انڈیا سے جب ہم چلے تو حدود میقات میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ اعلان کیا گیا کپڑا اتار دو۔ ارے کیا بات ہے؟ یہ کپڑا اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ ارے ہم تو فرض ادا کرنے جا رہے ہیں ارے نہیں یہ سلا ہوا اتار دو۔ بے سلا پہنو۔ صرف لنگی لپیٹ لو، صرف چادر لپیٹ لو۔ ہاں اتارو کپڑا۔ یہ کیا بات ہے ہم تو فرض ادا کرنے جا رہے ہیں۔ یہ میرا کپڑا کیوں اتارا جا رہا ہے اسی کپڑے میں تو میں نے عید کی نماز پڑھی تھی اسی کپڑے میں تو میں نے جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔ اسی کپڑے میں تو میں ساری نماز پڑھتا ہوں۔ یہ کونسی عبادت ہے؟ یہ کون سا فرض ہے؟ نہیں اتارو کیوں؟ کیا حرم آگیا؟ نہیں ابھی نہیں آیا۔ کیا خدا کی بارگاہ میں ہم حاضر ہو گئے؟ مقدس سرزمین پر پہنچے؟ کہا نہیں ارے تو پھر پہننے دو۔ تو کہا نہیں پہلے اتار دو۔ اس کے بغیر اس مقدس سرزمین پر قدم نہ رکھنا قدم رکھنا ہے تو وہ لباس پہنو جو رسولِ عربی نے پہنا تھا، وہ لباس پہنو جو میرے محبوب نے پہنا تھا۔ اگر ان کی سنت نہ ادا کرو گے، تو یہاں میں آنے ہی نہ دوں گا۔

دوستو! رسول کی سنت میں لنگی پہن لی۔ چادر لپیٹ کے اندر چلے سو جاب دیکھو، کیا فرض ادا ہوتا ہے تو وہاں جب گئے تو کہا گیا گھر کا چکر کرو چلو عرفات میں ٹھہرو۔ چلو مزدلفہ میں ٹھہرو، چلو منیٰ میں رمی جمار کرو، چلو یہ کرو، چلو وہ کرو۔ میں سوچنے لگا مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرض ادا کرنا ہے اور یہاں خدا تعالیٰ نے کب چکر لگایا تھا؟ خدا تعالیٰ نے صفا مروہ کی سعی کب کی تھی؟ خدا تعالیٰ عرفات میں کب ٹھہرا تھا؟ خدا تعالیٰ نے مزدلفہ میں وقوف کہاں کیا تھا؟ خدا تعالیٰ نے رمی جمار کہاں کیا تھا؟ ارے خدا تعالیٰ کا فرض کیا؟ جواب ملے گا سنو ادا مصطفےٰ کی۔ فرض خدا تعالیٰ کا۔ یہ میرے رسول نے کیا ہے ہم تمہیں اس لئے تھوڑے ہی بلا رہے ہیں۔ دیکھو ہم نے رسول کی اداؤں کو فرض کر دیا ہے۔ رسول نے چکر کیا تم بھی کرو۔ رسول نے سعی کی تم بھی کرو۔ رسول نے وقوف عرفہ کیا، تم بھی کرو۔ رسول مزدلفہ میں ٹھہرے تم بھی ٹھہرو۔ رسول جو کرتے رہے ہے تم بھی وہی کرو اور انتہا بھی ہو گئی جب عرفات سے ہم لوگ روانہ ہونے لگے، تو سورج ڈوب گیا تھا میں نے کہا ڈوب گیا سورج۔ چلو مغرب پڑھو کہا گیا ٹھہرو، مغرب نہیں پڑھ سکتے۔ ارے مغرب کا وقت ہو گیا۔ نہ پڑھیں نہیں پڑھ سکتے ارے خدا تعالیٰ کا فرض ہے نہیں صاحب! پڑھو گے مجرم ہو گے مغرب نہ پڑھیں تو کہاں پڑھیں؛ کہا مزدلفہ میں پڑھنا۔ مزدلفہ میں تو وقت نکل جائے گا۔ نکل جانے دو۔ پڑھنا وہیں، غور کرو مکے والا نہ پڑھے تو مجرم۔ مدینے والا نہ پڑھے تو مجرم، جدہ والا نہ پڑھے تو مجرم اور عرفات والا پڑھے تو مجرم۔ یہ کیا معاملہ ہے سنو! وقت ہو گیا مگر پڑھنا نہیں مزدلفے میں پڑھنا اچھا مگر وہاں تو وقت نکل جائے گا۔ نکل جانے دو۔ پڑھ لینا وہیں۔ اچھا جب وقت نکل جاتا ہے تو قضا پڑھتے ہیں قضا نہ پڑھنا ادا پڑھنا۔ ذرا غور تو کرو۔ مسئلے کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو قضا نہ پڑھیں ادا پڑھیں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہا سنو جی جہاں رسول پڑھ لیں، وہاں پڑھنا ضروری اور جہاں رسول رک جائیں، وہاں رُکنا ضروری۔ میرے رسول نے جب اس وقت نہیں پڑھا تو تمہیں بھی نہیں پڑھنا ہے اور مزدلفہ میں وقت کے نکلنے کے بعد رسول نے

ادا پڑھی۔ قضا نہیں پڑھی تو تم بھی ادا پڑھو، اس لئے کہ یہی محبوب کی ادا ہے۔ ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

رسول کو بھول جانے کا طریقہ

ظاہر ہو گیا کہ فریضۂ حج بھی رسول کی یاد ہے۔ چلو اب روزے سے پوچھا جائے تو روزے کا بھی عجیب حال ہے۔ افطار خدا تعالیٰ نے نہیں کیا تھا۔ سحری خدا تعالیٰ نے نہیں کھائی تھی۔ دن بھر بھوکا خدا تعالیٰ نہیں رہا۔ یہ بھی مصطفےٰ ہی کی ادا ہے۔ اب سحری کھائیں تو مصطفےٰ یاد آئیں افطار کریں تو رسول یاد آئیں۔ بھوکے رہو تو رسول یاد آئیں۔ لیجئے روزے میں بھی رسول یاد آئیں۔ سنو جی ! ارے کم سے کم کلمہ تو پڑھو گے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لو رسول یاد آ گئے۔ اذان سنو تو رسول یاد آئیں۔ خطبہ سنو تو رسول یاد آئیں نماز پڑھیں تو رسول یاد آئیں۔ حج کرو تو رسول یاد آئیں۔ روزہ رکھو تو رسول یاد آئیں، جہاد کرو تو رسول یاد آئیں۔ زکوٰۃ دو تو رسول یاد آئیں۔

ارے بتاؤ اس رسول کو کیسے بھلایا جائے۔ ہاں بھلانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا تو ایک بات سمجھ میں آ گئی کہ ایک مومن رسول کو بھلا نہیں سکتا۔ ایک مسلمان رسول کی یاد منانے پر مجبور ہے۔ ایک مسلمان کبھی رسول کی یاد سے باز نہیں آسکتا البتہ اگر رسول کو بھلانا ہے، تو کافر بن جاؤ مومن رہو گے، تو یاد کرنا پڑے گا۔

دو ٹانگ والے خناس

یقیناً تمہارے پاس آ گیا اللہ کی جانب سے نور اچھا صاحب نور آ گیا۔ روشنی آ گئی اس کا معنی یہ ہوا کہ پہلے تاریکی تھی اور جب نور آ گیا تو اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ تاریکی چلی گئی۔ یہی تو ترجمہ کیا جائے گا۔ نور آ گیا، یعنی تاریکی چلی گئی، مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ تاریکی ہے۔ میں اعتراض اپنی ہی طرف سے پیش کر دیتا ہوں تاکہ کوئی وسوسہ دینے والا وسوسہ نہ دے۔

وسوسہ دینے والا کون ہے ؟ قرآن سے پوچھو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. مَلِكِ النَّاسِ ہ اِلٰهِ النَّاسِ ہ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ہ خناس کے وسوسوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور خنّاس کی تعریف کیا کی ہے قرآن نے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ہ خناس وہ ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالے ۔ وہ کون ہوتا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ہ وہ جن بھی ہیں وہ انسان بھی ہیں تو یہ نہ سمجھ لینا کہ خنّاس کے دو سینگ ہوتے ہیں ۔ خناس کے چار پیر ہوتے ہیں ۔ نہیں دو پیر والے بھی خناس ہوتے ہیں۔ خدا کرے کہ کسی خنّاس سے آپ لوگوں کی ملاقات نہ ہو۔ مگر اگر دیکھنے کا شوق ہو تو اس کے پہچاننے کی علامت بتا دوں جو تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے تو سمجھ لینا یہی ہیں خنّاس ۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ہ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ہ

نور آگیا تو تاریکی کیوں؟

تو جب نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے ۔ تاریکی ہے کہ نہیں؟ پہلے بھی تاریکی تھی، اب بھی تاریکی ہے ابوجہلیت بھی ہے اور کفر بھی ہے ۔ نفاق بھی ہے ارتداد بھی ہے۔ نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے۔ اس سے پہلے میں ایک خاص بات کی طرف آپکی توجہ لے جاؤں کہ کہا گیا نور آگیا نور کہتے ہیں روشنی کو۔ اس کے مقابل جو چیز آئے وہ تاریکی ہے نور کی دو قسمیں ہیں ایک نور عقلی ہے اور ایک نور حسّی ۔ نور حسی یہ ہے کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں، مشاہدہ فرما رہے ہیں ۔ یہ بلب جل رہے ہیں، یہ نور حسی ہیں جس کو آپ دیکھ سکیں اور نور عقلی یہ ہے کہ مثال کے طور پر علم نور ہے ۔ اس کے مقابلے میں جہالت تاریکی ہے ۔ حیا نور ہے، بے حیائی تاریکی ہے انصاف نور ہے، بے انصافی تاریکی ہے ۔ اچھے اخلاق نور ہیں ، بداخلاقی تاریکی ہے بس یوں سمجھ لو ہر خوبی کے مقابلے میں جو برائی ہے وہ تاریکی ہے تو یہ کہا گیا نور آگیا۔ میں سوچنے لگا کہ نور علم آیا کہ نورِ عمل آیا نور فضل و کمال آیا کہ نور جاہ و جلال آیا۔ نورِ انصاف آیا کہ نور حیاء

آیا، تو قرآن نے جواب دیا کہ جب خدا نے مقید نہیں کیا تو تجھ کو مقید کرنے کا کیا حق۔ نور کو مطلق رکھا۔ مطلب یہ کہ نورِ مطلق آگیا، یعنی نور حیا بھی آیا، نور الفاف بھی۔ نورِ علم بھی آیا۔ نورِ فضل وکمال بھی۔ نور جاہ وجلال بھی آیا نورِ حسن وجمال بھی نور جود ونوال بھی آیا، نورِ ہر ہر کمال بھی۔ تو سوال نے اپنی جگہ سے سر اٹھایا کہ جب ہر طرح کا نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے؟ تو میں اس کا جواب دے کے آگے بڑھوں گا۔ بہت زیادہ تفصیلات میں نہیں لے جاؤں گا، اس لئے کہ میں اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں کہ ؎

طوفان نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ

دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

اگر اثر کریں تو دو آنسو کافی ہیں اور نہ اثر کرے تو دن بھر کا رونا بیکار ہے لہٰذا آپ بالکل مطمئن بیٹھیں بس اس سوال کا جواب دے کر کے میں اپنے کلام کو مختصر کر دوں گا۔ تو جب نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے؟ تو سنو جی نور کا کام کیا ہے۔ آفتاب جب نکلتا ہے تو اس کا کام جانتے ہو کیا ہے۔ ایک عام تاریکی کو دور کر دینا۔ مگر ایک بات یہ بتاؤ کہ آفتاب نے تو عام تاریکی کو دور کر دیا، مگر تمہارے مکان کی دیوار پر جو سیاہی لگی ہوئی تھی۔ کیا آفتاب نے اس کو بھی صاف کیا معلوم یہ ہوا کہ آفتاب تمہارے رنگ کو بدلنے کیلئے نہیں آتا آفتاب تمہارا رنگ دکھانے کیلئے آتا ہے آفتاب کا کام ہی ایسا ہے جو چھپے ہوئے لوگ ہیں، اُن کو دکھا دیا جائے رات ہم جب آئے تھے تو پتہ نہیں تھا کہ دیوار پر سبزی کتنی ہے، سرخی کتنی ہے، دیوار کا رنگ کیسا ہے مگر جب آفتاب نکل آیا تو پتہ چل گیا کہ سیاہی اتنی ہے سفیدی اتنی ہے تو آفتاب کا کام ہے تمہیں دھوکے سے بچا لینا۔ اس کو میں ایک مثال سے سمجھاؤں۔ ہمارے مولانا حسن آدم صاحب رات میں چلے تاریکی میں اتفاقاً پیر کے نیچے پڑ گئی رسی۔ بچارے چلاتے ہوئے بھاگے سانپ، سانپ، سانپ؟ پریشان ہو گئے اور آگے جب گئے تو پیر کے نیچے آگیا سانپ کھڑے ہو گئے کوئی رسی ہو گی، دیکھا آپ نے تاریکی کا حال مگر جب آفتاب نکلتا ہے یہ دھوکہ نہیں

ہو سکتا۔ آفتاب کا کام یہ نہیں ہے کہ سانپ کو رسی بنا دے اور رسی کو سانپ بنا دے مگر جو
رات کو دھوکہ ہوا تھا وہ اب نہ ہوگا۔ رسی رسی نظر آئے گی، سانپ سانپ دکھائی دے گا
نور کا کام ہے امتیاز دے دینا، نور کا کام ہے، دھوکے اور فریب سے بچا لینا تو اب
نور آگیا ہے اب کوئی فریب نہ دے سکے گا، کوئی اب اپنے آپ کو چھپا نہ سکے گا۔

خطرناک دشمن کون؟

واقعی دوستو نور آگیا ہے، اسی لئے میرے رسول نے تمام فریبیوں کے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔ ایک حدیث
کی روشنی میں ایک واقعہ میں عرض کروں گا۔ دیکھو دشمن وہ بھی ہے جو دشمن بن کے
سامنے آئے اور دشمن وہ بھی ہے جو دوست بن کے آئے مگر انصاف سے بتاؤ کونسا دشمن
زیادہ خطرناک ہے۔ جو یہ کہہ کے آتا ہے کہ میں دشمن ہوں، میں دشمن ہوں، شور مچا کے آتا ہے
اس کیلئے آپ کا دروازہ پہلے ہی سے بند ہو جاتا ہے اور وہ دشمن جو دوست بن کے
آتا ہے اس کیلئے دروازہ بھی کھلا ہے، دسترخوان بھی لگا ہے دیکھا آپ نے کتنا خطرناک
دشمن ہے۔ یہیں چائے پی رہا ہے اور یہیں منصوبے بنا رہا ہے کتنا خطرناک دشمن ہے
تو میرے رسول نے جہاں کھلے ہوئے دشمنوں کو سمجھا دیا۔ وہیں ملے ہوئے دشمنوں کو بھی سمجھا
دیا۔ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے۔ میں بتاؤں قرآن کریم کہہ رہا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہم قیامت کے دن پر ایمان لائے

بکنے دوان بکنے والوں کو وما ھم بمومنین۔ یہ مومن نہیں ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں پھر بھی
مومن نہیں ہیں، حج کرتے ہیں، پھر بھی مومن نہیں ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں
یہ اسلامی احکام پر عمل کرتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں قرآن کہتا ہے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ
یہ مومن نہیں ایسوں کو کچھ چھوٹ دی گئی تھی۔ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا تعلق برتا جاتا۔ یہ
مال غنیمت کے لالچ میں مومن بنے رہے ہیں اس وقت کے منافقوں کا ذکر کر رہا ہوں کس

زمانے کے منافقوں کا؟ جو رسول کے زمانے میں تھے جب اس زمانے میں منافق تھے تو اب اس سے اچھا کونسا زمانہ ہوگا کہ منافق نہ رہیں۔ میں اس دور کی بات کر رہا ہوں، اس دور کی بات میں نہیں کرتا۔ اس دور کی بات کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اس لئے کہ جب آپ اس دور کے منافقوں کو سمجھ لیں گے تو اس دور کے منافقوں کو بھی سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ لہذا اس دور کے منافقوں کا ذکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ پہلے اسی دور والوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے تو اس دور کے منافقوں کا حال یہ تھا کہ قرآن بہ تبلیغ کے ساتھ یہ کہتا ہے یہ کلمہ پڑھتے ہیں، مگر ان کا کلمہ جھوٹا ہے۔ ان کی نماز نماز نہیں، ان کا روزہ روزہ نہیں، ان کا حج حج نہیں۔ ان کی زکواۃ زکواۃ نہیں۔ کچھ نہیں وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ یہ مومن نہیں ہیں۔

کون لوگ مسجد سے نکالے گئے؟

ذرا غور کرو یہ تفصیل طلب مضمون ہے جس کے ہر گوشہ کو اگر آپ کے سامنے عرض کروں، تو بات بہت طویل ہو جائے گی مجھے صرف یہ دکھانا تھا کہ ایسے چھپے ہوؤں کو بھی رسول نے چھپا دیا اور اب وہ چھپ نہیں پا رہے ہیں کب چھپایا تھا۔ اگر تم یاد رکھ سکو تو یاد رکھو یہ ہے فتح الباری شرح صحیح البخاری علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب اور یہ ہے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری علامہ بدر الدین عینی کی کتاب نہایت معتبر۔ اس میں ایک واقعہ ہے اور مفصل واقعہ میں عرض کروں کہ جمعہ کے دن ممبر رسول پر بیٹھ کر کے ایک مرتبہ رسول نے یہ کیا کہ جتنے لوگ آئے تھے ظاہر ہے کہ سب جمعہ ہی تو پڑھنے آئے تھے نماز پڑھنے آئے تھے کسی بڑے ارادے سے تو نہیں آئے تھے تو رسول نے کہا اخرج یافلاں فانک منافق اے فلاں تو میری محفل سے نکل جا تو منافق ہے اخرج یافلان فانک منافق اے فلاں تو بھی نکل جا تو بھی منافق ہے جب تک چھوٹ دینے کا حکم تھا چھوٹ دیتے رہے اور جب نکالنے کا حکم ہوا۔ ایک ایک کو نکالتے رہے اے فلاں نکل جا اے فلاں نکل جا۔ سب کھڑے ہو کے چلے گئے یقین جانو دوستو۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ اے رسول نفاق تو دل کی حرکت

ہے۔ ہماری پیشانی پر کہاں لکھا ہے کہ ہم منافق ہیں۔ اے سرکار! ہم تو آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ہمیں منافق کیسے کہتے ہیں۔ کسی نے نہیں کہا۔ خاموشی کے ساتھ نکلتے چلے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ علیم و خبیر کی بات ہے یہ علم والے کی بات ہے یہ علم رکھنے والے کی بات ہے خیریت ہے نکل چلو۔ اگر حجت کریں گے تو ابھی نفاق کھلا ہے، دوسرے عیب بھی کھل جائیں گے۔ خیریت اسی میں ہے نکل چلو اور جب یہ نکلے تو ایک لطیفے کی بات بیچ میں یہ پیش آگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسجد میں نہیں آئے تھے۔ یعنی مسجد میں آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی تھی جب یہ نکلنے لگے حضرت عمر نے دیکھا تو ان کو خیال آیا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ میں لیٹ پہنچا۔ دیکھئے سارے نمازی نکل رہے ہیں نماز پڑھ پڑھ کے۔ حضرت عمر بہت شرمندہ ہوئے کہ آج میں بہت لیٹ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہو گئی، اس لئے کہ پوری جماعت نکلی چلی جا رہی ہے اور ادھر منافقین یہ سوچ کر شرمندہ ہو رہے تھے کہ ہمیں مسجد سے نکلتے ہوئے صرف عمر ہی نے نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی دیکھ لیا جب حضرت عمر مسجد میں آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو رسوا کر دیا۔ رسول نے آج نکال دیا۔ بہت بے آبرو ہو کر تیری محفل سے ہم نکلے ہیں نے عالم خیال میں سوچا کہ اے رسول جب نکالنا تھا تو بلایا کیوں تھا بہتر تو یہی تھا کہ باہر ہی رہنے دیا ہوتا، تو تو اب ملتا ہے سنو جی بلا کے نکالنے میں رسوائی زیادہ ہے تم نے نہیں دیکھا کہ کعبے میں پہلے تین سو ساٹھ بتوں کو آنے دیا اور پھر رسوا کر کے نکال دیا اب مولانا حنیف صاحب کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی مولانا حسن آدم کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی مولانا نیاز کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ کیوں نہیں آتے رسول کی محفل میں۔ میں ان سے عرض کر دوں گا حضور والا! اسی محفل سے تو وہ نکالے گئے تھے۔ اب یہاں کیا منہ لے کر آئیں۔ ع

بہت بے آبرو ہو کر تری محفل سے ہم نکلے

مسجد سے نکالنا رسول کی سنّت ہے

بہر حال میرے رسول نے ایک ایک کو نکال دیا۔ اخرج یا فلاں فانک

منافق۔ اب منافق اپنے کو چھپا نہیں سکتا۔ نور آگیا نور آگیا اب اپنے نفاق کو چھپا نہیں سکتا اور ایک بات یہاں پر اچھی طرح سے سمجھو۔ کچھ لوگ تمہیں سنت سکھانے آتے ہیں۔ تو ان کی بتائی ہوئی سنتوں کو سننے سے پہلے اس سنت کو ذہن میں محفوظ رکھنا کہ ایسا کلمہ پڑھنے والوں اور ایسے نماز پڑھنے والوں کو مسجد سے نکالنا یہ رسول کی سنت ہے جب رسول نے پہلے نکال دیا تو اب رسول کے چاہنے والے بھی تو نکالیں گے نا۔ تو کبھی کبھی بھٹک کے کچھ لوگ سنت سکھانے کیلئے آجاتے ہیں، خدا کرے کہ یہاں نہ آئیں، مگر کبھی کبھی بھٹک کر کے آجاتے ہیں۔ سنت سکھانے کے لئے سنت (۱) سنت (۲) سنت (۳) سنت (۴) تو ان سے کہنا بھئی چار سنت تم نے سکھائی ہے نا اور مسجد سے تمہیں نکالنا یہ بھی سنت (۵) ہے۔ ایک سنت تم ہم سے بھی سیکھ لو۔ تمہاری سنت کا ہم خیال رکھیں گے اور ہماری سنت کا تم خیال رکھنا اور اب آئندہ مت آنا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

چشمِ اعمیٰ میں خورشید دیجور ہے ∴ دیدۂ صاحب دید میں نور ہے

آنکھ والوں سے اے بے بصر پوچھ لے ∴ میری سرکار نورٌ علیٰ نور ہے

کھڑے ہو جایئے بارگاہِ رسالت میں، صلوٰۃ وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش فرمایئے۔
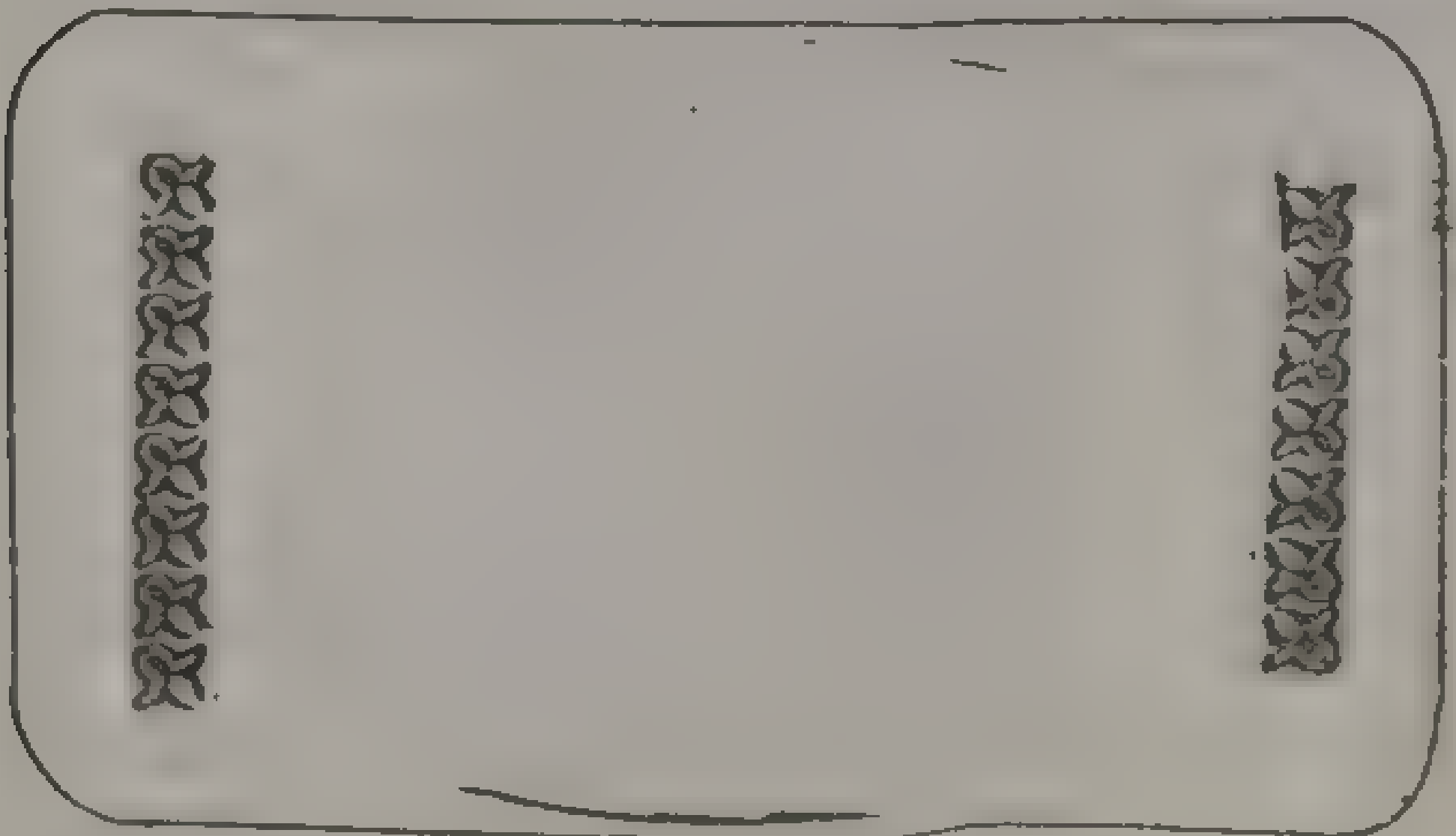
خطبہ (۲)

عظمتِ مصطفٰے

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر ❊ نفس گم کردہ می آید جنید بایزید ایں جا

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ❊ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ظہور نور یزدانی، نمود شانِ ربانی ❊ خدا کا دوسرا کوئی نہ کوئی آپ کا ثانی

ہمارے دین کی حقانیت کے دو نو شاہد ہیں ❊ معین الدین اجمیری، محی الدین جیلانی

درود پاک تین بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

سیرت کی تعریف

میں نے جس آیتِ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا ترجمہ عرض کرنے سے پہلے اور اس کے متعلق اپنے معروضات وخیالات کو پیش کرنے سے پہلے ایک اہم بات کی طرف آپکی توجہ لے جانا چاہتا ہوں۔ ابھی حضرت مولانا محمد بشیر صاحب نے اسکی طرف ایک اشارہ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو مفصل طور پر آپ سمجھ لیں یہ سیرت النبی کیا ہے؟ جگہ جگہ بڑے بڑے اشتہار، بڑے بڑے پوسٹر ملتے ہیں "جلسہ سیرت النبی" تو آخر یہ سیرت النبی کیا چیز ہے؟ سیرت النبی کون بیان کرتا ہے؟ کس چیز کو ہم نبی کی سیرت کہیں گے؟ دیکھئے ایک ہے لفظ سیرت۔ اس کے معنی جا کر آپ لغت میں دیکھیں گے تو یہ ملے گا، جس پر کوئی چلے۔ سیرت سیر سے بنی۔ سیر کہتے ہیں چلنے کو۔ جو جس کی روش

وہ اس کی سیرت۔ ایک ہے انسانوں کی سیرت اور ایک ہے جانوروں کی سیرت، مگر یہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ یہ جانوروں کی سیرت ہے اور یہ انسان کی سیرت ہے یہ جانوروں کی روش ہے۔ یہ انسان کی روش ہے۔ یہ جانور کا طریقہ ہے۔ یہ انسان کا طریقہ ہے؟ کسی روش کے متعلق آپ اسی وقت یہ کہیں گے کہ یہ جانور کی روش نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کی روش ہے، جب کہ آپ اس روش میں ایسی بات پائیں جو جانوروں میں نہ ہو۔

انسان اور جانور میں فرق

غور فرمایئے کہ یہ انسان بھی خود ایک حیوان ہے بہت ساری باتیں حیوانوں کی اس کے اندر ہیں۔ جانور چلتے ہیں، آپ بھی چلتے ہیں۔ اگر آپ کھانے پینے کی خواہش رکھتے ہیں تو جانوروں کا بھی یہی فطری تقاضا ہے۔ غور و فکر کرنے کے بعد آپ اس منزل پر پہنچیں گے کہ انسان اور حیوان میں صرف ایک درجے کا فرق ہے۔ دونوں جوہر۔ دونوں جسم۔ دونوں نامی۔ دونوں حساس۔ دونوں متحرک دونوں کے اندر تکلیف اور آسائش کا احساس۔ ہاں ایک ایسی چیز انسان کے پاس ہے جو جانوروں کے پاس نہیں ہے، جس کی وجہ سے انسان کو حیوانِ ناطق کہا گیا ہے یعنی اسکے اندر نطق باطنی یعنی عقل ہے اور نطق ظاہری یعنی گویائی ہے لہٰذا یہ انسان اور جانوروں سے ممتاز ہے اب ہم کو سمجھنا یہ ہے کہ انسان کی سیرت کیا ہے اور جانور کی سیرت کیا ہے اگر ہم یہ کہیں اور کسی انسان کی یہ تعریف کریں، وہ چلتا ہے، پھرتا ہے اٹھتا ہے، وہ بیٹھتا ہے تو یہ انسان کی تعریف نہیں ہوئی۔ یہ تو حیوان کی تعریف ہوئی، اس لئے کہ حیوان بھی چلتا ہے یہ تم نے جس صفت کو لیا ہے یہ انسان کی کوئی مخصوص صفت نہیں ہے اگر تمہیں انسان کی تعریف کرنی ہے تو ایسی بات کہو کہ جانور انسان کے دوش بدوش نہ آسکے۔ اگر تم انسان کی تعریف کرنا چاہو اور کہو کہ انسان کھاتا ہے جانور کہے گا میں بھی کھاتا ہوں کیا خاص بات پیدا ہوئی انسان میں انسان چلتا پھرتا ہے میں بھی چلتا پھرتا ہوں۔ انسان کے اندر قوتِ احساس ہے، میرے اندر بھی قوتِ احساس ہے تو کیا خاص بات ہوئی انسان میں۔ کیوں انسان اپنے آپ کو اشرف کہہ رہا ہے؟ کیوں انسان اپنے آپ کو اکرم کہہ رہا ہے؟ کیوں اپنے آپ

کو افضل قرار دے رہا ہے؟ کون سی خاص بات ہے تو اب جب ہم جانوروں کے مقابلے میں
انسان کی سیرت بیان کریں گے تو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ چلتا ہے، یہ پھرتا ہے۔ یہ کھاتا ہے
یہ اٹھتا ہے، یہ بیٹھتا ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ یہ سمجھدار ہے یہ عقل والا ہے، یہ بوجھ والا ہے
یہ تمہارے اندر نہیں ہے۔ تو یہ ہوئی انسان کی سیرت۔

مومن و کافر کی سیرت

انسانوں میں بھی بہت فرق ہے ایک ہے کافر کی
سیرت۔ ایک ہے مومن کی سیرت اور مومن میں
بھی بڑا فرق ہے۔ ایک ہے بچے کی سیرت۔ ایک ہے جوان کی سیرت ایک ہے بوڑھے
کی سیرت اور ایک ہے نوجوان کی سیرت۔ کیا مطلب؟ مثال کے طور پر ہم نے اگر آپ سے
کہا کہ ہم نے ایک انسان کو دیکھا کہ بڑے ناسمجھی کے عالم میں انگارے کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا
آپ سمجھ لیں گے، یہ کسی بچے کی سیرت ہوگی۔ اگر ہم نے یہ کہا کہ ہم نے ایک انسان کو دیکھا جو اپنے
سامنے والے کو چیلنج کر رہا تھا اور کشتی لڑنے کیلئے تیار تھا۔ ہم سمجھ لیں گے یہ کسی پہلوان کی
سیرت ہے۔ ہم جسطرح کی خوبی بیان کریں گے، اسی خوبی کی روشنی میں آپ یہ سمجھیں گے کہ
یہ کس کی سیرت ہے یوں ہی ہم اگر کسی ایسی بات کریں جو کسی کے شرک کو ظاہر کرے تو آپ
کہیں گے یہ کسی کافر و مشرک کی سیرت ہوگی الغرض اگر تم مومن کی سیرت بیان کرنا چاہو تو
وہ سیرت مومن کی سیرت نہیں بن سکتی جس میں دوسرے غیر مومن انسان بھی اس کے شریک
ہوں۔ وہ بنے گی تو انسان کی سیرت بنے گی وہ بنے گی تو جوان کی سیرت بنے گی وہ بنے گی
تو آدمی کی سیرت بنے گی۔ مومن کی سیرت وہی ہوگی جو اس کے ایمان کو ظاہر کر دے۔

مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں سنو جی! آؤ میں تمہیں مومن کی سیرت سناؤں۔ مومن وہ
ہے جو سوتا ہے۔ مومن وہ ہے جو کھاتا ہے، مومن وہ ہے جو چلتا پھرتا ہے مومن وہ ہے جو یہ کام
کرتا ہے مومن وہ ہے جو بازاروں میں ٹہلتا ہے۔ تو آپ کہیں گے کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے
یہ تو انسان کی سیرت ہے، مومن کی نہیں ہے۔ اس میں مومن کیلئے تم نے کون سی خاص بات

نکال دی ہے ذرا غور تو کرو بات سمجھ میں آگئی مومن کی سیرت اور ہے اور ایسے ہی دوستو بڑھتے چلے جاؤ۔ بڑھتے چلے جاؤ۔ مومن کے اوپر ایک درجہ شہید کا ہے شہید کے اوپر درجہ صدیق کا ہے۔ صدیق کے اوپر درجہ نبی کا ہے نبی کے اوپر درجہ رسول کا ہے۔ رسول کے اوپر درجہ اولوالعزم رسول کا ہے اور اولوالعزم رسول کے اوپر درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا اور میں بہت حیران رہتا ہوں کہ یہ انسان کتنا بے انصاف ہے جانوروں میں اور اسمیں صرف ایک درجے کا فرق ہے یہ ناطق ہے، وہ ناطق نہیں ہے، ورنہ تمام درجوں میں یہ انسان جانوروں کی طرح ہے مگر کیا ہو گیا ہے کہ یہ انسان صرف ایک درجے کا فرق رکھنے کے باوجود کبھی اپنے کو جانور کی طرح نہیں کہتا ہے اور وہ نبی جو ہزاروں درجے کا فرق رکھ رہا ہے، اس کو اپنی طرح کہتا ہے۔

جلسہ سیرت النبی کیا ہے؟

کیا اسی کا نام عقل ہے؟ کیا اسی کا نام دانائی ہے کیا اسی کو فراست کہیں گے؟ کیا اسی کو شعور کہیں گے۔ تو سنو! اچھی طرح سنو! اب میرے رسول کی یہ جو سیرت بیان کرے کہ رسول اٹھتے تھے، رسول چلتے تھے، رسول سوتے تھے۔ رسول نے فلاں کا بوجھ اٹھا دیا۔ رسول نے فلاں کا کام کر دیا۔ رسول نے یہ کیا تو سمجھ لینا یہ رسول کی سیرت نہیں بیان کر رہا ہے نبی کی سیرت نہیں بیان کر رہا ہے، وہ تو انسان کی سیرت بیان کر رہا ہے اس لیے کہ جو نبی ہے وہ ولی بھی ہے، صدیق بھی ہے، شہید بھی ہے، مومن بھی ہے، انسان بھی ہے تو جب تمام اوصاف ہیں تو اس کے ہر چیز کی سیرت الگ الگ ہے۔ مثلاً محمد عربی بحیثیتِ انسان ان کی سیرت اور ہے۔ محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحیثیتِ مومن ان کی سیرت اور ہے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بحیثیت ولی ان کی سیرت اور ہے محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحیثیتِ صدیق ان کی سیرت اور ہے۔ محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحیثیت نبی ان کی سیرت اور ہے محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بحیثیتِ رسول ان کی سیرت اور ہے محمد عربی (صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم، بحیثیت صاحب شفاعتِ کبریٰ ان کی سیرت اور ہے۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں
کہ اگر تم صرف وہ باتیں بیان کرو گے جو اور انسانوں میں پائی جائیں گی تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم انسان
کی سیرت بیان کر رہے ہو۔ نبی کی سیرت نہیں بیان کر رہے ہو، جو تعجب کی بات ہے
اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ سیرت النبی کا جلسہ ہے اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ سیرت الرسول کا جلسہ
ہے اور بات کی جاتی ہے، تو انسان کی بات کی جاتی ہے۔ بات کی جاتی ہے تو بشر
کی بات کی جاتی ہے تو پھر یہی اعلان کر دو یہ جلسۂ سیرت الانسان ہے۔

اگر تم نبی کی سیرت اور رسول کی سیرت بیان کرنا چاہتے ہو تو ایسی بات کہو جو اس
نبی میں ہو دوسرے میں نہ ہو۔ تب تو وہ نبی کی سیرت ہو گی اور اگر دوسرے میں ہو گئی تو
نبی کیلئے مخصوص بات کیا رہی۔ الغرض نبی کی سیرت وہی ہے جو نبی میں رہے غیر نبی میں نہ رہے
تو اب ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ اس طرح سیرت النبی ہمارا ہی اسٹیج بیان کرتا ہے۔ دوسرے
تو اس طرح کی سیرت جانتے بھی نہیں، یا علم رکھ کر چھپاتے ہیں۔

ذرا سا غور کرو تو کر و میرے نبی کے ایک ایک عمل میں کتنی حکمتیں اور کتنی دانائی
ہے یہ سمجھنے کی بات ہے۔ دیکھو ابھی حضرت مولانا نے ایک واقعہ بتایا۔ رسول کو ایک کپڑے
کو دھوتا ہوا دکھا یا نا۔ یہ بتاؤ یہ کپڑا دوسرا بھی تو دھو سکتا ہے مگر کیا بات ہے جب کافر
آکر دیکھتا ہے تو اس دھونے کو وہ دلیل نبوت سمجھتا ہے وہ یہ بھی تو سوچ سکتا تھا کہ
کوئی با اخلاق انسان بھی ایسا کر سکتا ہے۔ ایک شریف انسان سے بھی تو ایسا ممکن ہے اس عمل
کو دیکھ کر کلمہ پڑھنے کی تحریک کیوں پیدا ہوئی؟ کیا اس عمل کو دیکھ کر کے کافر کا کلمہ پڑھنا یہ نہیں
بتا رہا ہے کہ اے لوگو تمہارا عمل اور ہے، اور نبی کا عمل اور ہے۔

نبی کا عمل وہ ہے کہ اگر یہ سو جائیں تو معجزہ۔ جاگیں تو معجزہ۔ چلیں تو معجزہ، بیٹھیں تو معجزہ
اور اسی ضرورت کو محسوس کرانا تھا میرے رسول کو کہ بیٹھتے تو کہتے تھے میں بندوں کیطرح بیٹھتا ہوں
کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ میں بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ میں نے عالم خیال میں پوچھا

اے اللہ کے رسول یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں بندوں کی طرح کھاتا ہوں، میں بندوں کی طرح چلتا ہوں۔ میں بندوں کی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ تو جواب ملے گا ارے نادان تو نہیں جانتا میرا اٹھنا بیٹھنا دلیلِ نبوت ہے۔ میرا اٹھنا بیٹھنا معجزہ ہے۔ میرا اٹھنا بیٹھنا کمال ہے اسی لئے میں اپنی عبدیت کی رٹ لگا رہا ہوں کہ کہیں یہ بندے مجھے عبد سے ابنہ، نہ کہہ دیں۔

آپ نے سمجھ لیا کہ سیرت النبی کیا ہے؟ لہٰذا سیرت النبی کا جلسہ اسے کہیں گے، جس میں نبی کے وہ اوصاف بیان کئے جائیں جو بحیثیت نبی ہوں اور اگر بحیثیت نبی والے اوصاف آپ نہیں بیان کر رہے ہیں، تو پھر یہ کیوں دھوکہ دے رہے ہیں کہ ہم سیرت النبی کا جلسہ کر رہے ہیں قوم کو کیوں فریب دے رہے ہیں۔ یقین جانو کہ سیرت النبی کا جلسہ کرنا ہم سنیوں کا مقدر بن چکا ہے۔ یہ کرم سرکار کا ہم سنیوں کے اوپر ہے کہ اپنی سیرت وہ ہم سے کہلواتے ہیں یہ نہ سمجھیں گے اور نہ کہہ پائیں گے۔

بارگاہِ نبوت کی عظمت

اب دوستو! میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ آؤ دیکھو نبی کا مقام کیا ہے۔ نبی کی سیرت کیا ہے نبی کی عظمت کیا ہے۔ بہت سُنا ہوگا تاریخ کو پڑھنے والوں نے تاریخوں کو پڑھا ہے نہ جانے کتنے سلطان آئے چلے گئے نہ جانے کتنے حاکم ہیں جو اس وقت موجود ہیں، کتنے پیدا ہوں گے۔ تاریخیں کروٹیں بدلتی رہیں گی۔ تاریخیں اپنے آپ کو دہراتی رہیں گی یہ سارا سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا۔ مگر دوستو! اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جو سلطان آیا، جو بادشاہ آیا جو شہنشاہ آیا، اس نے اپنے دربار کو خود ہی سجایا۔ اپنے دربار کے آداب اس نے خود بیان کئے اپنے دربار میں آنے والوں کیلئے قوانین اور ضابطوں کی فہرست خود مرتب کی کہ اے لوگو! میرے دربار میں آنا تو ایسے آنا بات کرنا تو ایسے کرنا، بیٹھنا تو ایسے بیٹھنا، بولنا تو ایسے بولنا اور اپنے حاکموں کے اوپر لازم قرار دیا کہ میرے دربار میں آنے والوں کیلئے ان آداب کا پابند بناتے رہیں اور پھر دیکھا یہ جاتا ہے کہ

وہ قانون بنانے والا جب چلا گیا تو اس کے دربار کے آداب بھی چلے گئے، قانون بھی چلا گیا، ضابطہ بھی چلا گیا۔ اب دوسرا آیا ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت ـــــ دوسرے نے دوسری عمارت بنائی۔ اب ہمارے یہاں کے آداب یہ ہیں۔ اب ہمارے یہاں کا ضابطہ یہ ہے اب ہمارے یہاں کا قانون یہ ہے۔ تو اس طرح ادب کا قانون بنانے والا بھی گیا اور اس وقت کے ادب کے قوانین بھی چلے گئے۔ الغرض جب بادشاہ اپنا قانون خود بناتا ہے، تو جب وہ جاتا ہے، تو اس کا قانون بھی چلا جاتا ہے اور پھر کوئی اس کے بنائے ہوئے قوانین کا پُرسانِ حال نہیں ہوتا ایک بات اور بھی قابلِ غور ہے کہ انسانی بادشاہ اور انسانی حکمران جب کوئی قانون بناتا ہے تو اس کا قانون صرف انسانوں پر چلتا ہے۔ آج تک تم نے نہ سنا ہوگا کہ کسی انسانی حکومت کا قانون جنّوں پر چلا ہو، کسی حکومت کا قانون دریاؤں پر چلا ہو، کسی حکومت کا قانون پہاڑوں پر چلا ہو۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ انسان جب قانون بناتا ہے تو اپنے جیسے انسانوں ہی پر چلاتا ہے۔ اب آؤ میں تمہیں ایک ایسا دربار دکھاؤں، جو بہت بڑا اور بہت پیارا دربار ہے۔ اسی دھرتی کے اوپر، اسی آسمان کے نیچے، اسی آکاش کے تلے۔ نہایت ہی عجیب دربار ہے کہ دربار کسی کا ہے، قانون کوئی بنا رہا ہے۔ یہاں آؤ تو ایسے آؤ، بولو تو ایسے بولو، بیٹھو تو ایسے بیٹھو۔ میں اس اجمال میں کوئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ دربار ہے مصطفٰے کا، قانون ہے کبریا کا۔

اے محبوب! اپنی بارگاہ کے قوانین تم نہ بناؤ، ضابطے تم نہ بناؤ، یہاں کے لئے اصول تم نہ بناؤ۔ یہ تو میں نے اپنے ذمہ کرم میں رکھا ہے، ورنہ معاملہ کچھ اور ہوگا، اس لیے کہ اے میرے محبوب! قانون تو تو بھی بنا سکتا ہے۔ قانون سازی کا تجھے اختیار دیا گیا ہے اور اپنی بارگاہ کے آداب تو متعین کر سکتا ہے، مگر اے محبوب! اگر تو بنائے گا، تو پھر وہ چیز حدیث بن کر لوگوں تک پہنچے گی اور جب اس پر صدیاں گزر جائیں گی تو راویوں کا ایسا اختلاف ہوگا، کچھ معاملہ ایسا چلے گا، بعد کے ضعیف الاعتقاد بے ادب یہ کہیں گے، ہم اس ادب کے قانون کو نہیں مانتے۔ یہ تو ضعیف ہے، کمزور ہے اس کا راوی ایسا ہے، اس کا راوی ویسا ہے تو ادب کرنا نہ چاہیں گے،

توتیری حدیثوں سے الجھیں گے۔ تو اے محبوب! خاموش رہ۔ میں جبرئیل کو بھیجوں گا تاکہ حدیث نہ رہے قرآن ہو جائے۔

اے محبوب! ایک دوسری بات اور بھی ہے، وہ یہ کہ تو انسان، تیرے اندر انسانی خواص انسان کی ہدایت کیلئے انسان ہی جائے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے بنائے ہوئے قانون پر یہ لوگ شک کی نظر کریں۔ انسانوں کا قانون یہ ہے وہ تو انسان ہی پر چلے گا۔ انسان کا قانون جو ہے وہ تو آدمیوں ہی پر چلے گا۔ بشر ہی پر چلے گا تو اے محبوب! تو خاموش رہ۔ اس معاملے میں تجھے پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ خالق کا قانون ہے ہر مخلوق پر چلے گا۔ اب تیری بارگاہ کا ادب صرف انسانوں کیلئے ضروری نہیں رہ گیا۔ ملائکہ کیلئے بھی ضروری، جنوں کیلئے بھی ضروری پتھروں کیلئے بھی ضروری، درختوں کے لیے بھی ضروری، جانوروں کیلئے بھی ضروری، دریا کے قطروں کیلئے بھی ضروری آسمان کے ستاروں کیلئے بھی ضروری اور زمین کے ذرّوں کے لیئے بھی ضروری ہے، اس لیئے کہ یہ خالق کا قانون ہے۔

سوچا جا سکتا ہے کہ اچھا تو کب تک یہ پابند۔ جب تک رسول نگاہوں کے سامنے رہیں گے تب تک پابند جب تک سرکار دیکھتے رہیں گے تب تک پابند جواب یہ ہے جب حیّ وقیّوم کا قانون ہے، تو اس کو کیسے کوئی مٹا سکتا ہے حیّ قیوم کا بنایا ہوا قانون ہے۔ زمانے کی دستبرد سے یہ ہمیشہ پاک رہے گا اور جب یہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے تو نہ خدا کو زوال ہے نہ اس کے قانون کو زوال۔

تو بس آج میرا جی یہی چاہتا ہے کہ خدائی قانون ہو اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار ہو اور وہاں کے آداب ہوں اور آج میں بہت احتیاط سے بات کروں گا احتیاط اس لئے کروں گا کہ قرآن کریم کی آیت کے سوا کوئی چیز نہ کہوں، ورنہ ضعیف الاعتقاد انسان ادب کرنا نہیں چاہتا تو کہتا ہے یہ ضعیف ہے، وہ ضعیف ہے میں سمجھ گیا کہ تو خود ہی ضعیف الاعتقاد ہے۔

اب قرآن کریم کی چند آیتیں مختلف مقامات سے آپکے سامنے عرض کروں گا کہ دیکھو کیسے کیسے آداب بارگاہِ مصطفیٰ کے بتائے گئے ہیں اور اس کے بعد میں صرف آداب ہی کا ذکر نہیں کروں گا ادب کرنے والوں کو کیا دیا گیا وہ بھی عرض کردوں گا بے ادبوں کے ساتھ کیا سلوک رب تبارک وتعالیٰ نے کیا، اس کا بھی ذکر ہوگا ارے بھائی قانون اگر ہم بنائیں، تو جو قانون کی خلاف ورزی کرے گا، اس کی سزا تو ہمیں دیں گے نا اور جو قانون پر چلے گا، اس کو انعام بھی ہم دیں گے۔ تو قانون تو خدا نے بنایا ہے نا، تو جو خلاف ورزی کرے گا، اسے سزا خدا دے گا اور جو اس کی خلاف ورزی نہ کرے گا اسے انعام خدا دے گا ادب والوں پر خدائی عنایات اور بے ادبوں پر خدائی عتاب دیکھ کر آپ بآسانی خود ہی فیصلہ کرلیں گے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

صرف اہل ایمان کیوں؟

اب میں ایک ایک آیت تلاوت کروں گا اور تھوڑی تھوڑی ہر آیت کی شرح بھی کرتا جاؤں گا۔ تفسیر بھی عرض کرتا جاؤں گا تاکہ مفہوم کی مکمل وضاحت ہو جائے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اے وہ لوگ جو ایمان لاچکے، ان سے خطاب ہے یَاأَيُّهَا النَّاس فرما کر سارے انسانوں کو نہیں پکارا۔ اے ایمان والو! تم سے کہا جارہا ہے۔ کیا بات ہے۔ یہ ایمان والوں سے خطاب کیوں ہے؟ سارے انسانوں سے کیوں خطاب نہیں؟ کیا سوچی! یہ رسول کی بارگاہ کے ادب کی بات ہے نا۔ تو ایمان والا ہی تو ادب کرے گا تو اور لوگوں سے ابھی ادب کی بات مت کرو۔ ابھی ان سے ایمان کی بات کرو۔ تم ایمان لاؤ، تب ادب کا سبق سیکھو!

لہٰذا جو لوگ بے ادب ہیں، ان کی طرف تخاطب بھی نہیں وہ ابھی اس خطاب سے نیچے ہوئے ہیں۔ ان سے تو یہی خطاب ہے کہ تم پہلے ایمان لے آؤ۔ جب تم مومن ہو جاؤ گے پھر ادب کا حکم دیا جائیگا۔ دیکھو روزہ فرض، نماز فرض، حج فرض، زکوٰۃ فرض، مگر کافر سے

یہ نہیں کہا تھا رسول نے اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ۔ کسی کافر سے نہیں کہا تھا وَاٰتُوا الزَّکوٰۃَ۔ کسی کافر سے نہیں کہا تھا۔ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ۔ کافر سے بس اتنا ہی کہا گیا تھا۔ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ فلاح پا جاؤ گے اور جب اس نے کہہ لیا تو اب سب کہا جا رہا ہے، اسی لئے ہم بے ادب سے نہیں کہتے ادب کرو۔ بے ادبوں سے کبھی مت کہنا کہ رسول کا ادب کرو، ان سے کہنا تو یہ کہنا، پہلے ایمان لاؤ پھر ادب سیکھو اور ادب کرو۔

تو اے ایمان لانے والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو وہاں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو یعنی اللہ اور رسول کے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تمہاری ہر حرکتوں کو دیکھتا ہے، تمہاری ہر ہر بات کو سننے والا ہے یہ معاملہ کیا ہے؟ معاملہ یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی قربانی نہیں فرمائی تھی کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے حضور کی قربانی سے پہلے ہی قربانی کر لی اور کچھ صحابہ نے ایسا کیا کہ رمضان شریف کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا اور حضور نے ابھی روزہ شروع نہیں فرمایا تھا لیکن انہوں نے روزہ پہلے ہی سے شروع کر دیا۔ دیکھو یہ کسی برائی کے راستے پر نہیں گئے تھے روزہ ہے تو اچھی چیز کوئی پہلے ہی سے رکھے تو کیا حرج ہے؟ قربانی تو کرنی ہی ہے کوئی پہلے ہی کر لے تو کیا حرج ہے؟ یہ ایسی غلط روی کی تو بات نہیں تھی مگر رب کو یہ منظور نہیں ہوا اور فرما دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابھی میرے محبوب نے روزہ شروع نہیں کیا، تو نے پہلے کیسے روزہ رکھ لیا۔ ابھی میرے محبوب نے قربانی نہیں کی تو تو نے پہلے کیسے کر لی مطلب یہ ہے ارے نادان! کسی اور بات میں ہم تجھے کیا بڑھنے دیں گے عبادت میں بھی نہ بڑھنے دیں گے، تو کسی اور بات میں کیا سبقت لے جائے گا اگر تو میرے رسول سے پہلے روزہ رکھے گا تو تیرا روزہ بیکار جائے گا اگر میرے رسول سے پہلے تو نے قربانی کر دی تو یہ قربانی مقبول نہیں ہوگی اللہ اور اللہ کے رسول پر سبقت مت کرو مگر میں سوچنے لگا کہ یہ رسول پر سبقت کی تھی اللہ تعالیٰ پر کہاں سبقت کی تھی سبقت تو کی تھی رسول پر نا رسول نے روزہ ابھی شروع نہیں

کیا انہوں نے شروع کر دیا۔ سبقت ہوئی کہ نہیں۔ رسول نے ابھی قربانی نہیں فرمائی انہوں نے کر
دی، سبقت ہوئی کہ نہیں۔ مگر ایسا تو نہیں ہوا کہ خدانخواستہ کہ خدا نے تو ابھی قربانی نہیں کی تو
نے کیسے کر دی؟ خدا نے تو ابھی روزہ ہی نہیں رکھا پہلے سے آپ نے کیسے شروع کر دیا؟ تو خدا
کے ذکر کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہاں پر رسول سے سبقت کی بات کی تھی۔ مگر خدا
نے کیا سوچی! رسول سے جو سبقت کر رہا ہے گویا وہ خدا سے سبقت کر رہا ہے رسول سے
جو بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو گویا اپنے آپ کو وہ خدا سے بھی بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے تو
اے ایمان والو! ایسی بے ادبی نہ کرو، یہ ادب کے خلاف بات ہے کہ جس کام میں رسول ہاتھ نہ لگائیں
اس میں تم خود سے ہاتھ لگا دو۔ نادانو! یہ کب کہا ہے کہ میرے برابر چلو؟ رسول نے یہ کب کہا
کہ میرے آگے آگے چلو! رسول نے تو یہی کہا ہے فَاتَّبِعُونِی میرے پیچھے پیچھے آؤ تو میرے پیچھے
پیچھے آنیوالا پہلے کام نہیں کیا کرتا۔ اسی لئے علماء نے ایک ادب کا طریقہ بتایا ہے کہ علمائے
ملتِ اسلامیہ اور ایسے ہی بزرگانِ ملتِ اسلامیہ یہ سب وارث النبی ہیں یہ نبی کے نائب ہیں
تو اب جب یہ راستے میں چلیں تو پیچھے رہنا ہی چاہیے یعنی چلنے میں بھی سبقت نہ کرے
سرکار مدینہ اگر زمین پہ چل رہے ہوں تو چلنے میں بھی سبقت نہ کرو۔

بارگاہِ صدیق میں

مگر دوستو! اس قانون کو لے کر بارگاہِ صدیق میں پہنچا کہ
اے سیدنا صدیق اکبر وہ شبِ ہجرت کی آپ کی پیاری ادا
ہمیں یاد آئی۔ کبھی آپ دائیں ہیں کبھی آپ بائیں ہیں کبھی آپ آگے ہیں، کبھی آپ پیچھے
ہیں تو حضور والا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ یہ آگے آگے آپ کیوں چل رہے
ہیں اللہ کے رسول سے سبقت مت کیجئے۔ زمین میں بھی چلنے میں سبقت مت کیجئے۔ لَا
تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ تو جواب ملے گا نادان تو نہیں جانتا میں آگے جو بڑھ رہا ہوں
وہ سبقت کرنے کیلئے نہیں بڑھ رہا ہوں یہ بھی میری غلامی کی ایک ادا ہے کہ جب مجھے یہ خیال
آتا ہے کہ کہیں کوئی دائیں سے تیر نہ پھینک دے تو میں داہنے آجاتا ہوں جب مجھے خیال آتا ہے

کہ کہیں کوئی پیچھے سے تیر نہ لگا دے تو میں پیچھے آجاتا ہوں جب خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی
بائیں سے تیر نہ پھینک دے تو میں بائیں آجاتا ہوں جب خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی آگے سے تیر
نہ پھینک دے تو میں آگے آجاتا ہوں میں آگے نہیں چل رہا ہوں میں تو اپنی شمع کے
گرد رقص کر رہا ہوں۔

کیا رسول بھائی ہیں؟

ایک تو ہے برابری کیلئے آگے بڑھنا اور اس کے لئے
کوشش کرنا، برابری کیلئے آگے بڑھنے کے لئے
بڑا پروگرام بنایا جاتا ہے ایک صاحب نے پروگرام بنایا کہ اب کیا ترکیب کی جائے کہ رسول
کو اپنے برابر کیا جائے، تو انہوں نے قوم سے یہ بات منوانے کی کوشش کی سوچی: نبی انسان
ہے۔ ہے کوئی ایسا جو نبی کو انسان نہ مانے۔ یہ تو ہمارا بھی عقیدہ ہے نا۔ جو کہے نبی انسان
نہیں وہ کافر ہے۔ اتنا منوالیا اور کہا سوچی: ہم بھی تو انسان ہیں نا۔ ارے بھائی کون تم کو
جانور کہے گا ٹھیک کہتے ہو تم انسان ہی ہو۔ دیکھئے دیکھئے دھیرے دھیرے بات چل رہی ہے
پھر آگے چل کر بول پڑے اور سوچی: یہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، دیکھئے کتنی
شائستگی کے ساتھ اور کتنے اچھے انداز سے فرما گئے ہیں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی
ہیں اور اس خیال کو مزید قوت پہنچانے کیلئے بول پڑے کہ نفس انسانیت کے لحاظ سے تو
دیکھو کیا میں نے بری بات کہی ہے اب بات اور آگے بڑھ رہی ہے کہ جب سارے انسان
بھائی بھائی ہیں نا اور ہم بھی انسان اور نبی بھی انسان یہ کہہ کر اب پکڑ لیا انہوں نے ہاتھ میں آپ
کا دامن غور کیجئے پہلے کی بات منوائی؛ تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ یہ آپ نے مان لیا۔ دوسری
بات یہ منوائی ہم انسان ہیں، یہ مان لیا اور تیسری بات یہ منوائی کہ نبی بھی انسان ہیں یہ بھی آپ
نے مان لیا اور جب آپ نے تینوں کو مان لیا تو اب تو نتیجہ ماننا ہی پڑے گا کہ نبی ہمارے بھائی
ہیں۔ مگر قرآن کریم بھی کیا پیاری بات کہتا ہے۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا
يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ یہ آنا پڑا اس لئے بیل دیتے ہیں کہ یہ خدا کو اور مومنین کو فریب دینا۔

چاہتے ہیں مگر سنو جی! یہ خود اپنے کو دھوکہ دے رہے ہیں یہ نہ خدا کو فریب دے سکتے ہیں نہ مومنین کو فریب دے سکتے ہیں۔ یہ خود دھوکے میں ہیں، فریب میں ہیں۔

اپنے قانون کی تلوار کی زد میں

کیسے فریب میں ہیں، دھوکہ کیسے کھا گئے آؤ غور کرو، چلو جی ہم تو یہ نہیں مانتے۔

تمام انسان آپسمیں بھائی بھائی ہیں تم تو جانتے ہو تو یہ قانون آپ کا رہا ہے نا قانون آپ کا۔ قانون آپ نے کس لئے بنایا تھا تاکہ نبی کو اپنا بھائی کہہ سکیں، مگر قانون بہت خطرناک چیز ہوتی ہے۔ قانون کی تلوار جس کی گردن پر رکھو چل جائے گی قانون اپنے پرائے کو نہیں دیکھتا۔ ایسا قانون مت بناؤ جو تمہارے لئے خطرے کا سبب بن جائے چلو یہ قانون تمہاری کتاب کا لکھا ہوا قانون ہے کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ چلو مان لو تھوڑی دیر کیلئے مگر ایک بات بتاؤ کہ یہ تو تمہارا بنایا ہوا قانون ہے۔ میرا تو قانون نہیں ہے نا تو میں مانوں یا نہ مانوں تمہیں تو ماننا ہی پڑے گا اب میں ایک سوال کروں گا اس مقام پر کہ ٹھیک ہے تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں تمہارے اصول پر۔ تو یہ فرعون کون تھا؟ یہ نمرود کون تھا۔ یہ شداد ہامان کون تھے؟ یہ ابوجہل اور ابولہب کون تھے؟ اور یہ عتبہ و شیبہ کون تھے۔ یہ جن ہیں؟ نہیں۔ یہ انسان ہیں؟ ہاں! یہ فرشتے بھی تو نہیں ہیں نا؟ اینٹ پتھر بھی تو نہیں ہیں۔ تو جناب والا یہ سب انسان ہیں اور اے قانون بنانے والے مولوی صاحب آپ بھی تو انسان ہی ہیں نا اب تو یہ طے ہے کہ مولوی صاحبان بھی انسان، قانون بنانیوالے کا پورا طبقہ اور ان کی برادری بھی انسان۔ یہ ابوجہل اور ابولہب۔ عتبہ اور شیبہ۔ ولید بن مغیرہ، فرعون نمرود یہ بھی انسان۔ اب اپنا قانون لے آؤ۔ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں ارے تو نے کتنا غضب کیا کہ جس قانون سے تو نے رسول کو اپنا بھائی بنانا چاہا، اسی قانون سے تو فرعون و نمرود کا بھائی بن گیا اسی قانون سے تو ابوجہل و ابولہب کا بھائی بن گیا تو یہ لوگ دھوکہ دینا چاہتے ہیں مومنین کو، مگر خود دھوکہ کھا گئے۔

ایسی بیوقوفی کی بات ہی کیوں کرتے ہو؟ ایسا قانون ہی کیوں بناتے ہو؟ قانون کی تلوار تو اپنے پرائے کو نہیں دیکھتی جو بنائے گا، اس پر بھی چل جائے گی۔ مثال کے طور پر چوری کے خلاف قانون آپ بناؤ اور خود ہی چوری کرو تو سزا پاؤ گے کہ نہیں وہ تو بات ہی ایسی ہے

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

اللہ اور رسول پر سبقت کرنے کی جرأت مت کرنا دوستو میں تمہیں دکھے دل کی آواز سناتا ہوں۔ میں اپنے درد کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچاتا ہوں یہ کیسے کلمہ پڑھنے والے ہیں یہ کیسے رسول کے ماننے والے ہیں کیا یہ ادب کا قانون ان کی نظر میں نہ آیا جس رسول پر ہم اگر زمین پر سبقت کر کے چلیں تو معیوب ہو جائے۔ عبادت میں سبقت کریں تو معیوب ہو جائے رسول سے پہلے روزہ رکھ لیں تو معیوب ہو جائے رسول سے پہلے قربانی کر لیں تو معیوب ہو جائے اور تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ نبی امتی سے صرف علوم میں ممتاز ہو جاتے ہیں۔ رہ گیا عمل تو بسا اوقات بظاہر امتی بھی نبی کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ بڑھ بھی جاتا ہے۔ امتی اپنے نبی سے عمل میں بڑھ جاتا ہے، یہ کہتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی میں سمجھ گیا، کیوں کہا؛ بڑے ریاضی داں معلوم ہوتے ہیں حساب و کتاب لگایا ہوگا حساب یہ لگایا ہوگا کہ نبی کی عمر ترسٹھ سال کی اور ہم پچھتر سال کے۔ لہذا نبی نے صرف ترسٹھ سال نماز پڑھی اور ہم نے پچھتر سال نماز پڑھی۔ نبی نے صرف ترسٹھ سال روزہ رکھا، ہم نے پچھتر سال رکھا۔ تو ہم بڑھ گئے نا۔ ایک دو تین گنتی میں تمام ہیں۔ مگر میں کبھی کبھی پوچھتا ہوں ان سے۔ تم اپنے پچھتر سال کی نہیں۔ بلکہ ڈیڑھ سو سال والا سجدہ اکٹھا کر لو اور اپنا سجدہ ہی نہیں سارے انسانوں کا سجدہ بھی اکٹھا کر لو اور دیکھو میں ذرا بھی چھوٹ دیتا ہوں اگر سجدے کی کمی تمہارے پاس ہے تو تم اس سب سے زیادہ سجدہ کرنے والے سے بھی مانگ لینا جس نے بڑے بڑے سب سے کئے تھے اکٹھا ہوگا نہیں کہیں حساب کیا؛ دو دو ترکی دے دے اپنا سجدہ اور اس کو بھی اکٹھا کر لے اچھا میں ایک اور بھی چھوٹ دیتا ہوں۔ انبیاء و مرسلین کے سجدے کو اکٹھا کر لو۔ ملائکہ مقربین کے سجدوں کو اکٹھا کر لو۔ ساری کائنات

کی عبادتوں کو اکٹھا کر لو اور اکٹھا کر کے ایک پلے پر رکھو اور بتاؤ کیا وہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک سجدے کے برابر ہو سکتا ہے؟ اور جب تم سب مل کر ایک سجدے کے برابر نہیں ہو سکتے
تو تریسٹھ سال والی عبادت سے کیسے بڑھو گے؟

نورِ مصطفےٰ کی عمر

یہاں برابری اور بڑائی ہوتی ہے، مقبولیت کی، قربت کی
منزلت کی تو میرے رسول کے ایک سجدے کو جو مقام حاصل
ہے۔ وہ اتنے سجدوں کو حاصل نہیں ہے تو اب بتاؤ جب سب مل کر کے ایک سجدے
کے برابر نہیں پہنچے، تو اگر تجھے تنہا کر لیا جائے تو، تو کہاں پہنچے گا تو ادب سیکھو اور ادب
کے انداز سے سوچو۔ مگر پھر بھی یہ کہتے ہیں نہیں صاحب گنتی میں تو بڑھ گئے چاہے مقام میں
بڑھیں یا نہ بڑھیں، بڑی گنتی لگا رہے ہیں میں نے کہا اچھا چلو گنتی ہی میں بڑھ کر دکھاؤ اب جب
گنتی کرنا ہے تو ہم رسول کی اصل عمر شریف سے گنتی کریں گے ارے تم کہتے ہو کہ رسول کی عمر تریسٹھ
سال ہے غلط کہتے ہو، تریسٹھ سال تو رسول کی بشریت کی عمر ہے نور کی عمر کا تو پتہ ہی نہیں ہے۔

نورِ مصطفےٰ کی عمر کا اندازہ لگاؤ، تو سیدنا جبرائیل کہتے ہوئے نظر آئیں گے اے جبرائیل
ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری عمر کیا ہے؟ میرے رسول نے پوچھا تھا تمہاری عمر کیا ہے؟ کہا حضور بس
اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ میں عرش کے اوپر ایک تارا دیکھتا تھا اور ستر ہزار سال کے بعد
ایک بار دیکھتا تھا جس کو بہتر ہزار سال تک میں نے دیکھا اور اب وہ نظر نہیں آ رہا ہے تو
حضور مسکرا کر کہتے ہیں کہ وہ میرا ہی نور تھا۔

ذرا غور تو کرو۔ میرے رسول کے نور کی عمر تو بتاؤ۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔
زمین کا فرش بچھایا نہیں گیا، آسمان کا شامیانہ لگایا نہیں گیا، چاند سورج کے چراغ جلائے نہیں گئے
ستاروں کی قندیلیں روشن نہیں کی گئیں۔ آبشاروں کے نغمے عالم عدم میں تھے۔ دریا کی روانی کا
وجود نہیں ہے گردش لیل و نہار کا پتہ نہیں ہے مگر نورِ مصطفےٰ جگمگا رہا ہے۔ اَوَّلُ مَا
خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے اب لگاؤ حکم اور اس کے بعد سوچو رسول

ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں مگر آج بھی جیتی ہیں، آج بھی باحیات ہیں آج بھی عمر کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

اب بتاؤ جب میرا رسول بارگاہِ قدسی میں تھا تو کیا کر رہا تھا ؛ ذکر الٰہی کر رہا تھا تسبیح ربانی کر رہا تھا اور آج میرا رسول کیا کر رہا ہے ؟ اپنے خدا تعالیٰ کو یاد کر رہا ہے۔ تو سوچ! انچ فٹ لے کر ناپو، تعداد لے کر شمار کرو۔ میرے رسول نے جتنا خدا کو یاد کیا ہے تعداد میں تم اتنا نہیں پہنچ سکتے۔ تمہیں شرم آنی چاہیے جب تم یہ کہتے ہو اُمتی نبی سے عمل میں بڑھ بھی سکتا ہے۔ مگر نہیں دوستو! بات عجیب سی ہے علم میں شیطان کو بڑھایا۔ عمل میں اپنے آپ کو بڑھایا۔ استاد و شاگرد دونوں بڑھ گئے۔ نعوذ باللہ!

حضرت قیس کا اُونچا سننا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

اے ادب کرنے والو! ٹھہر جاؤ! ادب کرو یہ رسول کی بارگاہ ہے یہاں تمہیں آگے نہیں بڑھنے دیا جائے گا۔ یہ تو ایک ادب کی بات رہی۔ اب دوسری ادب کی بات کی طرف میں آپ کے ذہن کو لے جاؤں۔ دوستو! حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک صحابی رسول ہیں، مگر وہ اونچا سنتے ہیں ایک بات میں بتاؤں جو لوگ اونچا سنتے ہیں وہ اونچا بولتے بھی ہیں۔ عادت ایسی ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ سبھی اونچا سنتے ہیں۔

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عارضہ ہو گیا ہے، ایک بیماری ہے بیمار کو تو لوگ یوں ہی معاف کر دیتے ہیں۔ بیماری پر کوئی تعاقب نہیں کیا جاتا۔ بیماری سے کوئی پکڑ نہیں ہوتی۔ بیماروں پر کوئی گرفت نہیں ہوتی ایک عارضہ تھا جس کی وجہ سے وہ اونچا سنتے تھے۔ تو رسول کی بارگاہ میں ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا۔ نہیں پسند فرمایا۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجرم نہ تھے معذور تھے۔ ایک عارضے کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔ مگر ادب کا قانون آگیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُونَ۔

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آواز
بلند نہ کرو آواز تو فطری چیز ہوتی ہے کسی کی آواز
اونچی ہوتی ہے کسی کی زوردار ہوتی ہے مگر جو فطری چیز ہے
اس پر بھی کنٹرول کرنے کا حکم ہے تم بڑی آواز والے ہو مگر
وہاں نہ بننا کہ ہم بڑی آواز والے ہیں وہاں پست رہنا ہاں کو پست رکھنا
اور اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ ہونے دینا اور نبی کو ایسے پکارا جیسے تم ایک

ایک دوسرے کو پکارتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال چھن جائیں اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔ اس بے ادبی کے نتیجہ میں کہیں ایسا نہ ہو۔ دیکھو دوستو ہم بارگاہِ الٰہی میں معروضہ پیش کریں گے۔ الٰہ العالمین قیس معذور ہیں قیس مجبور ہیں، یہ عارضے کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا تیرا قانون ہے تیرے کلام پاک کی بات ہے وہ معذور و مجبور ہیں، مگر کہا سنو! وہ معذور و مجبور ضرور ہیں مگر میری گرفت ان پر نہ سہی مگر قانون دینا ضروری ہو گیا قیس معذور تھے، مجبور تھے، مگر اب یہاں میرے رسول کی بارگاہ کے ادب کا سوال آ گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر میں کوئی قانون نہ دوں تو مستقبل کا انسان تیز تیز آواز سے بارگاہِ رسول میں شور مچائے اور کہیں کہ یہ حضرت قیس کی سنت ہے یہ صحابیِ رسول کی سنت ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ قانون دے دیا جائے۔

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو محسوس کیا اور بارگاہِ رسالت میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ حضرت قیس صحابیِ رسول کے پاس دیدارِ رسول سے بڑھ کر کون سی دولت تھی، مگر آنا چھوڑ دیا۔ ایک بار میرے رسول نے کہا کہ قیس کئی روز سے نہیں آ رہے ہیں تو کچھ لوگ حضرت قیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ حضور یاد فرما رہے ہیں۔ کہا سنو جی! میں تو جہنمی ہو گیا میرے لئے آیت اتر آئی میرے سرکار نے جب سنا تو کہا نہیں، وہ جنتی ہیں یعنی رب نے ان کی خطاؤں کو معاف فرما دیا، مگر یہ کیا معاملہ ہے! جب سے آیت اتری صدیق اکبر کو دیکھو

فاروق اعظم کو دیکھو کس قدر آہستہ بولنے لگے ہیں اور کتنے صحابہ ایسے تھے کہ منہ میں کنکریاں رکھ کر بولتے تھے تاکہ آواز بلند نہ ہونے پائے، کیوں؟ اس لئے کہ آواز اگر بلند ہو گئی رسول کی آواز پر تو اعمال کے چھن جانے کا اندیشہ ہے۔

کن لوگوں کے اعمال چھینے جائیں گے

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ اعمال چھین لئے جائیں اور احساس تک نہ ہو۔ یہ بڑی سزا ہے۔ میں اس سزا کو سمجھاؤں۔ فرض کرلو میرے مکان پر کچھ تجوریاں ہیں جس کے اندر بہت سے مال واسباب رکھے ہوئے ہیں۔ اچھا سب جمع کر لیا میں نے اور اس کے بعد وہاں سے چوری بھی ہو گیا، کوئی نکال لے گیا مجھ کو خبر نہیں چوری ہو گئی اور خبر نہیں وہ چیز نکل گئی اور مجھے احساس نہیں جب مجھے خبر نہیں تو میں یہی سمجھوں گا تاکہ میں بہت دولت والا ہوں۔ میں بہت ہی سرمایہ والا ہوں یہی تو میں سمجھوں گا اور اگر مجھے اس کا علم ہو گیا ہوتا کہ وہ چیز نکل گئی تو میں پھر بھرنے کی کوشش کرتا نا اچھا چلو ایک بار نکلی اب دوسری بار بھر دو، مگر دیکھو میں مطمئن ہوں ادھر معاملہ خالی ہے اور میں مطمئن ہوں کہ بھرا ہے کیوں اس لئے کہ مجھے نکل جانے کا مجھے احساس نہیں ہے نکل جانے کا شعور نہیں ہے تو احساس چھین لیا اور ہم اپنے آپ کو رئیس سمجھے ہوئے ہیں مگر جب ضرورت ہو گی کھولنے کی تو ہم سے بڑھ کر محتاج کوئی نہ ہو گا۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہو گا یہی حال ہے دوستو! رب نے کہا کہ اے رسول کے بے ادبو! یہ مطلب تھوڑے ہی ہیں کہ ہم تم سے عمل کرائیں گے۔ اے رسول کے بے ادبو! ہم تم سے نماز بھی پڑھوائیں گے روزہ بھی رکھوائیں گے، حج بھی کروائیں گے زکوٰۃ بھی دلوائیں گے اعمالِ خیر و خیرات بھی کرائیں گے اور تم اپنی سمجھ سے تجوری بھی بھرتے جاؤ گے اور ادھر میں مٹاتا چلا جاؤں گا مگر مٹنے کا احساس نہیں ہونے نہیں دیا جائے گا ایسی بات تھوڑے ہی ہے کہ کام نہ کراؤں اور سزا دوں کام بھی کراؤں گا اور کچھ دوں گا بھی نہیں ہاں تم سے سب کراؤں گا۔ خوب نماز پڑھو گے خوب ادھر ادھر گلی گلی دوڑو گے،

خوب قریہ قریہ جاؤ گے خوب بستی بستی گھومو گے، تمہیں خوب پریشان کراؤں گا۔ خوب تمہیں گھماؤں گا کہ تم رسول کے بے ادب ہو اور تم سمجھو گے کہ تمہارے پاس چار حج ہیں وہ اتنے ہزار سجدے ہیں اور اتنے ہزار روزے ہیں اور اتنے زیادہ اعمال خیر و خیرات ہیں راہِ خداوندی میں اتنے ہزار قدم میں نکل چکا ہوں۔ مگر یہ سب کا سب تمہارا عمل بے سود ہو گا اور قیامت میں تم سے زیادہ کوئی محتاج نہ ہو گا۔ ارے دیکھو! اگر رب تبارک وتعالیٰ ان کو احساس دے دیتا کہ تمہارا عمل بیکار ہو رہا ہے تو پھر بھرنے کی کوشش کرتے، صحیح بنانے کی کوشش کرتے، مگر رب تعالیٰ نے یہ سزا دی ہے کہ تم رہتے دم تک کمائیں گے اور تمہیں یہی احساس رہے گا کہ ہم بہت کام والے ہیں، مگر میں تمہارے اعمال چھین لوں گا، تمہیں شعور نہ ہو گا۔

کتنی بڑی سزا ہے یہ حبطِ اعمال والی عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً۔ عمل بھی کریں گے، مشقت بھی اٹھائیں گے اور نتیجہ یہ ہو گا کہ آگ میں بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ ذرا غور تو کرو اور اے ایمان والو اچھی طرح سن لو۔

نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو۔	لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

اچھا جب یہ پست کرنے لگے۔ صحابہ بالخصوص صدیق اکبر کا حال تو یہ ہو گیا کہ اتنا آہستہ بولنے لگے کہ خود حضور کو کئی بار پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو؟ کبھی کئی بار پوچھنا پڑتا تھا اس کے باوجود ادب والوں نے اپنے انداز کو نہیں بدلا بہت ہی دھیرے دھیرے گفتگو بارگاہِ رسول میں کرتے رہے۔ اس پر یہ آیت نازل فرما دی گئی۔

یہ لوگ جو حضور کی بارگاہ میں اپنی آواز پست کرتے ہیں اپنی آواز کو دباتے ہیں فوراً یہ راز دبے رہتے ہیں جن کو اب رفعت کی طاقت ہے اس کو دبا رہے ہیں جن کو بڑھنے کی استعداد ہے اس کو دبائے ہیں جو اپنی آواز کو رسول کی بارگاہ میں	اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى

دباتے ہیں پست کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے چن لیا ہے۔ | لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

یہ نہیں کہا جو نماز پڑھتے ہیں، ان کو تقویٰ کیلئے چن لیا، جو روزہ رکھتے ہیں ان کو تقویٰ کیلئے چن لیا، جو حج کرتے ہیں، ان کو تقویٰ کیلئے چن لیا جو مارے مارے اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں ان کو تقویٰ کیلئے چن لیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جو رسول کی بارگاہ میں ادب کرتے ہیں ان کو تقویٰ کیلئے چن لیا۔ یہیں سے اشارہ ہو گیا کہ اے نماز پڑھنے والو نماز افضل العبادات ہے۔ نماز ضروری ہے۔ نماز کے چھوڑنے کی محرومی بڑی محرومی ہے، اے نماز پڑھنے والو نماز پڑھو یہ فرض ہے ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود ۔ اولیں پرسشِ نماز بود

نماز اتنی اہم ہے کہ میدانِ قیامت میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا۔ مگر اے نماز پڑھنے والو! یقین جانو! نماز سے تقویٰ نہیں ملتا۔ روزے سے تقویٰ نہیں ملتا۔ حج سے تقویٰ نہیں ملتا ادھر ادھر کی چلت پھرت سے تقویٰ نہیں ملتا۔ اے اچھی طرح سے عبادت کرنے والو عبادت سے تقویٰ نہیں ملتا۔ تقویٰ خدا کے فضل سے ملتا ہے خدا کے دین سے ملتا ہے خدا کی عطا سے ملتا ہے اگر وہ تقوی دینا چاہے تو زندگی بھر کے گنہ گار کو متقی بنا دے اور اگر تقویٰ چھیننا چاہے تو گروہ ملائکہ میں شامل ہونے والے کو مردود کر دے۔

الغرض تقویٰ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتا ہے تو جب خدا کے فضل سے ملتا ہے تو خدا کا فضل کس پر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی سے پوچھو کہ اے رب جب تو ہی تقویٰ دیتا ہے تو کس کو دیتا ہے تو جواب ملتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى جو لوگ رسول کی بارگاہ میں اپنی آواز کو پست کرتے ہیں جو رسول کی بارگاہ میں ادب سے پیش آتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تقویٰ کیلئے چن لیا ہے اور کسی دل میں وہ

تقویٰ نہیں رکھتا بے ادبوں کو وہ تقوی نہیں دے گا۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ اور صرف تقویٰ ہی نہیں ہے، بلکہ ان کیلئے مغفرت بھی ہے اور اجرِ عظیم بھی ہے تو یہ میرے رسول کی بارگاہ کا دوسرا ادب ہے۔

بنی تمیم کا وفد بارگاہِ رسالت میں

آؤ اب تیسرے ادب کو سمجھو، قبیلہ بنی تمیم سے کچھ لوگ بارگاہِ رسالت میں آئے دوپہر کا وقت تھا اور آنے کے بعد باہر ہی سے حضور کو پکارنا شروع کر دیا۔ سرکار آرام فرما رہے ہیں۔ یہ پکارنا رب تعالیٰ کو ناگوار ہوا۔ یہ پکارنا پسند نہیں آیا فوراً ادب کا ایک قانون آگیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔

اے محبوب! یہ جو حجرے کے پیچھے سے آپکو پکارتے ہیں نا ان میں اکثر ناسمجھ ہیں اے محبوب اگر ایسا ہوتا یہ کھڑے رہتے آواز نہ دیتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان میں تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا

ادب یہ نہیں ہے پکارو ادب یہ ہے کہ کھڑے رہو یہاں میں ایک باریک نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں گا۔ دیکھو مولانا بشیر صاحب کے دولت کدے پر میں گیا یہ گھر کے اندر بیٹھے ہیں۔ تو پھر میں آواز لگاؤں نا، تو ٹھیک ہے ہم کو یہ سکھاؤ محمد بشیر کہہ کر مت پکارنا۔ بشیر کہہ کے نہ پکارنا۔ اگر بلانا ہے۔ تو حضرت مولانا کہہ کے پکارنا۔ بلانا ہے تو حضرت صوفی صاحب قبلہ کہہ کے پکارنا۔ یعنی اپنے اچھے القاب سے بلاؤں کیوں؟ اس لیئے یہ قانون ہمیں اس لیے دیا گیا ہے اگر ہم نہ بلائیں گے تو مولانا کو پتہ کیا چلے گا کہ دروازے پر کون ہے ارے بھائی آواز نہ دیں گے تو وہ بیٹھیں رہیں گے اندر۔ اور ہم کھڑے رہیں گے باہر اور اگر ان کا گھریلو کام بڑھ گیا تو ہمارا وقت بھی چلا جائے گا۔ الغرض نام لے کر پکارنے سے ضرور روکیئے، مگر آداب والقاب کے ساتھ تو آواز دینے دیجئے۔ یعنی یہ ضرور فرمائیں گے نام لے کر نہ پکارو۔ محمد کہہ کے نہ

پکارو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) احمد کہہ کے نہ پکارو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لیکن اگر ہم یا سید المرسلین کہہ کر پکاریں تو کیا حرج ہے؟ یا رسول اللہ کہہ کے پکاریں تو کیا حرج ہے؟ یا شفیع المذنبین کہہ کے پکاریں تو کیا حرج ہے؟ یا رحمۃ للعالمین کہہ کہہ کے پکاریں تو کیا حرج ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ نہیں۔ یہ بھی کہہ کے نہ پکارو۔ ارے پھر کیسے خبر ہو گی؟ ارے رسول کے حجرے پر جا کر اچھے اچھے القاب سے بھی نہ پکاریں۔ نہیں نہیں ندا کرنا ہی جرم ہے خود تشریف لائیں آخر کیا بات ہے اسلامی طریقہ تو یہی ہے ناکہ تین مرتبہ ہم آواز دیتے ہیں صاحبِ خانہ کی اگر آواز مل گئی تو مل گئی، ورنہ پلٹ آئے یہاں پکارنے کی بھی اجازت نہیں کہا سنو جی۔ پکارا اسے جاتا ہے جو بے خبر ہو جگایا اسے جاتا ہے جو بے حس ہو آواز اسے دی جاتی ہے جسے اطلاع نہ ہو ارے نادان جو عرش کی بات بتاتا ہے کیا وہ اپنے دروازے سے بے خبر ہو گا؟

جو لوح محفوظ کو پڑھ پڑھ کے سُنا رہا ہو پھر وہ نہیں جانے گا کہ ہمارے دروازے پر کون کھڑا ہے، لہذا سنو جی! بے خبر کو پکارنا تو کوئی بات نہیں مگر خبر والے کے یہاں چلانا بے ادبی ہے ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضور کی دعوتِ طعام

اور آگے چلیے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقد فرمایا تو ایک عام دعوت فرمائی اور صحابہ کرام تھوڑی تھوڑی تعداد میں آتے تھے اور دعوت کھا کر چلے جاتے تھے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حجرہ شریف تھا جو مکان تھا وہ اپنے مرتبہ اپنی منزل، اپنے مقام کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ وسیع تھا بہت ہی زیادہ بلند تھا۔ ایسا وسیع و عریض کہ اس کی بلندی، اس کی لمبائی چوڑائی میں

نہیں سمجھا سکتا۔ مگر اپنج فٹ کے لحاظ سے اس میں جگہ اور گنجائش کم تھی۔ تو سرکار نے کہا جتنی گنجائش ہے، اتنے اتنے آئیں اور کھا کر چلے جائیں آتے گئے اور کھاتے گئے، مگر تین آدمی کھانے کے بعد بیٹھ گئے اور بیٹھ کر باتوں میں جی بہلانے لگے۔ حضور کو ناگوار تو ضرور لگا۔ حضور کو تکلیف ہوئی، مگر حضور نے حیا و شرم کی وجہ سے کہا نہیں کہ اگر میں انہیں اپنے در سے نکالوں گا تو کون پناہ دے گا؟ سرکار نے تو کچھ نہ کہا مگر حضرت جبرائیل آ گئے ادب کا قانون تو ادھر سے آ رہا ہے، انہیں کچھ تھوڑے ہی بتانا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت مت داخل ہو اور اگر نبی دعوت کیئے بلائیں بھی تو پہلے ہی سے جا کر انتظار نہ کرو بلکہ جب بلائیں تو جاؤ جب کھا چکو تو نکل جاؤ اور وہاں باتوں میں دل نہ بہلاؤ۔

کیوں اس لئے کہ اِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ یہ قانون اس لئے بنا ہے کہ تمہارے اس انداز سے نبی کو ایذا پہنچتی ہے وہ شرماتے فرماتے ہیں وہ کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق فرمانے سے شرم نہیں فرماتا۔ با خدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار ہے

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

میں صرف ادب کے قوانین، آپ کے سامنے صرف قرآن کے حوالے سے بولوں گا
چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں اس قرآن کریم میں اس کو صرف ایک آیت یاد ہے،
ذرا غور تو کرو!
ایک آیت یاد ہے جانتے ہو کہ کونسی قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ اتنا ہی یاد ہے
ارے بھئی یہی آیت اگر سمجھ لیتے تب بھی ہمارا کام چل جاتا مگر افسوس یہ ہے کہ یاد ہی ہے سمجھے نہیں

صحابہ کرام کا طریقہ

صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور وہ سمجھ نہ پاتے یا سُن نہ پاتے تو عرض کرتے کہ رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے اللہ کے رسول ہماری رعایت فرمائی جائے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ یہودیوں کو موقع مل گیا۔ یہودیوں کا معاملہ ہی ایسا تھا کہ ان کی لغت میں یہ لفظ رَاعِنَا گالی کیلئے تھا ذرا وہ دبا کے بولتے تھے۔ رَاعِینَا۔ رَاعِی کہتے ہیں چرواہے کو۔ تو اس میں وہ ذم کا پہلو نکالتے تھے۔ تو چونکہ صحابہ بھی رَاعِنَا کہتے تھے، تو اب یہ بھی اعلانیہ راعینا راعینا کہنے لگے۔ کوئی اس پر اعتراض کرتا تو کہتے تھے کہ تم لوگ بھی تو کہتے ہو نیت ان کی بُری تھی صحابہ کی نیت بُری نہیں تھی۔ جب تک یہودیوں نے اس لفظ کا استعمال شروع نہیں کیا تھا۔ صحابہ کرام یہ لفظ استعمال فرماتے رہے اور کوئی روک ٹوک بھی نہیں آئی مگر جب یہودیوں نے استعمال شروع کر دیا، تو یہ آیت اُترآئی۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ اے ایمان والو! راعنا مت کہو۔ وَقُوْلُوا انْظُرْنَا کہنا ہے تو یہ کہو۔ انظرنا یا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ اے اللہ کے رسول ہم پہ نظر فرمائیے اے اللہ کے رسول ہمارے اوپر نگاہ ڈال دیجئے وَاسْمَعُوْا ارے نادانو! غور سے سنو، رسول کی بات ہے انْظُرْنَا کہنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ رسول کو زیادہ زحمت مت دو۔ وَاسْمَعُوْا غور سے سنو۔ جو رسول فرما رہے ہیں، اسے غور سے سنو اور اگر کبھی سننا رہ جائے تو رَاعِنَا مت کہو اُنْظُرْنَا کہو

اپنی طرح بشر کون کہے

اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں صحابہ کرام جو رَاعِنَا کہتے تھے، کیا بُری نیت سے کہتے تھے بُری نیت سے کہتے تو کافر ہو جاتے۔ کیوں روکا گیا کہ یہ لفظ کافر بھی کہنے لگا، تمہاری نیت صحیح ہو مگر اگر وہی کافر بھی بول سکے، تو ایسا لفظ مت بولو اب ہم تمہاری نیت نہ دیکھیں گے جلوجی تھوڑی سی دیر کیلئے تمام تفصیلات کو نظر انداز کر کے مختصر انداز میں عرض کر دوں کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی روشنی میں یہ کہو کہ رسول ہماری طرح ہیں اور اس میں
تمہاری کوئی بُری نیت بھی نہ ہو، بلکہ نیت بڑی اچھی ہو۔ یعنی اس کہنے میں کہ رسول ہماری
طرح بشر ہیں بڑی اچھی نیت ہے آپ کی۔ مگر اتنا تو مانو گے نا کہ کافروں نے بھی رسول کو
اپنی طرح بشر کہا۔ تو یہ وہ بولی ہے جو کافر بھی توہین کی نیت سے بولتے رہے تمہاری
نیت توہین کی نہ سہی تمہاری نیت تعظیم کی سہی، تمہاری نیت توقیر کی سہی، مگر جب کافر
اسے توہین کی نیت سے بولتا رہا ہو، تو اب ایسا لفظ بھی بولنا حرام ہو گیا۔ آپ کہیں گے کیوں
حرام ہو گیا۔ ہم کہیں گے رَاعِنَا جیسے حرام ہو گیا۔ صحابہ کی نیت بُری نہ تھی، مگر جب یہودیوں
نے بولنا شروع کیا تو اب بولنا حرام ہو گیا۔ تم جھوٹے ہو جو کہتے ہو کہ نیت بُری نہیں ہے
نادانو! اگر نیت بری نہ ہوتی تو فضائل کی آیات چھوڑ کے اسی پر کیوں ٹھہرتے۔

میں ایسے موقع پر بتاتا ہوں کہ دیکھو ان کو کیا سزا ملی۔ سزا یہ ملی ہے جسے اکثر میں
عرض کرتا رہتا ہوں۔ آپ کی محفل میں بھی عرض کروں۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ
اے محبوب! تم کہہ دو کہ ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں۔ کس سے کہہ دوں؟ کافروں سے۔ غور کیجئے
گا کفار مخاطب ہیں اس کے کہ اے محبوب! تم کافروں سے کہو کہ ہم تمہاری طرح ہیں۔ یہاں
ذرا اس نکتے پر بھی غور کیجئے گا اور بہت سمجھنے کی بات ہے اور آخری بات ہے۔ اس کا کوئی
جواب بھی نہیں ہے۔ ان کی تمام اُمت کے پاس۔ صدیق اکبر سے کہو؟ نہیں۔ فاروق اعظم
سے کہو؟ نہیں۔ ان سے مت کہو۔ جو مان گئے ہیں؟ ان سے مت کہو۔ جنہوں نے نہیں مانا ہے
ان سے کہو۔ تو رسول کے مخاطب کون تھے؟ کفار تھے۔ مشرکین تھے۔ اب آج اگر کوئی یہ کہے
کہ اس آیت کے مخاطب ہم ہیں تو کدھر گئے۔

چلے تھے رسول کو اپنی طرح بنانے کیلئے، خود ابوجہل کی طرح بن گئے۔ بن گئے
کہ نہیں بن گئے۔ اس لئے کہ مخاطب تو وہی تھے نا۔ تو جو مخاطب تھے، آپ نے اپنے آپ کو
اسی میں شمار کر لیا۔ ارے نادانو! تم تو ان میں تھے، ان میں کہاں چلے گئے۔

کیا ابوجہل کو حق دو گے

ذرا غور تو کرو صدیق کبر سے کہنے کی بولی:
اَیُّکُمْ مِثْلِیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ۔

مومنوں سے یہ کہو کہ تم ہماری طرح نہیں ہو۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ ان سے یہ کہو کافروں سے یہ کہو مصلحت کیا ہے؟ حکمت کیا ہے؟ اس کی طرف میں نہیں جانا چاہتا ہوں۔ میں صرف سوالیہ نشان چھوڑ جاتا ہوں، اس لئے کہ وہ تو ہر بڑے آدمی کو حق ہے کہ تواضع انکسار جس سے جو چاہے کہے۔ تواضع انکسار اگر رسول نہیں کریں گے تو تواضع انکسار کا سبق ہمیں کون دے گا۔ وہ سید المتواضعین ہیں۔ تو رسول تواضع نہیں فرمائیں گے تو کون کرے گا؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کہا ہے کہ یہ آیت تواضعؔ حضور نے فرمائی یہ کچھ میری اپنی بات نہیں ہے۔ مگر بہرحال تم پر یہ لعنت پڑی نا۔ اچھا ایک سوال میں اور کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مومنوں سے نہ سہی مگر کافروں کو تو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ تو کیا تم ابوجہل کو یہ حق دیتے ہو کہ وہ کہے تمہارا رسول ہماری طرح ہے اور آیت یہی وہ پیش کرے کہ دیکھو تمہارے رسول نے اس آیت میں ہمیں کو مخاطب بنایا ہے۔

یہ بات تو زیادہ معقول ہے نا۔ رسول نے جس کو مخاطب بنایا تھا۔ کیا تم اس کو یہ حق دیتے ہو کہ وہ رسول کو اپنی طرح کہے۔ کیا ابولہب اور ابوجہل کو یہ حق دیتے ہو۔ مخاطب تو یہی تھے نا۔ تو یہ کہتے ہیں دیکھو تمہارا قرآن پاک ہی تو کہہ رہا ہے تمہارا رسول ہم سے کہہ رہا ہے۔ ہم تمہاری طرح بشر ہیں تو جب رسول ہماری طرح ہیں بشر ہیں تو ہم رسول کی طرح۔ تو کتنی پکی دلیل ہوگی کافروں کی۔ مگر تم ان کو حق ہرگز نہ دو گے۔ مجھے حیرت ہے کہ جن کو مخاطب بنایا گیا۔ ان کو تو حق نہیں دے رہے اور جو مخاطب ہی نہیں ہیں پھر ان کو کہاں سے حق مل گیا ؎

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔۔ یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ۔۔ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

بارگاہِ نبوی میں آنے سے پہلے

دیکھو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو رئیس صحابہ کرام تھے وہ بارگاہِ رسول میں حاضر ہوتے تھے بڑی دیر تک مسئلے پوچھتے رہتے تھے۔ تو یہ دیر تک بیٹھنا رب تبارک وتعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ یہ کہا ادب کرو، اس بارگاہ کی اہمیت محسوس کرو اور اس کے بعد ایک آیت اُتری۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً

اے ایمان والو: تم رسول سے کچھ پوچھنا چاہو کچھ معروض پیش کرنا چاہو تو اس معروضے کو پیش کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرو

سیدنا علی المرتضیٰ نے دس مسئلے پوچھے تھے، تو دس بار صدقہ کیا تھا۔ پھر یہ آیت ختم ہوگئی یعنی وجوب ختم ہوگیا اور استحباب باقی رہا۔ تو اے ایمان والو جب تم پیسہ خرچ کرکے رسول کی بارگاہ میں آؤ گے تو کچھ وزن محسوس کرو گے یہ آسان نہیں ہے کہ بیٹھے رہو جب تک چاہے بیٹھے رہو۔ اس لئے کہ آدمی کو جب کوئی چیز مفت میں ہاتھ آتی ہے تو وہ بے وزن ہوا کرتی ہے۔ اسی لیے انتظام کیا گیا۔ بعد میں امت کی ضرورت کے لیے یہ حکم اٹھا دیا گیا۔ وجوب اٹھا دیا گیا۔ مگر شروع میں مقامِ رسالت کو دکھانے کیلئے قرآن میں یہ ہدایت تو آ گئی نا۔ دیکھو یہاں آؤ مشقت اٹھا کے آؤ اور میں تو سوچ میں پڑ گیا کہ خدا اپنے یہاں بلاتا ہے تو کہتا ہے صرف وضو کرکے آؤ اور رسول کے یہاں آؤ تو صدقہ کرکے آؤ۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور ایک بات اور بھی سمجھ میں آئی۔ میں سوچتا تھا کہ دیکھو ہر چاہنے والا یہ چاہتا ہے کہ اپنے محبوب کا گھر اپنے گھر کے قریب ہو تو یہ کیا بات ہوئی کہ رب تعالیٰ نے اپنے گھر کو خانہ کعبہ کو بیت اللہ کو کے میں رکھا اور محبوب کو مدینے پہنچا دیا یہ کیا معاملہ ہے۔ سوچی اگر رسول پاک کا گنبد خضریٰ کے میں ہوتا تو رسول کی زیارت لوگ حج کے طفیل میں کرتے اور رب کو یہ پسند نہیں ہے کہ

طفیلی زیارت ہو، بلکہ منظور یہ ہے کہ وہاں کے لئے شدِ رحال ہو وہاں کیلئے تین سو میل کا سفر کرو
پیسہ خرچ کرو، صعوبتِ سفر اٹھاؤ اور ان کے ارادے سے جاؤ تاکہ جو ارادہ نہ رکھے وہ وہاں
پہنچ بھی نہ سکے ؎

ان کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

فرشتوں نے غسل دیا

دیکھو میں قرآنِ کریم کی آیتیں پڑھ رہا ہوں۔ یہ نہ کہنا یہ ضعیف ہے، وہ ضعیف ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

اے ایمان والو جب اللہ و رسول تمہیں بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ، بارگاہ رسول میں حاضر ہو جاؤ اس لیے کہ رسول تمہیں وہ دیتا ہے جو تمہارے لئے حیات بخش ہے۔

سمجھ لیجئے اس لئے کہ یہ رسول تمہیں زندگی دیتا ہے آؤ دیکھو! حدیث کی روشنی میں اس آیت کا مطلب،
حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو آپ غسیل الملائکہ کہتے ہیں مغسول الملائکہ۔ کیا
بات تھی؟ رات کے وقت ان کے کان میں ایک آواز آتی ہے کہ اللہ کے رسول کا منادی پکار
رہا ہے جہاد کیلئے اور اس وقت یہ ایسے عالم میں تھے کہ غسل کرنا ضروری تھا۔ مگر سوچا کہ اگر
غسل کرنے میں لگ گیا تو تعمیل میں تاخیر ہو جائے گی، بغیر غسل کئے ہوئے جہاد میں شریک ہو گئے اور
جب شریکِ جہاد ہو گئے اور وہاں پہنچے۔ تو شہید بھی ہو گئے، جب نعشیں تلاش کی گئیں اور حضرت
حنظلہ کی نعش ملی تو دیکھا کہ پانی کے قطرے گر رہے ہیں سرکار نے بتایا۔ سنو جی! ان کو غسل کی ضرورت
تھی، مگر جب میری آواز ان کے کانوں تک پہنچی، میرے منادی کی آواز جب ان کے کانوں تک
پہنچی تو بے غسل کئے بغیر دوڑ پڑے تو ان کو ملائکہ نے غسل دیا ہے۔

رسول کے حکم کا ادب کرنے والا، رسول کے اشارے پر قربان ہو جانے والا دیکھو اس کو ملائکہ
نہلا رہے ہیں۔ گھر میں گر وہ نہاتے تو اپنے پانی سے نہلاتے اپنے ہاتھوں سے نہلاتے کچھ تاخیر

بھی ہو جاتی اور جب تاخیر ذرہ برابر نہ کی، تو ملائکہ نے نہلایا، ور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوثر سے نہلایا یا سلسبیل سے نہلایا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تسنیم سے نہلایا کہ کس چیز سے نہلایا۔ بہرحال ملائکہ نے نہلا دیا۔ دیکھا آپ نے یہ ہے رسول کے حکم پر دوڑنے کا انجام و نتیجہ۔

نماز کی حالت میں دوڑ پڑو

میں ایک ور بات پیش کر رہا ہوں۔ یہ دیکھو ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں جو صحابیِ رسول ہیں۔ سرکار نے آواز لگائی تو انہوں نے نماز جلد ختم کی اور حاضر ہوئے. حضور نے پوچھا دیر کیوں کر دی۔ کتنا معقول جواب تھا کہ نماز پڑھ رہا تھا مگر حضور نے فرمایا! کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ اِستَجِیبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاکُم اللہ و رسول جب بلائیں تو دوڑ پڑو نماز کا عذر بھی نہ سُنا جائے گا اللہ و رسول نے جب بلایا تو تجھے نماز کی حالت میں دوڑ پڑنا چاہیئے۔ اسی لئے علماء کیا فرماتے ہیں کتنی پیاری بات اگر رسول بلائیں کسی نمازی کو تو فوراً اس کو چاہیے کہ حاضر ہو جائے مثلاً اگر دو رکعت اس کو پڑھنا ہے ایک پڑھ چکا ہے جب بھی وہاں سے چلے بیچ میں کسی سے بات نہ کرے اور رسول کے پاس جائے جا کر ان سے گفتگو بھی کرے اور رسول جو اس کو حکم دیں کہ جاؤ بازار سے تم یہ کام کر آؤ مثلاً تو وہ بھی جا کر کر آئے، کر کے آئے اور بارگاہِ رسول میں حاضر ہو جائے پھر وہاں سے جب سرکار واپس کر دیں تو پلٹ کے آئے اور آنے کے بعد ایک پڑھ چکا تھا ایک اور پڑھ لے ابھی تک وہ نمازی میں تھا ارے اس کی نماز کیسے ٹوٹ سکتی ہے، قبلے سے رُخ ضرور پھرا تھا، کعبے سے رُخ ضرور پھرا تھا مگر کعبے کے قبلہ کی طرف پھرا تھا بات اس نے ضرور کی تھی مگر اس سے کی تھی جس پر نماز میں سلام بھیجنا واجب ہے تو اب بھلا بتاؤ اس کی نماز کیسے ٹوٹ سکتی ہے اور غور کرو کہ اگر دو رکعت ہم پڑھتے تو دو منٹ میں ہو جاتی رسول نے اپنی طرف بلا لیا تو دو منٹ والی نماز کتنی لمبی ہو گئی۔ غور کرتے جاؤ دوستو! اور مسئلے کی بات سمجھتے جاؤ۔ میں یہاں پر سوچنے لگا اللہ و رسول بلائیں اللہ تعالیٰ کا بلایا سنو گے اللہ تعالیٰ کی بولی کوئی سننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو بلایا تو رسول

نے تھا، مگر کہا گیا اللہ و رسول بلائیں تو اس حالت نے اس بات پر نقص کر دیا کہ رسول کی پکار خدا کی پکار ہے۔ رسول کا بلانا خدا کا بلانا ہے۔ تو اب جس خدا کی تم نماز پڑھ رہے ہو اسی خدا کا رسول ہی تو بلا رہا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر!
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا۔

قرآن نے کسے مُردہ کہا؟

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔ اس لیے کہ یہ رسول تمہیں زندگی دیتا ہے۔ مُردوں کو بھی زندہ کرتا ہے اور زندوں کو بھی زندہ کرتا ہے۔ کتنے ہیں جو اپنے آپ کو زندہ کہتے ہیں، مگر ہیں بالکل مردہ۔ چلتے پھرتے مردہ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ نہیں خدا کرے نہ دیکھیں۔ مگر ہیں۔ میں قرآن کریم سے ثابت کروں گا۔ اصول مجھے قرآن ہی سے ملے گا قرآن کے اندر ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ یہ بہرے ہیں، یہ اندھے ہیں یہ گونگے ہیں۔ ارے بھئی کہاں، ابوجہل بہرا تھا، اندھا تھا، گونگا تھا، نہیں کان رکھ کر بہرا، زبان رکھ کے گونگا۔ آنکھ رکھ کے اندھا معلوم ہوا کہ دیکھنے والی آنکھ بھی اندھی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بولنے والی زبان بھی گونگی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ سننے والا کان بھی بہرا ہوتا ہے۔ یہ قرآن کریم کا فیصلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو، یہ آنکھ رکھتے ہیں حق نہیں دیکھتے اندھے ہیں یہ کان رکھتے ہیں حق نہیں سنتے، بہرے ہیں۔ یہ زبان رکھتے ہیں حق نہیں بولتے گونگے ہیں تو مجھے کہنے دو یہ جان رکھتے ہیں مگر رسول پر قربان نہیں کرتے مُردہ ہیں قرآن پاک میں صاف لفظوں میں انہیں مردہ فرمایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ تم مُردوں یعنی کافروں کو منوا نہیں سکتے۔ یہی ہیں چلتے پھرتے مردہ، کان رکھ کر بہرے، آنکھ رکھ کے اندھے زبان رکھ کے گونگے اور جان رکھ کر کے مردے۔ واقعی جب مردہ ہیں تو مردوں والی خاصیت بھی پیدا ہو گئی۔ دیکھو زندے یک دوسرے کو تحفے پیش کرتے ہیں نا۔ ہم نے

آپ کو کوئی تحفہ پیش کیا۔ آپ نے ہم کو کوئی تحفہ دیا یہ زندوں کا طریقہ ہے تو الحمدللہ ہم سب زندہ اور ہمارے سب جانے والے بھی زندہ۔ یہاں سے ایصالِ ثواب کا تحفہ جاتا ہے اور ادھر سے جناب والا ان کے فیوض و برکات آتے ہیں، تو زندے زندوں کو دے رہے ہیں مگر مردہ نہ لینا جانتا ہے نہ دینا جانتا ہے۔

اب تم راز سمجھو کہتے ہیں مت بھیجو، مت بھیجو، سوچتے ہیں کہ اپنے والے کو تو بھیج ہی نہیں پاتے، تو یہ لوگ بھی اپنے والے کو نہ بھیجیں تو کہنا کہ تم دیکھو تم تو نہیں بھیجتے ہو ٹھیک ہی کرتے ہو۔ ادھر والے بھی مردہ، تم بھی مردہ۔ مردہ مردے کو نہیں دیتا ہم زندہ ہیں زندہ زندے کو دے گا۔

لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ یہ رسول تمہیں زندگی دیتا ہے۔ بل پڑجاتے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں رسول زندگی دیتا ہے۔ کیا تم اس پیارے واقعے کو فراموش کردو گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر آگے آگے جارہا ہے۔ فرعون پیچھے پیچھے تعاقب کررہا ہے۔ حضرت جبرائیل گھوڑے کے اوپر جارہے ہیں۔ جہاں حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی ٹاپ پڑ رہی ہے وہاں سبزیاں اُگ رہی ہیں اور یہ دیکھو یہ سامری ہے جس نے اس جگہ کی خاک کو اٹھایا ہے جہاں جبرئیل کے گھوڑے کی ٹاپ پڑ رہی ہے اور پھر ایک سونے کا بچھڑا بنایا اور پھر اس خاک کو اس کے منہ میں ڈال دیا تو بچھڑے کے اندر زندگی پیدا ہوگئی اب بتاؤ یہ زندگی کہاں سے آئی؟ سبب بتاؤ۔ یہ اسباب کی دنیا ہے یہ وسائل کی دنیا ہے۔ دینے والا خدا ہے مگر ذریعہ تلاش کرو تو سنو حضرت جبرائیل کا جہاں قدم پڑا ان کی خاک میں زندگی آگئی اور وہ خاک کی زندگی ایسی زندگی تھی جس نے بچھڑے کو زندگی دے دی گھوڑے کے ٹاپ کے اندر کہاں سے زندگی آئی؟ یہ حضرت جبرائیل اس پر بیٹھے تو گھوڑے کے ٹاپ کے اندر زندگی آگئی اور پھر اس زندگی نے ذرے کو زندہ کیا اور ذروں نے سامری کے بچھڑے کو زندہ کردیا۔ تو سنو جب حضرت جبرائیل کے گھوڑے کی ٹاپ کے اندر زندگی بخشنے کی طاقت خدا نے دی ہے، تو یہ جبرائیل وہی تو ہیں جنہوں نے رسول پاک کے قدموں پر پیشانی ٹیک دی تھی

اور مجھے کہنے دو حضرت جبرائیل نے زندگی رسول سے لی اور زندگی دے رہے ہیں ؎

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

بے ادبوں کی فہرست

دیکھا تم نے اس وقت کے ادب والوں کا حال۔ کیسے ادب والے تھے اور کیسا کیسا ادب کا قانون تھا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ بے ادبوں کا بھی کچھ ذکر ہو جائے مگر اس دور کے بے ادبوں کا ذکر کروں گا اس لئے کہ جب آپ اُس دور کے بے ادبوں کو سمجھ لیں گے تو ان کا بھی سمجھنا آسان ہی رہے گا الغرض اس دور کے ادب والوں کا میں نے ذکر کیا ہے تو اس دور کے بے ادبوں کا ذکر کر دوں دیکھو بے ادبوں کی بڑی لمبی فہرست ہے جیسے ادب والوں کی بڑی لمبی فہرست ہے سب کا نام لے کر بتاؤں تو اتنا وقت بھی نہیں۔ تھوڑے سے وقت میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو بے ادبوں میں ایک بڑا بے ادب تھا جس کا نام ہے ولید ابن مغیرہ اس نے کہا یَا اَیُّهَا الَّذِی نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ۔ اے وہ جس کو دعویٰ ہے کہ ہم پر ذکر نازل ہوا تو مجنون ہے ولید ابن مغیرہ کی اس گستاخی کا حضور جواب دے سکتے تھے، مگر اشارہ ربانی ہوا! اے محبوب! تم جواب نہ دو۔ ایسے سرپھروں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اے محبوب! تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جواب دیتا ہوں۔ تو جواب کیا دیا۔

اے محبوب! تو اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہے	وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ —
اور آپ کے لئے تو بے پایاں اجر ہے۔	وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور آپ تو خلقِ عظیم پر ہیں پہلے رسول کے اوصاف کو رسول کو سنایا اس کے بعد پھر جس نے مجنون کہا تھا اس کے دس عیب قرآن نے شمار کرائے۔

اے محبوب! ایسوں کی بات پر دھیان مت دو، ایسے کی بات نہ سنو	وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔ | جو پرلے درجے کا جھوٹا ہو، چغلخور ہو۔

قرآن کریم کی روشنی میں سنو یہ نہ کہنا کہ ممبر سے گالی دے رہے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ چغلخور بھلائی سے روکنے والا ہے حد سے بڑھنے والا ہے بڑا ہی گنہگار ہے بڑا سخت دل ہے اور اے محبوب! اس پر طرّہ یہ کہ حرامزادہ ہے قرآن کا لفظ ہے جو سن رہے ہو زنیم کا لغت میں جا کر ترجمہ دیکھو۔ زنیم اسے کہتے ہیں کہ جس کے باپ کا پتہ ہی نہ ہو۔ دس عیب قرآن نے ولید بن مغیرہ کے شمار کرا دیئے۔

سنی علماء گالی دیتے ہیں

آج یہاں پر میں ایک پیاری بات سناؤں گا آج علماء اہلِ سنت والجماعت کے اوپر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ گالی دیتے ہیں۔ کیا گالی دیتے ہیں؟ کسی کافر کو کافر کہہ دیا تو گالی ہے، کسی مشرک کو مشرک کہہ دیا تو گالی ہے۔ کسی منافق کو منافق کہہ دیا تو گالی ہے کسی رجیم کو رجیم کہہ دیا تو گالی ہے کسی خناس کو خناس کہہ دیا تو گالی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سب گالی ہے تو یہ سب قرآن میں ہے پہلے قرآن کی صفائی کرو جو اخلاق والی کتاب ہے، جو آسمانی کتاب ہے جو صحیفہ مبارکہ ہے۔ یہ سب الفاظ اسی قرآن میں ہیں اور اگر تم اسی کو قرآن کریم مانتے ہو جس میں یہ سب الفاظ ہیں تو تمہیں ان الفاظ کو گالی کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ کیا خدا نے گالی دی ہے؟ حدیث شریف میں اگر منافقوں کو کلاب النار (جہنم کا کتا) کہا تو کیا رسول نے گالی دی ہے اور پھر اس کے بعد کہتے کیا ہیں؟ کافر کو کافر مت کہو مزہ تو یہ ہے کہ کافر کو کافر مت کہو کہنے والے خود کافر کہتے ہیں غور کر دیکھتے ہیں کافر کو کافر نہ کہو کس کو کافر کہیں؟ کافر کو۔ جناب نے تو کہہ دیا کافر کو کافر نہ کہو۔ ان سے کہو کہ پھر مسلمانوں کو مسلمان کبھی نہ کہو پوچھا گیا کہ کافر کو کافر کیوں نہ کہیں؟ جواب دیا کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے ایمان لے آئے تو ان سے کہو کہ مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہنا، اس لیے کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے کافر ہو جائے۔ یہ کتنا بڑا افترا ہے شریعت پر۔ کیا رسول کا یہی پیغام تھا کہ کافر کو کافر نہ کہو اگر یہی پیغام تھا تو رسول نے خود کیوں کہا

قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۔ اے کافرو! یہ کس کو کہا تھا کافر ہی کو تو کہا تھا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرکین نجس ہیں۔ یہ کس کو کہا؟ مشرکین ہی کو تو کہا گیا خناس کہا کس کو کہا؟ رجیم کہا کس کو کہا، شیطان کہا کس کو کہا؟ خبیث و خبیثات کے الفاظ قرآن پاک میں کیوں آئے؟ اور میں نے جو آیت مبارکہ سنائی، اس میں تو حرام زادہ تک کہہ دیا اس میں زنیم کا لفظ بھی آگیا معلوم ہو گیا کہ تم ابھی سمجھ ہی نہ سکے کہ گالی کس کو کہتے ہیں کافر کو کافر کہنا گالی نہیں ہے شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں ہے۔ چور کو چور کہنا گالی نہیں ہے بدکار کو بدکار کہنا گالی نہیں ہے جو صفت جس کی ہو، اس صفت سے اس کو یاد کرنا گالی نہیں ہے کسی مسلمان کو کافر کہو تو گالی ہے۔ کسی نیک کو برا کہو تو گالی ہے جو مصداق ہو اس مصداق والے کو وہی کہو تو گالی نہیں۔ مجھ سے تم یہ ضرور پوچھ سکتے ہو کہ جس کو مردود کہا ہے وہ واقعی مردود ہے کہ نہیں؟ جس کو خبیث کہا ہے وہ واقعی خبیث ہے کہ نہیں؟ یہ سوال تو معقول ہے مگر یہ کہنا تو غلط ہے کہ میں نے گالی دی ہے۔ جب میں ثابت کروں گا کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے تو یہ چیز گالی نہیں بنتی اور جب تم گالی نہ سمجھ سکے تو قرآن کریم کیا سمجھو گے؟

جواب دو کہ قرآن کریم میں جو کچھ ولید بن مغیرہ کو کہا گیا یہ گالی ہے کہ نہیں۔ اگر اس کو گالی کہو گے تو قرآن کریم کو کیا کہو گے۔ الغرض یہ گالی نہیں ہے اس لئے کہ جس کو ایسا کہا گیا تھا وہ واقعی ایسا ہی تھا۔ یاد رکھنا اس کو یہ بات بہت زیادہ کہی جاتی ہے۔ گالی دیتے ہیں۔ اچھا میں اب ایک بات اور بتاؤں۔ ولید ابن مغیرہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا اے ماں! آج محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میرے دس عیب شمار کیے ہیں۔ تو نو کو تو میں جانتا ہوں، مگر یہ دسواں ہے یہ تو ہی بتا سکتی ہے میرے باپ کا کیا نام ہے؟ بتانا پڑے گا اور سن لو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے دیکھا ولید سا شخص کہتا ہے اور اپنے دل میں یہ خیال بھی رکھے ہوئے ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے۔

زبان سے میمون کہہ رہا ہے، مگر سمجھ رہا ہے کہ میری زبان جھوٹ بول رہی ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اے ماں! اگر تو صحیح نہ بولے گی تو میں تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو ماں نے اعتراف کرلیا کہ تیرا باپ بہت ہی کمزور تھا اور دولتمند تھا اسی لیے میں نے یہ سوچا کہ کہیں یہ دولت اس کے مرنے کے بعد اِدھر اُدھر منتشر نہ ہو جائے الغرض تو ایک چرواہے کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ دیکھا رسول کو گالی دینے والا اپنے آئینے میں جو اپنے کو دیکھتا ہے تو کیسا پاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر گستاخ رسول کو تحقیق کرنا چاہیے کہ اس کی نسل کا کیا حال ہے۔ بہر حال ماں نے جرم کا اعتراف کرلیا میں نے ایک بہت ہی عجیب بات آپ کو سنادی ہے کافر نے کہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ بول نہیں سکتے مانا نہیں مگر ابھی کہہ رہا ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے۔ تمہیں حیرت ہوگی کچھ ایسے لوگ آجکل ملتے ہیں جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔

ولید بن مغیرہ کہہ رہا ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے یہ کیسے کلمہ پڑھنے والے ہیں، کہتے ہیں خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے اس سے ایک مسئلہ سمجھ میں آیا جس کو میں عرض کردینا چاہتا ہوں۔ دیکھو شرک کس کو کہتے ہیں۔ شرک کہتے ہیں کہ خدا کی جیسی شان ہے، ویسی کسی غیر خدا کی شان تم مان لو وہ شرک ہے خدا کی ذات کی طرح کسی دوسرے کی ذات کو مان لو یہ شرک ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات جیسی کسی کی صفات تم مان لو الغرض یہ شرک ہے کہ جیسے خدا کی شان ہے ویسے کسی کی شان مان لو شرک ہے نا۔ اچھا تو اب جن کے نزدیک خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اگر ان کا بھی جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ تب تو شرک ہوگیا۔ خدا تعالیٰ کا بھی جھوٹ بولنا ممکن اور بندے کا بھی جھوٹ بولنا ممکن، تو شرک ہوگیا تو اب شرک سے بچنے کی ایک صورت ہے کہ خدا تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کو یہ ممکن کہیں اور اپنے جھوٹ بولنے کو واجب کہیں۔ اس لیے اگر اپنے جھوٹ بولنے کو ممکن کہیں گے تو خدا تعالیٰ اور بندے کی شان ایک ہو جائے گی۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

ایک نکتہ یہاں پر ایک نکتے کی طرف میں آپ کے ذہن کو لے جانا چاہتا ہوں دیکھو رسول کو اس نے پاگل کہہ دیا، مجنوں کہہ دیا، تو کیا اس کا جواب یہ تھا کہ ولید بن مغیرہ کے عیب کو شمار کرایا جائے یہ بھی کوئی جواب ہے۔ ٹھیک ہے صاحب مولانا بشیر صاحب کو کسی نے مجنوں کہہ دیا۔ میں ان کا چاہنے والا ہوں تو کیا میں اب اس کے عیب کو شمار کروں۔ یہ کوئی جواب ہوا۔ عیب تو ظاہر ہو گیا وہ تو ٹھیک ہے مگر جواب کیا ہوا۔ کیا رسول اسی لئے آئے تھے؟ کیا نبوت کا فریضہ ادا ہو گیا؟ کیا دعوت حق ادا ہو گئی؟ بہت باریک نکتے کی طرف ذہن کو لے جا رہا ہوں۔ عیب گنانے کی کیا ضرورت؟ نہیں دوستو! عیب گنانے کی کیا ضرورت؟ نہیں دوستو! عیب اس طرح سے نہیں گنایا گیا ہے بلکہ ولید کے جن عیوب کو گنایا گیا ہے۔ ان میں بعض عیوب وہ ہیں جس کو ولید تنہا جانتا ہے اور بعض عیوب وہ ہیں جن کو ولید کی ماں تنہا جانتی ہے۔ ایسے عیب شمار کرائے تو اب یہ صرف عیوب کا شمار کرانا ہی نہیں ہوا۔ جواب بھی ہو گیا۔ ارے سن جس نبی کو تو مجنون پاگل کہتا ہے، وہ تیرے اس عیب کو بھی جانتا ہے جس کو تیری ماں کے سوا کوئی نہیں جانتا تو بتاؤ جو نبی اتنا جاننے والا ہو گا، وہ نبی ہو گا کہ مجنوں ہو گا۔ وہ رسول ہو گا کہ پاگل ہو گا تو دیکھو عیب بھی شمار ہو گئے اور نبوت کا پرچار بھی ہو گیا۔ نبوت کا پیغام بھی پہنچ گیا۔ نبی کی شان بھی ظاہر ہو گئی۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ابولہب اور اس کے بیٹوں کا حشر اور تیزی سے میں آپ کو لے چلوں یہ ابولہب کون تھا؟ یہ بھی تو بے ادبوں کا

سردار ہے۔ جب بلایا تھا میرے رسول نے اور پیغامِ حق سنایا تھا تو اس نے کیا کہا تھا تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ہلاکت ہو سارے دن تمہارے اوپر۔ کیا اسی لئے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟ ابولہب نے یہی کہا تھا ابولہب تو ایک بار کہہ گیا اور سورۂ تبت نازل ہوگئی کہ وہ تو کہہ رہا ہے کہ ہلاکت ہو، مگر اے محبوب: وہ تو ہلاک ہوگیا تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ وہ بھی ہلاک ہوگیا اور اس کی جورو ام جمیل بھی ہلاک ہوگئی دونوں کی ہلاکت کا پیغام۔ ابولہب نے تو ایک بار کہا مگر آج چودھویں صدی ہے ہر نمازی اس پر ہلاکت بھیج رہا ہے اور قیامت تک اس پر ہلاکت برستی رہے گی رسول کو ایک بار کہا تھا اس نے اس کو تو دنیا نہیں جانتی۔ مگر اس پر دنیا آج تک لعنتیں بھیج رہی ہے۔ دیکھا آپ نے یہ ابولہب کا عبرتناک انجام اور اس کے بعد اس کا غصہ دیکھو اس کے دو بیٹے تھے عتبہ و عتیبہ حضور کی دو صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں، ایک حضرت رقیہ اور ایک حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسوقت مشرکین سے نکاح جائز تھا، ابھی حرمت کی آیت نہیں اتری تھی تو ابولہب نے کہا کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو اگر نہیں دوگے تو تمہیں اپنی میراث سے محروم کردوں گا۔ عتیبہ ڈرتا تھا، وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور معذرت کی اس نے بارگاہِ رسول میں اور عرض کیا کہ میرا باپ اتنی سختی کر رہا ہے اس لیے مجبوراً میں طلاق دے رہا ہوں اور عتبہ نے گستاخانہ انداز سے طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ العالمین اپنے کتوں میں سے کسی کو اس پر مسلط کردے اتنا کہنا تھا کہ ابولہب کہتا تھا کہ میرے بیٹے کا مستقبل خطرے میں ہے عتبہ کے پیچھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا پڑ گئی ہے۔ کافر تو اختیار کو مانتا تھا، مگر آج ایمان والے نہ مانیں تو تعجب ہے نا، میرے بیٹے کے پیچھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا پڑ گئی ہے۔ الغرض ہر طرح اس کی نگرانی کرنے لگا۔ ایک مرتبہ تجارتی قافلے کا تب اسے امیر بنا کر باہر جانا ہوا تو اپنے غلاموں کو اس نے تاکید کی تھی، ذرا عتبہ کا خیال رکھنا تو غلاموں نے اس کا بڑا خیال رکھا رات کے وقت جب پڑاؤ پڑا اور جب سونے کا وقت ہوا تو عتبہ کو

زنجیر میں ملا دیا۔ غلام کنارے کنارے سوئے۔ مگر ایک شیر آتا ہے سونے والوں کے ہر ایک کے منہ کو سونگھتا ہے۔ سونگھنے کے بعد اندر گیا اس نے عتبہ کے منہ کو سونگھا اور چیر پھاڑ کر برابر کیا اور چلا گیا۔ میں سوچنے لگا اے شیر! تجھے منہ کے سونگھنے کی ضرورت کیا تھی۔ یہ تو سبھی کافر تھے منہ سونگھنے کی ضرورت کیا تھی؟ تو جواب ملے گا سنو جی! رسول کے گستاخ کے منہ سے ایسی بو آتی ہے جو جانور بھی پہچانتے ہیں، وہاں کافر کی تلاش نہیں تھی، گستاخ کی تلاش تھی۔

کاتبِ وحی کا حشر

ایک کاتبِ وحی تھا، یعنی ابتداء میں وحی کی کتابت کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد ہوا کیا کہ مرتد ہو گیا۔ جب مرتد ہو گیا، تو مرنے کے بعد اسے دفن کیا گیا، تو زمین نے اسے اٹھا کر باہر پھینک دیا تو لوگوں نے سمجھا کہ شاید اصحابِ رسول نے اٹھا کر پھینکا ہو گا۔ پھر دفن کیا پھر پھینک دیا۔ تین چار مرتبہ جب پھینک دیا۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ رسول نے جس کو اپنے در سے نکال دیا ہے زمین بھی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

دوستو: ان تمام واقعات کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو۔ ادب والوں کے مال کو مد نظر رکھو اور بے ادبوں کے احوال کو یاد رکھو۔ یہ ادب والے ہیں، یہ تقویٰ والے ہیں، یہ اجرِ عظیم والے ہیں یہ مغفرت والے ہیں، یہ صلاح و فلاح والے ہیں، یہ کامیابی والے ہیں، یہ بے ادب ہیں، یہ رسوائی والے ہیں، یہ ذلت والے ہیں، یہ جہنم میں جانے والے ہیں، یہ قعرِ مذلت میں گرنے والے ہیں ان کے نتائج کو دیکھو اور ان کے نتائج کو بھی دیکھو اور ولید ابن مغیرہ جیسے بے ادب کو تو یہیں بھی سزا مل گئی۔ قرآن کریم کے اندر ہے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ یعنی اس کی سور جیسی تھوتھنی پر ہم داغ دیں گے۔ ذرا قرآن کا انداز تو دیکھو۔ سور جیسی تھوتھنی پر۔ یعنی یہیں چہرہ بگاڑ دیا جاتا ہے بے ادبوں کا۔ دیکھ لو کسی بے ادب کو پہچان لو گے۔

کفر جب گستاخ ہوجائے

ایک بات میں تمہیں بتاؤں۔ کفر بری چیز ہے۔ مگر جب کفر، کفر کی حد تک رہے۔ دشمنی، دشمنی کی حد تک رہے۔ امید ہے کہ ایمان کی توفیق مل جائے، مگر جب کوئی گستاخی کر دیتا ہے، تو اس سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب ∴ بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

گستاخ اپنے وقت کا کتنا بڑا علامہ ہی کیوں نہ ہو، گستاخی کر کے پھر توبہ کر سکے گا ارے میاں! کتنے بڑے علامہ ہو۔ مگر جنت کو بے دیکھے مانا۔ جہنم کو بے دیکھے مانا۔ عذاب قبر کو بے دیکھے مانا۔ ملائکہ کو بے دیکھے مانا۔ تو جب دیکھ کے ماننے والا نکال دیا گیا، تو بے دیکھے ماننے والوں میں کیا دیری؟ معلوم یہ ہوا کہ گستاخ کو توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔ اسی لیے دیکھو ابلیس گستاخ تھا، اور خدا تعالیٰ کے عذاب کی سختی کو وہ جانتا تھا۔ مگر مغفرت نہیں مانگتا۔ مہلت مانگتا ہے، توبہ نہیں کرتا۔ اسے تو توبہ کرنی چاہیے تھی۔ مگر نہیں کرتا معلوم یہ ہوا کہ گستاخ جو ہوا کرتا ہے اس سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور میں بتاؤں قرآن کریم کی آیت سے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ اے محبوب! دیکھو یہ تمہاری کیسی کیسی مثالیں لاتے ہیں۔ کبھی شاعر کہتے ہیں کبھی ساحر کہتے ہیں، کبھی سحر زدہ کہتے ہیں کبھی مجنون کہتے ہیں کیسی کیسی مثالیں لاتے ہیں، مگر یہ گمراہ ہو گئے۔ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا اب یہ راستے پر پلٹ کے آنے والے نہیں ہیں۔ ان سے استطاعت چھین لی گئی۔ بغل میں بخاری ضرور رہے گی۔ سر پر قرآن بھی رہے گا مگر اگر گستاخی کی ہے تو توبہ نہیں کر سکیں گے توبہ کی توفیق چھین لی جائے گی۔ دیکھو فاروق اعظم دشمن ضرور تھے گستاخ نہ تھے خالد بن ولید دشمن ضرور تھے گستاخ نہ تھے ابو سفیان دشمن ضرور تھے گستاخ نہ تھے مگر ابوجہل گستاخ تھا عتبہ و شیبہ گستاخ تھا۔ ابولہب گستاخ تھا۔ عقبہ ابن ابی معیط گستاخ تھا ولید بن مغیرہ گستاخ تھا۔ دیکھو عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے گستاخ نہ تھے، باپ گستاخ تھا، بیٹا گستاخ نہ تھا۔ بیٹا مومن ہوا، باپ رہ گیا۔

ایک عاشقِ رسول کا جواب

ان تمام واقعات کو سامنے رکھنے کے بعد کیا آپ یہ نہ کہیں گے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ آخر میں چلتے چلتے میں کہوں گا دوستو! اگر تم اسلام کی شوکت کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اگر تم اسلام کی بلندیوں کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اگر تم اسلام کی رفعت کو سمجھنا چاہتے ہو تو تمہیں بانیٔ اسلام کی شوکت کو سمجھنا پڑے گا۔ مکان کی عظمت مکین کی عظمت سے ہوتی ہے۔ اگر مکین بڑا ہوتا ہے تو مکان بھی بڑا ہوتا ہے۔ کعبہ بڑا کیوں ہے؟ اس لئے کہ آپ اسے بیت اللہ کہتے ہیں۔ گنبدِ خضریٰ کیوں عظیم ہے، اس لیئے کہ وہ رسول کا مکان ہے تو جو مکان کی عظمت ہوتی ہے وہ مکین کی عظمت سے ہوا کرتی ہے۔ تو سنو جی بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب چند قوموں کے افراد تمہارے سامنے ہوں گے یہ یہودی ہے۔ یہ عیسائی ہے یہ اہلِ ہنود ہیں کھڑے ہوئے ہیں اور ایک ہندو کہہ رہا ہے سنو جی! ہمارے رہنما کا حال پوچھنا چاہتے ہو۔ ہم جس کو رام کہتے ہیں ہم جس کو لچھمن کہتے ہیں، آؤ اس کی توانائیوں کو سمجھو۔ اس نے سبت بھاری کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عیسائی بولے گا سنو جی! ہم جس کو نبی مانتے ہیں، وہ ایسا نبی تھا جس نے مردوں کو زندہ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے یہودی بولیں گے کہ دیکھو ہمارے حضرت موسیٰ کا حال یہ ہے کہ انہوں نے پتھروں سے چشمہ جاری کر دیا۔ دیکھو کوہِ طور پہ کلام کیا۔ سب اپنے مرکزِ عقیدت کی تعریف کر رہے ہیں۔ بولو! اے مسلمانو! ان کے مقابلے میں اگر تمہیں بولنا پڑے تو تم کیا بولو گے کیا یہی بولو گے کہ ہمارا نبی تمہاری طرح ہے۔ ہمارا نبی تو مر کے مٹی میں مل گیا ہے۔ ہمارا نبی تو پیٹھ کے پیچھے کی بھی خبر نہیں رکھتا۔ ایسا جب تم کہو گے تو وہ کہیں گے پھر تو ہمارے اچھے ہیں تمہارے سے۔

سنو ایسے موقع میں مجھے بولنا پڑا تو میں کہوں گا کہ اے دھنش کے توڑنے والے تو نے اسی دنیا کی مادی دھنش کو توڑا اور پوری طاقت سے توڑا اور میرے رسول نے تو چمکتے ہوئے چاند کو توڑا اور ایک اشارے سے توڑ دیا۔

سنو اے حضرت مسیح کا کلمہ پڑھنے والو! ٹھیک ہے انہوں نے مردوں کو زندہ کر دیا بڑا معجزہ ہے۔ مگر انہوں نے مُردوں کو زندہ کیا اور مردہ اسی کو کہتے ہیں جس میں روح کی صلاحیت اور روح نہ ہو، اس کو مردہ نہ کہیں گے جس میں روح کی صلاحیت ہی نہ ہو تو حضرت مسیح نے مُردوں کو زندہ کیا، یعنی نکلی ہوئی روح کو پلٹایا اور میرے رسول نے تو بے روح کنکریوں میں جان ڈال دی۔

اگر حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے پتھروں سے پانی نکالا تو میرے رسول نے انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکالا۔ اگر حضرت کلیم کو شرفِ تکلم ملا کوہِ طور پر، تو میرے رسول کو شرفِ تکلم ملا عرشِ عظیم پر۔ ذرا غور تو کرو سنو اچھی طرح سنو! اے حضرتِ موسیٰ کا معجزہ یاد کرنے والو یاد رکھنا حضرتِ موسیٰ کیلئے قانون تھا اے موسیٰ کچھ کہنا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ لینا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ سننا ہے تو طور پر آؤ۔ اے موسیٰ کچھ معروضہ پیش کرنا ہے تو طور پر آؤ۔ مگر حبیب کا معاملہ یہ تھا۔ اے حبیب تجھے کچھ کہنا ہے تو طور پر جانے کی ضرورت نہیں۔ اے نبی صفا و مروہ پر بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ جبلِ رحمت پر بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ کعبہ میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ مسجد حرام میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ بیت المقدس میں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ اے محبوب تجھے کچھ کہنا ہو تو زبان بھی ہلانے کی ضرورت نہیں۔ نظریں اٹھاؤ تو قبلہ بدل دیا جائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

پسچ ہے با ادب بانصیب۔ بے ادب بے نصیب

بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کیلئے مؤدبانہ کھڑے ہو جایئے
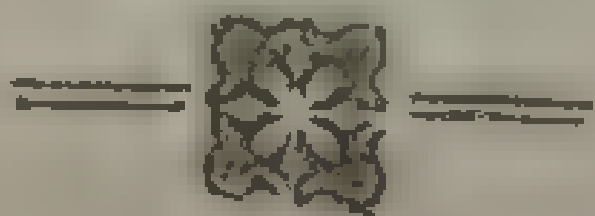
خطبہ (۳)

وسیلہ

یَاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ
الْوَسِیْلَۃَ وَجَاہِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ

صرف اتنا ہی نہیں غم سے رہائی مل جائے
وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے

دور رکھنا ہو تو پھر جذب اویسی دے دو
تاکہ مجھ کو بھی تو کچھ کیف جدائی مل جائے

میں یہ سمجھوں گا مجھے دولت کونین ملی
راہِ طیبہ کی اگر آبلہ پائی مل جائے

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھئیے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

وسیلہ تلاش کرو

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کر دیا۔ زمانہ بہت ہی پُرآشوب ہوتا جا رہا ہے۔ بعض ایسے واضح اور سامنے کے مسائل

نظری بنتے جارہے ہیں۔ جن مسائل کو سمجھنے کیلئے کسی دلیل کے دینے کی ضرورت نہیں تھی آج ان کو سمجھانے کیلئے دلیل کی ضرورت پڑ رہی ہے اور اگر زمانہ یونہی ترقی کرتا گیا تو کہیں ایسا دور نہ آجائے کہ دن میں دن کو سمجھانے کیلئے دلیل دینی پڑے اور رات میں رات کو سمجھانے کیلئے دلیل دینی پڑے۔ کہیں ایسا زمانہ نہ آجائے کہ آگ میں حرارت ہے لوگ کہیں دلیل دو۔ بڑی مشکل ہے نہ ہم خود جلنے کو تیار ہوں گے اور نہ انہیں جلائیں گے۔ تو اب دلیل دیں تو کیسے دیں؟

تو عجیب زمانہ ہے ایسی باتیں جن کے ماننے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں تھی کسی برہان کی ضرورت نہیں تھی، کسی حجت کی ضرورت نہیں تھی۔ آج اس کیلئے بھی دلیل مانگی جاتی ہے برہان کا مطالبہ کیا جاتا ہے حجت کی تگ و دو ہو رہی ہے سنو عالم کی دو قسمیں ہیں ایک عالم امر دوسرا عالمِ خلق ویسے مختلف جہتوں، مختلف اضافتوں مختلف حیثیتوں سے عالم کی تو بے شمار قسمیں ہیں مگر میں جس جہت سے تقسیم کر رہا ہوں میں جس حیثیت سے بات عرض کر رہا ہوں اس جہت سے عالم کی صرف دو قسمیں ہیں ایک ہے عالم امر اور دوسرا ہے عالم خلق۔ عالم امر اسے کہیں گے کہ رب کُن فرمائے اور چیز ہو جائے نہ سبب نہ وسیلہ نہ ذریعہ، نہ یہ، نہ وہ، الغرض اس چیز کا وجود محتاجِ وسائل نہیں بلکہ رب تعالیٰ نے کُن کہا اور چیز ہو گئی تو کُن کہہ دینے سے جس چیز کا وجود ہو جائے وہ عالمِ امر کی چیز ہے عالم امر میں جو کچھ پیدا ہوا اس کا بھی خالق خدا ہی ہے اور عالمِ خلق میں بھی جو کچھ پیدا ہوا اور جو کچھ ہو گا اس کا بھی خالق خدا ہی ہے، مگر فرق اتنا ہے کہ وہاں کُن کہہ کے پیدا کیا اور یہاں اسباب سے لگا دیا وہاں کن کہہ دیا روح ہو گئی مگر خود روح والے کو یعنی جس کو روح والا بنانا ہے رب تبارک و تعالیٰ نے کن کہہ کے نہیں پیدا کیا۔ دیکھو سیدنا آدم علیہ السلام کا مجسمہ کیا کُن کہہ کے نہیں بن سکتا تھا۔ کن ہو جا مجسمہ تیار ہو جاتا مگر نہیں عناصرِ اربعہ کی ترکیب جاری ہے مجسمہ تیار کیا جا رہا ہے لاؤ مٹی لاؤ پانی، لاؤ آگ، لاؤ ہوا۔ اے فرشتو! اس کو گوندھو اور گوندھ کرکے مجسمہ تیار کرو۔ اتنی ضرورت میرے رب

کے لیے نہیں تھی۔ قادرِ مطلق کیلئے نہیں تھی۔ مجسمہ آدم کو وہ کن کہتا ہو جاتا مگر نہیں روحِ آدم عالمِ امر کی ہے اور مجسمہ آدم عالمِ خلق کا ہے اور دونوں کی تخلیق سے الگ الگ سنتِ الٰہیہ متعلق ہے۔

عالمِ اسباب

تو ہم کو کہاں رکھا گیا ہے۔ عالمِ اسباب میں رکھا گیا۔ عالمِ وسائل میں رکھا گیا بتاؤ کوئی چیز ایسی ہے جو تمہیں بے وسیلہ مل سکتی ہے دینے والا خدا ہے، رزاق خدا ہے، خالق خدا ہے، مالک خدا ہے ایک ہی دینے والا ہے۔ ایک ہی پیدا کرنے والا ہے۔ ایک ہی رزق دینے والا ہے۔ مگر بتاؤ تمہارے منہ میں کوئی لقمہ بغیر وسیلے کے آسکتا ہے؟ کیا تمہاری ناک میں ہوا کا کوئی حصّہ بغیر وسیلے کے آ سکتا ہے بولو اچھی طرح سے بولو۔ سوچو یہ عالمِ خلق۔ عالمِ خلق میں اگر ہم یہ کہیں کہ یہ اسباب و وسائل کی دنیا ہے، یہاں بغیر وسائل کے کوئی کام نہیں ہو سکتا اور کوئی کہے دلیل دو، تو ہم یہی سمجھیں گے کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ دن ہے اور آپ کہتے ہیں کہ دلیل دو۔

دوستو! ذرا سوچو کہ کس قدر سامنے کی بات کر رہا ہوں کہ یہ انسان سوچتا ہے تو دماغ کے ذریعہ سوچتا ہے دیکھتا ہے تو آنکھ کے ذریعہ سے دیکھتا ہے بولتا ہے تو زبان کے ذریعہ سے بولتا ہے۔ سنتا ہے تو کان کے ذریعہ سنتا ہے چلتا ہے تو پیر کے ذریعہ چلتا ہے کام کرتا ہے تو ہاتھ کے ذریعہ کرتا ہے۔ یہاں عالمِ وجود میں آیا تو والدین کے ذریعہ آیا اپنی زندگی بچاتا ہے تو آب و ہوا کے ذریعہ کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ سارے ذرائع خدا نہیں ہیں، بلکہ یہ سب غیرِ خدا ہیں بایں ہمہ ان وسائل و ذرائع میں سے اگر کسی سے بے پرواہی برتو تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے۔ اچھی طرح سے دیکھو کہ انسان کس قدر ذرائع استعمال کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی مخالفت کرتا ہے تو اپنی عقل کے ذریعہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میرے رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے علم کی نفی کرتا ہے تو اپنے ہی علم کے ذریعہ کرتا ہے۔

جب میرے رسول کے اختیار کا انکار کرتا ہے تو اپنی زبان اور اپنے اختیار کے ذریعے کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ رسول کو بے اختیار کہنے والے تجھے شرم آنی چاہیے کہ تجھے تو انکار کا اختیار ہے اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ بھی اختیار نہیں تو دیکھو تمام کام ذرائع سے ہو رہے ہیں مگر جب اس انسان سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو کہتا ہے کہ اب ذریعہ نہیں چاہیے، بلکہ اب تو ڈائرکٹ پہنچ جائیں گے۔ سارا کام ان ڈائرکٹ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنا ڈائرکٹ۔

ڈائرکٹ اور اِن ڈائرکٹ

غور کیجئے کہ یہ اجلاس جس میں آپ شریک ہیں، وہ اس بلڈنگ کے بالائی حصے پر ہو رہا ہے یہاں تک آپ زینوں کے ذریعے آئے ہیں۔ ہے کوئی آنے والا جو یہاں ڈائرکٹ آگیا ہو؟ میں نے دیکھا کہ سب آنے والے زینے کے ذریعے آرہے ہیں۔ یہاں تک آنے کیلئے جو ایک راستہ بنا ہوا ہے، اسی راستے سے آرہے ہیں میں سوچنے لگا یہ معاملہ کیا ہے کہ معمولی سی بلندی پر آئیں تو بغیر ذریعہ نہ آسکیں اور خدا تعالیٰ تک بغیر ذریعہ پہنچ جائیں کیا کوئی ایسا شارٹ روٹ ہے؟ کوئی ایسا راستہ ہے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچ جائیں مگر کوئی ذریعہ اختیار نہ کرنا پڑے؟ نہ رسول کا ذریعہ، نہ محبوبِ الٰہی کا ذریعہ، نہ خواجہ اجمیری تک در پر جانا پڑے، نہ غوث جیلانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے در پر۔ واقعی اگر کوئی ایسا شارٹ روٹ ہے تو ہم بھی نہ چلیں ان کے ساتھ کیا ضرورت ہے اتنا لمبا راستہ اختیار کرنے کی؟ پیرِ طریقت علامہ علاؤالدین صدیقی صاحب کے ذریعہ ہم جائیں گے تو یہ ہم کو کہاں کہاں لے جائیں گے کبھی بارگاہ شہنشاہِ نقشبند میں سے جائیں گے کبھی بارگاہِ چشت میں، کبھی بارگاہِ قادریت میں سے جائیں گے اور کبھی بارگاہِ سہروردیت میں۔ تو کہاں کہاں جانا پڑے گا، لہٰذا اگر ہمیں کوئی شارٹ راستہ مل جائے کہ نہ اجمیر جانا پڑے نہ لاہور۔ نہ بغداد جانا پڑے نہ کربلا۔ یہاں تک کہ گنبدِ خضریٰ کیلئے بھی شدِ رحال نہ کرنا پڑے تو یہ تو بڑا اچھا ہے نا، یہاں سے بیٹھے بیٹھے وہاں پہنچ

لوگ آج تیز رفتاری پسند کرتے ہیں۔ دیکھو اب ٹرینیں چل رہی تو اب گدھوں پر کون سواری کرے گا؟ یوں ہی ہوائی جہاز کی موجودگی میں پرانی سواریوں کو کون پسند کریگا؟ لہٰذا اگر واقعی ملک کے دانشوروں نے ملک کے عقلمندوں نے اور ملک کے علم والوں نے کوئی ایسا روٹ بالیلہ ہے، تو اسے بتانا چاہیے کہ دیکھو یہ ایک ایسا روٹ ہے جس سے تم خدا تک ڈائرکٹ جا سکتے ہو اس لئے کہ میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ جب انسان یہاں ڈائرکٹ آ نہیں سکتا تو وہاں کیسے جا سکتا ہے؟ اچھا آؤ اس وقت کا تصور کرو، جب آپ کو چلنے پھرنے کا اختیار نہ ہوگا یعنی جب آپ کے ہاتھوں میں توانائی نہ ہوگی جب آپ کے پیروں میں طاقت نہ ہوگی۔ جب آپ کو چلنے پھرنے کا اختیار نہ ہوگا یعنی جب روح نکال لی جائے گی اب ایسے وقت میں آپ کو اپنے مکان سے قبرستان تک ایک سفر کرنا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان والوں کے کاندھے پر آپ جا رہے ہیں، دیکھئے نہلایا جا رہا ہے مگر دوسرے نہلا رہے ہیں کفن پہنایا جا رہا ہے، مگر دوسرے پہنا رہے ہیں۔ الغرض، ایمان والوں کے کاندھے پر آپ وہاں پہنچ رہے ہیں، عزت و احترام کے ساتھ آپ کو اتارا جا رہا ہے تو میں یہ سوچنے لگا کہ یہ قبر کی منزل ہے جب یہاں یہ انسان ڈائرکٹ نہیں آ رہا ہے تو یہ خدا تک ڈائرکٹ کیسے پہنچے گا! میں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ یہ مسئلہ کتنا واضح ہے، مگر لوگ آج کہتے ہیں کہ دلیل دو۔

ڈائرکٹ سفر کرنے کا ایک آسان روٹ

میں اپنے صدر باوقار سے ایک التماس کروں گا کہ وہ مجھے اس بات کی اجازت دیں۔ میں نے ڈائرکٹ سفر کا ایک روٹ نکالا ہے۔ وہ سمجھا دوں کبھی محنت کریں گے، تو کیا نہیں پڑے گا۔ ڈائرکٹ سفر کا ایک روٹ میں نے نکال ہی لیا وہ کیا ہے؟ سنو، مگر ڈائرکٹ سفر کا روٹ ہے جو خدا تک پہنچنے والا نہیں ہے۔ میں صرف سفر کی بات کر رہا ہوں۔ ایک سفر ایسا ہوتا ہے جو ڈائرکٹ ہوتا ہے آپ کہیں گے بھائی وہ کونسا سفر ہے؟ دیکھو جی نیچے سے جو اوپر آیا نا، وہ زینے کے واسطے سے آیا۔ زینے کا واسطہ

نہ ملتا، تو ہو سکتا ہے کہ وہ رسی پھینکتا اور رسی کے واسطے سے آتا کسی کے کاندھے کے واسطے سے آتا، ہیلی کاپٹر پہ اڑ کر آتا۔ الغرض نیچے سے اوپر آنیوالا بے چارہ واسطہ اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اگر وہ یہ چاہے کہ بغیر واسطہ وہ نیچے سے اوپر آ جائے تو کبھی نہیں آ سکتا بہت مجبور ہے ان کی لاچاری پر رحم آتا ہے ان کی بے کسی پر رحم آتا ہے۔ اگر کوئی صاحب اوپر ہوں اور انہیں وہیں سے دھکیل دو تو وہ ڈائرکٹ نیچے چلے جاتے ہیں نہ زینے کی ضرورت ہے نہ رسی کی ضرورت ہے نہ ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے، نہ کسی اور کی ضرورت ہے یہ بھی ایک سفر ہے جو ڈائرکٹ ہوتا ہے تو اب بھی اگر کوئی کہے کہ سنو میں واسطے سے سفر کر رہا ہوں۔ سمجھ لینا کہ نیچے سے اوپر جا رہا ہے، اس لئے کہ نیچے سے اوپر بغیر واسطے کے کوئی جا ہی نہیں سکتا۔

اگر کوئی کہے میں تو ڈائرکٹ سفر کر رہا ہوں تو اس کو بھی جھٹلانے کی ضرورت نہیں ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ یقیناً اوپر سے نیچے جا رہا ہے یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ جو نیچے سے اوپر جا رہا ہے اس کی آخری منزل اعلیٰ علیین ہے اور جو اوپر سے نیچے آ رہا ہے اس کی آخری منزل اسفل السافلین ہے۔ منزل بدل گئی۔ سفر کا انداز بدل گیا۔

اعلیٰ علیین عالمِ برزخ میں سب سے اونچے درجے کا نام ہے اور اسفل السافلین جہنم کے سب سے نیچے درجے کا نام ہے۔

دیکھو ایک مرتبہ ایک عجیب بات ہوئی ایک صاحب نیچے سے اوپر چلے وہ جا ہی رہے تھے کہ ایک آواز آئی کہاں جا رہے ہو مت جاؤ۔ ایک صاحب روکنے لگے مت جاؤ۔ نہیں نہیں صاحب میں تو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگے اس پر وہ روکنے والے دامن کھینچنے لگے۔ الغرض وہ آگے بڑھتے رہے اور یہ قدم پکڑتے رہے تو معلوم ہوا کہ یہ جو ان ڈائرکٹ سفر کر رہے ہیں ان کی راہ میں رکاوٹ بہت ہے۔ ایک قدم بڑھایا اجمیر کی طرف سے آواز آئی مت جاؤ! خواجہ محبوب الٰہی کی طرف۔ مت جاؤ

سرکار لاہوری کی طرف بڑھے، مت جاؤ۔ خواجہ اجمیری کی طرف چلے، مت جاؤ۔ سرکار بغداد کی طرف چلے مت جاؤ۔ معلوم ہوا کہ نیچے سے اوپر جو جا رہے ہیں اور زینے سے جا رہے ہیں ان کیلئے رکاوٹ بہت ہے جگہ جگہ رکاوٹ ہے، مگر دوستو جب ایک شخص اوپر سے نیچے جا رہا تھا تو کوئی نہیں کہہ رہا تھا کہ مت جاؤ نہ کسی نے دامن پکڑا نہ ہاتھ تھاما، نہ بازو پکڑا۔ ارے کوئی تو جائے اس کے ساتھ مہربانی بھی کرے۔

اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ بزرگوں کے واسطے پہنچا جائے اور اس صحیح راستے کو ابلیس خوب جانتا ہے لہٰذا وہ رکاٹ ڈالتا ہے کہ اگر یہ چلنے والا اسی راستے پر چلتا رہا تو یقیناً خدا تعالیٰ تک پہنچ جائیگا اور یہ چھوڑ کے جا رہا ہے انہیں ابلیس نے بھی چھوڑ دیا۔ جاؤ کہاں جاؤ گے؟ وہیں تو جا رہے ہیں جہاں ہمیں بھیجا تھا۔

وسیلے کی قسمیں

دیکھا آپ نے خدا تعالیٰ تک بغیر وسیلہ نہیں پہنچ سکتے یہ مسئلہ کتنا واضح اور روشن مسئلہ ہے۔ مگر کتنے غضب کی بات ہے کہ آج اسے دلیل کی روشنی میں سمجھانے کی ضرورت پڑ رہی ہے۔ دیکھئے صاحب ایک ایک چیز اور خود انسان اسباب و وسائل میں بالکل جکڑا ہوا ہے۔ آؤ غور کرو کہ میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس میں وسیلہ کا لفظ آیا ہے۔ پہلے یہ سمجھیے کہ وسیلے کیلئے کتنی باتیں ضروری ہیں۔ تو اس کیلئے تین باتیں ضروری ہیں ایک وہ ہے جس کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔ دوسرا وہ جو وسیلہ بنائے اور تیسرا وہ ہے جس کو وسیلہ بنائے اب غور کیجئے حضرت مولانا بشیر صاحب کو میں نے وسیلہ بنایا تو یہ ہو گئے وسیلہ اور میں ہوا وسیلہ چاہنے والا اور جس کی بارگاہ کا میں نے انہیں وسیلہ بنایا وہ بارگاہ وہ ہے جس میں وسیلہ بنایا، تو تین ہوئے کہ نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ وسیلہ بنانے کی ضرورت اس لیئے پیش آئی کہ جس کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جا رہا ہے وہ بارگاہ ہماری نگاہ میں عظیم ہے جہاں ہم جانے کی اپنے اندر صلاحیت نہیں پا رہے ہیں یا کوئی اور وجہ ہو جو ڈائرکٹ

حاضری میں رکاوٹ ڈالتی ہو۔

مثال کے طور پر ایک بادشاہ ہے اور ہم اس کے نافرمان ہیں، تو نافرمان ہونے کی وجہ سے ہمیں خوف لگے گا کہ اگر بادشاہ سے کچھ ہم کہنے جائیں تو نافرمانی کی بنیاد پر کہیں وہ عتاب نہ نازل فرمائے، تو ہم کیا سوچیں گے کہ بادشاہ کے پاس جانا یہ تو ہمارے بس کی بات نہیں ہے چلو کسی ایسے سے ملا جائے جس کو بادشاہ بہت چاہتا ہو جس کی بات بادشاہ رد کرنا پسند نہ فرماتا ہو تو ہم نے سوچا یہ فلاں وزیر اعظم ہیں۔ چلو ان سے ملا جائے۔ مگر سوچا ان سے بھی تو کوئی راہ و رسم نہیں ہے اچھا تو کسی ایسے کو تلاش کرو۔ جس سے ہمارا تعلق ہے اور اس کا وزیر اعظم سے تعلق ہے۔ اب اس تلاش میں ہو سکتا ہے کہ لائن لمبی لگ جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہی ایک آدمی سے کام چل جائے مگر یہاں ایک ایسے کی تلاش ہے جو ہمارے گناہوں اور جرموں سے نظر ہٹائے اور ہم جس کے گنہگار ہیں اس کی بارگاہ میں سفارش کرے۔ یہ درست ہے کہ ہم جس کی بارگاہ کے گنہ گار ہیں۔ اس کے رحمان و رحیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں مگر وہ قہار و جبار بھی ہے۔ اس کے قہر و جبر کی بھی کوئی انتہا نہیں لہٰذا ہمیں کسی ایسے کی تلاش ضرور کرنی پڑے گی جو ایسا رحیم و کریم ہو کہ ان جرموں اور گناہوں کے باوجود ہمیں اپنے دامن میں پناہ دینے کیلئے تیار ہو راضی ہو اور صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ اس کا اعزاز بارگاہِ خداوندی میں اتنا ہو کہ جب وہ کچھ کہے تو رب تبارک تعالیٰ کا فضل اسے راضی کر دے، تلاش کرو، تلاش کرنا پڑے گا تو ایک بیچ والے کی تلاش ہمیشہ رہتی ہے جس کا تعلق ادھر سے بھی ہو ادھر سے بھی ہو معلوم یہ ہوا کہ راہ و رسم بنانے میں چاہے کئی منزلیں کیوں نہ ہو جائیں مگر اس کے بغیر چارہ نہیں دیکھو صحابہ کرام نے رسول پاک کو راضی کیا۔ تابعین نے صحابہ کو راضی کیا، تبع تابعین نے تابعین کو راضی کیا ائمہ مجتہدین نے ان کو راضی کیا تو یہ سلسلہ چلا آرہا ہے لیکن چودہ صدیاں گزر گئیں تو اب لائن تو لمبی ضرور ہو جائیگی مگر ہمیں اس سلسلہ رحمت کی کسی ایک کڑی سے رابطہ قائم کرنا پڑیگا رابطہ قائم کرنا پڑیگا۔ نسبت قائم کرنی پڑے گی

اس لئے کہ اگر ہم نے ان سے کوئی نسبت قائم نہیں کی تو پھر سفارش کس بنیاد پر کریں گے؟ کیوں سفارش کریں گے؟ بس میں یہی عرض کر رہا تھا کہ کم سے کم تین کی ضرورت ہے ایک ہے سفارش کرانے والا اور ایک وہ ہے جو سفارش کرے اور ایک وہ ہے جس کی بارگاہ میں سفارش کی جائے تو جب ہم خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ بنائیں گے تو بتاؤ خدا کی بارگاہ میں خدا تعالیٰ ہی کو وسیلہ بنائیں گے؟ آپ کہیں گے نہیں خدا تعالیٰ وہ ہے جس کی بارگاہ میں وسیلہ بنائیں، مثلاً رسول وہ ہیں جس کو ہم نے وسیلہ بنایا ہم وہ ہیں جو وسیلہ بنانے والے ہیں چلیے رسول کو نہ بنائیے آپ اپنے عمل کو بنائیے اور کہہ دیجئے کہ ہمارا عمل ہمارا وسیلہ ہے ہماری نماز وسیلہ ہے ہمارا حج وسیلہ ہے۔ ہمارا روزہ وسیلہ ہے۔ ہمارے اعمال خیر و خیرات وسیلہ ہیں ہمارا زکوٰۃ دینا وسیلہ ہے۔ ہمارے نیک اعمال وسیلہ ہیں۔ بہر حال ٹھیک ہے ہم اس وقت یہ نہیں کہہ رہے ہیں آپ کس کو وسیلہ بنائیں مگر اتنا تو یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ چاہے تم کسی کو بھی وسیلہ بناؤ مگر وہ وسیلہ خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہی ہے اسلام کو وسیلہ بناؤ تو اسلام کا نام خدا نہیں ہے نماز کو وسیلہ بناؤ تو نماز بھی خدا نہیں ہے روزہ کو وسیلہ بناؤ تو روزہ بھی خدا نہیں ہے حج کو وسیلہ بناؤ تو حج بھی خدا نہیں ہے زکوٰۃ کو وسیلہ بناؤ تو زکوٰۃ بھی خدا نہیں ہے اعمال خیر و خیرات کو وسیلہ بناؤ تو یہ بھی خدا نہیں ہے کسی انسان کو وسیلہ بناؤ تو یہ بھی خدا نہیں ہے کسی بزرگ کو وسیلہ بناؤ تو یہ بھی خدا نہیں ہے کسی پیغمبر کو وسیلہ بناؤ تو یہ بھی خدا نہیں ہے وسیلہ تو ہمیں بنانا ہے جس چیز کو چاہو بناؤ مگر بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ وسیلہ غیر خدا ہی ہے خدا نہیں ہے۔ بہت ہی صاف بات ہے بہت ہی روشن بات ہے اچھا ہم تھوڑے ہی یہ ضد کر رہے ہیں کہ ہم جس کو وسیلہ بناتے ہیں آپ بھی اسی کو بنائیے ہم کہتے ہیں کہ جس کو بھی چاہو بناؤ اپنی سمجھ کے مطابق اپنی دانائی کے مطابق، مگر وسیلہ تو غیر خدا ہی ہوگا جب وسیلے کی تشریح شروع ہو گئی تو کسی نے کہا وسیلے سے مراد اسلام ہے۔ وسیلے سے مراد محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں وسیلے سے مراد صحابہ کرام ہیں وسیلے سے مراد اہل بیت ہیں۔

وسیلے سے مراد علمائے ملت اسلامیہ ہیں وسیلہ سے مراد اولیائے کرام ہیں وسیلے سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں تو اب وسیلے سے مراد اسلام ہو چاہے اعمالِ صالحہ ہوں۔ چاہے بزرگانِ دین ہوں چاہے اہلِ بیت ہوں، چاہے صحابہ ہوں چاہے ائمہ مجتہدین ہوں چاہے سلف صالحین ہوں۔ الغرض آپ نے جس کو بھی وسیلہ بنایا وہ غیر خدا ہی ہوگا وسیلہ کیا کرتا ہے وسیلہ کا کام کیا ہے؟ تو وسیلہ سفارشی ہوتا ہے تو اب اگر کوئی اس طرح کا عقیدہ بنائے کہ غیر خدا کو وسیلہ و سفارشی نہیں بنایا جا سکتا، تو میری سمجھ میں نہیں آتا وہ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ کا کیا ترجمہ کرے گا اور کیا مطلب بتلائے گا۔

وسیلہ قرآن عظیم میں

رب تبارک و تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ وسیلہ سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں میں نے اقوالِ مفسرین آپ کے سامنے رکھ دیئے مگر تمام مفسرین کے کلام کو دیکھنے کے بعد جو معنی میرے ذہن میں آیا ہے اب اسے عرض کر رہا ہوں۔ اس آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کر دیا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے تو معلوم ہوا خطاب ہے ایمان والوں سے۔ اب دیکھئے سے مراد ایمان نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اگر وسیلے سے مراد ایمان ہوتا تو پھر اسے تلاش کرنے کا حکم ایمان والوں کو نہ دیا جاتا بلکہ اس صورت میں خطاب ان سے ہوتا جو ایمان سے خالی ہیں اس لیے کہ جو ایمان لا چکا تو اب وہ ایمان کیا تلاش کرے الغرض اس آیت میں وسیلے سے مراد ایمان نہیں ہو سکتا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ؟ ہر وقت کانپتے رہو ہر وقت لرزتے رہو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نافرمانی مت کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو یہی تو تقویٰ ہے نا۔ تو دیکھو وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ میں تقویٰ میں سارے اعمال صالحہ آ گئے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی عمل نہ کرے اور متقی ہو جائے تو تقویٰ میں اعمال آ گئے۔ المختصر یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں ایمان آ گیا وَاتَّقُوا اللّٰہَ میں اعمال آ گئے اور جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ

میں جہاد آگیا اس طرح جہاد کا ذکر بھی الگ کر دیا گیا تو اب وسیلہ کا معنی بتاؤ اور ایسا معنی جو نہ ایمان ہو نہ اعمال ہوں، نہ جہاد ہو اس لئے کہ ان سب کا ذکر تو الگ الگ ہو ہی چکا ہے تو اب بتاؤ وسیلے سے کیا مراد ہے؟ تو یہی کہو گے کہ اٰمنوا میں ایمان کا ذکر آگیا۔ تقویٰ میں اعمال کا ذکر ہوگیا اور جَاھِدُوا میں جہاد کا ذکر ہوگیا اب وسیلے سے مراد ایمان نہیں ہے۔ جانِ ایمان ہے۔ یعنی ایمان کا دینے والا ہے۔

الغرض ظاہر ہوگیا کہ یہاں وسیلے سے مراد جانِ ایمان یعنی ایمان کا دینے والا ہے وسیلے سے مراد اعمالِ صالحہ کی تعلیم دینے والا ہے۔ اعمالِ صالحہ کو سکھانے والا ہے۔ وسیلے سے مراد جہاد کا ڈھنگ بتلانے والا ہے اور بولو وہ کون ہیں تو یہی تو جواب ہوگا کہ وہ ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کا معنی اب یہ ہوگیا کہ اے ایمان والو! تقویٰ والو تم ایمان لائے بہت اچھا کیا تم نے تقویٰ کی زندگی اختیار کی بہت بہتر کیا تم نے جہاد اپنا لیا بہت اچھا کیا، مگر اب سب کچھ کر کے رسول کو وسیلہ بھی بناؤ تاکہ بارگاہِ قرب تک پہنچ بھی سکو۔

حیاتِ رسول کی قسمیں

اچھا یہ تو آیت کا مطلب ہوگیا اور یہ مطلب میں یوں ہی نہیں بتا رہا ہوں، بلکہ رسول کو وسیلہ بنایا گیا اور آپ سے توسل کیا گیا۔ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ ذہن نشین فرما لیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی ہماری نگاہوں میں آنے سے پہلے کی زندگی، دوسری جب ہمارے پاس تشریف لے آئے اس وقت کی زندگی اور تیسری جب نگاہوں سے روپوش ہوگئے اس وقت کی زندگی۔ تین زمانے ہوگئے تا۔ زمانے کی تقسیم کریں ایک زمانہ جب کہ نورِ محمدی نے ابھی جامۂ بشریت نہیں پہنا تھا۔ دوسرا زمانہ وہ جبکہ نورِ محمدی جامہ بشریت پہن کر بشر کی اور انسانوں کی ہدایت کیلئے ہماری نگاہوں کے سامنے آیا یہ ترسٹھ سالہ زندگی پر مشتمل ہے اور تیسرا زمانہ وہ جبکہ ہماری نگاہوں سے سرکار روپوش

ہوگئے تھے تو میں ہر ہر زمانے کو الگ کر کے بتاؤں کہ ہر زمانے میں رسول کو وسیلہ بنایا گیا اور اب اس کے بعد چوتھا زمانہ تمہیں ملے گا ہی نہیں کہ وسیلہ نہ بناؤ۔

اب دیکھو ابھی میرے رسول کا ظہور بھی نہیں ہوا ہے۔ نورِ مصطفےٰ ابھی جامہ بشریت میں نہیں آیا ہے۔ پہلے کا حال سنیں سیدنا آدم علیہ السلام سے ایک بھول ہو گئی اس بھول کو شریعت کی زبان میں زلّت کہا گیا ہے۔ اس زلت کو یاد رکھنا، اس کو ضلالت نہ کہنا اس کو گمراہی نہ کہنا۔ زلّت جانتے ہو کیا ہے؟ بلا ارادہ بلا قصد اگر کوئی بھول ہو جائے تو وہ زلت ہے جس کو کہتے ہیں پھسل جانا۔ ہمارے یہاں کہتے ہیں پھسل گئے۔ کیا مطلب؟ آپ دریا کے کنارے چل رہے تھے ٹہلنے کیلئے، پھسل کے دریا میں چلے گئے۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ غسل کا ارادہ تھا۔ اور اگر یہی عمل غسل کے ارادے سے ہوتا تو بات کچھ اور ہوتی مگر بلا قصد و ارادہ ہوا۔ لہٰذا اسے زلت کہا جائے گا اور حضرت آدم علیہ السلام تو خود بھی نہیں پھسلے۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ شیطان نے پھسلا دیا اس کو ایسا سمجھیے کہ راستہ تو اچھا تھا، صاف تھا ایک صاحب نے اسے چکنا بنا دیا کہ ادھر ہی سے قاری اسماعیل صاحب روز گزرتے ہیں آج گزریں تو پھسل جائیں۔ ہوا بھی ایسا ہی قاری صاحب ادھر سے گزرے اور پھسل گئے تو اب اس وقت کیا کہا جائے گا یہی نا کہ پھسلے تو قاری اسماعیل، مگر فلاں نے پھسلا دیا۔ جس نے راستے کو چکنا بنا دیا، جس نے پھسلنے کے اسباب پیدا کر دیئے حضرت آدم علیہ السلام نے ندامت و شرم کے مارے آسمان پر نظر اٹھانا چھوڑ دیا۔ ؏

جن کا رتبہ ہے سوا ان کو سوا مشکل ہے

وہ بڑے مرتبے والے ہیں یاد رکھو سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف جس زلّت کا انتساب کیا گیا ہے وہ ان کے مقام اور ان کی منزل کے اعتبار سے ہے اس لئے کہ جس کو ان کیلئے زلت کہا گیا ہے، وہ تمہارا بڑے سے بڑا متقی بھی نہیں کر سکتا۔ اچھی طرح سے اس بات کا خیال رہے ؏

جن کا رتبہ ہے سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

خیر انہوں نے دُعا کی۔ مختصراً عرض کروں گا، واقعہ نگاری نہ کروں گا، دعا میں انہوں نے میرے رسول کا واسطہ دیا اور کہا الٰہ العالمین اے اللہ کریم میں اس کی ذات کا وسیلہ دے کر معافی اور مغفرت چاہتا ہوں جس کا نامِ نامی اسم گرامی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے اے اللہ! مجھے معاف فرما دے بحق محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

سوال ہوا؛ یہ حدیث جو ہے حاکم و بیہقی، دونوں نے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اسے بھی یاد رکھیے گا۔ تو رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم! تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیسے جان لیا؟ تو حضرت آدم علیہ السلام نے معروضہ پیش کیا کہ اے الٰہ العالمین جہاں میں نے دیکھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وہاں پایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ عرش کے پائے پر، عرش کے سینے پر، جنت کے اوراق پر جنت کے دروازوں پر، حوروں کی آنکھوں پر۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ یقیناً یہ کوئی محبوب بندہ ہے جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لگا لیا ہے تو رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

صَدَقْتَ يَا آدَمُ اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ اِمَّا اِذَا سَاَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَمَا غَفَرْتُكَ۔

اے آدم تو نے صحیح کہا جس کا تو نے وسیلہ دیا ہے وہ تمام مخلوق میں میرے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے اور جب تو نے سوال کر دیا ہے تو اس کے وسیلے سے میں نے تجھے معاف کر دیا اور اے آدم سنو اگر ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ معافی کا سوال کیا تھا؟

رسول کے میلاد سے اختلاف

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا اے محبوب! اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں دنیا ہی کو پیدا نہ کرتا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں دوستو رسول کا میلاد مقصود تھا۔

اس لئے زمین کا فرش بچھا دیا۔ رسول کا میلاد مقصود تھا اس لیے آسمان کا شامیانہ لگا دیا
رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لیئے چاند سورج کے چراغ جلا دیئے رسول کا میلاد مقصود تھا
اس لئے ستاروں کی قندیلیں روشن کر دیں۔ رسول کا میلاد مقصود تھا، اس لیے آبشار کے
نغمے جاری کر دیئے۔ رسول کا میلاد مقصود تھا اس لئے دریا کو رواں دواں کر دیا۔ یہ گردش
لیل ونہار کس لئے ہے؟ یہ کائنات کے نقش ونگار کس لئے ہے؟ یہ سب رسول کے میلاد
کے لئے جبھی میں عرض کرتا ہوں زمین بھی میلاد والی ہے یہ آسمان بھی میلاد والا ہے یہ چاند
سورج بھی میلاد والے ہیں اب اگر کسی کو رسول کے میلاد سے اختلاف ہو تو کم سے کم اس میلاد
والی زمین کو چھوڑ دے اس میلاد والے آسمان کو چھوڑ دے۔

تو سیدنا آدم علیہ السلام نے وسیلہ بنایا۔ یہ اس عہد کی بات ہے کہ ابھی نور محمدی جامہ
بشریت میں نہیں آیا تھا۔ سیدنا آدم نے وسیلہ بنایا۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ خود ہی
اپنے قصیدۂ نعمانیہ کے اندر تشریح پیش کر رہے ہیں۔

اے اللہ کے رسول آپ کی شان وہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے آپکو اپنی مغفرت کا وسیلہ بنایا	اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَ ۔

درستاں حالانکہ وہ آپ کے بظاہر باپ، مگر انہوں نے آپ کو وسیلہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان
کو معاف فرمادیا اور ان کی مغفرت فرمادی۔

اے اللہ کے رسول حضرت خلیل (علیہ السلام) کے اوپر جو آتش کدہ نمرود گل کدہ بن گیا اس کی وجہ آپ کا نور تھا جو پیشانی ابراہیم علیہ السلام میں چمک رہا تھا۔	وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ بَهَاكَ ۔

دیکھو آگ اس لئے جلائی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاکستر کر دیا جائے، مگر حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے اطمینان پر قربان ہو جاؤ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ٭ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

آج فیصلہ ہوگیا۔ ادھر نار کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور ادھر نورِ محمدی کو لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام جا رہے ہیں۔ نار و نور کا جھگڑا شروع ہوگیا اور قدرت نے فیصلہ کر دیا کہ ساری دنیا نار بن جائے اسے گلزار کرنے کیلئے ایک نور کافی ہے۔

وَدَعَاكَ اَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ فَاُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَ۔

اور اے اللہ کے رسول! حضرت ایوب علیہ السلام پر جب پریشانی آئی تھی، تو انہوں نے بھی آپ کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ یہ کس کے اشعار ہیں؟ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں ان کے شعر کو، شعر و شاعری نہ سمجھنا، وہ تو احادیث کا ترجمہ کر رہے ہیں تو تیر دوسرا کچھ کہے کم سے کم حنفی کو تو ماننا ہی پڑے گا۔

گزشتہ اُمتوں کا دستور

وَكَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا بِكَ فِي الْقِيَامَةِ مُحْتَمِيْ بِحِمَاكَ۔

اور اللہ کے رسول! حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی ہمیشہ آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں اور قیامت میں بھی وہ آپ کی حمایت کے طلبگار ہونگے

اور یہی بات نہیں ہے دوستو! امت کا بھی یہی حال تھا مجھے یاد پڑ گئے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک پیاری بات کہی ہے۔ یہ صحابی رسول ہیں۔ میں آج کے کسی انسان کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

یعنی پہلے جتنی امتیں تھیں، ان کا دستور یہ تھا ان کا طریقہ یہ تھا کہ دشمنوں پر کامیابی میرے رسول کے واسطے سے مانگا کرتی تھیں اور یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول سب سے اچھی امت میں سب سے اچھے زمانے میں سب سے اچھے اصحاب میں سب سے اچھے شہر میں مبعوث فرمائے گئے

لَمْ تَزَلِ الْاُمَّةُ تَتَبَاشَرُ بِهٖ وَتَسْتَفْتِحُ بِهٖ حَتّٰى اَخْرَجَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ خَيْرِ اُمَّةٍ وَفِيْ خَيْرِ قَرْنٍ وَفِيْ اَصْحَابٍ وَفِيْ خَيْرِ بَلَدٍ

یہاں پھر احادیث کے الفاظ یہ بھی بتا رہے تھے کہ یہودیوں کے مانگنے کا انداز کیا تھا کوئی تو یوں کہتا

اے اللہ ہم کو کامیاب کر دے ان دشمنوں پر غالب فرما دے اس نبی کے واسطے سے جو آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے ہیں اور جن کی یہ یہ صفتیں ہم توراۃ میں پا رہے ہیں۔	اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُهٗ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ۔

توریت میں جن کے یہ یہ کمالات اور اوصاف مذکور ہیں، ان کے واسطے سے ہمیں غالب فرما دے

اور کوئی یوں کہتا۔ اے اللہ تجھ سے ہم نصرت طلب کر رہے ہیں اس نبی امی کے واسطے سے تو ہمیں ان کافروں پر غالب فرما دے	اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَنْصِرُكَ بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اَنْ تَنْصُرَنَا عَلَيْهِمْ۔

تو دیکھو انبیاء اور انبیاء کا کلمہ پڑھنے والے سبھی دعائے نصرت کر رہے ہیں میرے رسول کے وسیلے سے ثابت ہو گیا کہ پہلے زمانے میں اور پہلے عہد میں رسول کو وسیلہ بنایا گیا قرآن بھی اس پر شاہد ہے قرآن نے بھی وضاحت فرما دی ہے، پہلے کی امت طلب فتح و نصرت نبی کے واسطے سے کیا کرتی میں اس مقام پر پہنچا تو سوچنے لگا اے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والو ذرا یہ بتاؤ کلمہ تم پڑھتے ہو۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ۔ اور وسیلہ بناتے ہو آخری نبی کو۔ اے حضرت مسیح کے چاہنے والو کلمہ پڑھتے ہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ اور وسیلہ بناتے ہو آخری نبی کو اے حضرت خلیل علیہ السلام کے چاہنے والو کلمہ پڑھتے ہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ اور وسیلہ بناتے ہو آخری نبی کو۔ تو امتی یہی کہیں گے ہمیں کیا معلوم ہمارے نبی نے یہی بتایا ہے اور ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ الغرض اس عہد میں میرے رسول کو وسیلہ بنایا گیا ہے، اس کیلئے کیا اتنی شہادتیں کم ہیں؟ انبیاء نے وسیلہ بنایا اور انبیاء کے علاوہ ان کے ماننے والے امتیوں نے اپنے نبی کے حکم سے میرے رسول کو وسیلہ بنایا تو یہ ایک عہد آپ نے سمجھ لیا اب دوسرا زمانہ آیا اب دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانے میں رسول کو وسیلہ بنایا گیا کہ نہیں؟ اس وقت یاد آ گئے حضرت عثمان ابن حنیف۔ حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے خیال رہے کہ حضرت عثمان نام کے کئی صحابہ ہیں، مثلاً حضرت عثمان ابن عفان۔ حضرت عثمان ابن مظعون

ورد یہ ہیں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ ہمارے لئے دعا کر دیجئے یہ
عرض کرنے والے بھی تو صحابیِ رسول ہیں نا اور رسول کے پاس آئے ہیں کیا ایمان لانے کے بعد ابھی تک
یہ توحید نہیں سمجھے؟ ارے بھئی ٹھیک ہے بینائی کیلئے دعا کرنی ہے تو کعبہ کیا دور ہے! ارے
دعا کرنے والے مسجد حرام میں جا کر دعا کرو۔ اے دعا کرنے والے مقام ابراہیم کے پاس دعا کرو
صفا اور مروہ کی مقدس چوٹی پر جا کر دعا کرو۔ مقامات مقدسہ میں جا کر خدا تعالیٰ کو پکارو۔ مگر
نہیں صحابیِ رسول بارگاہِ رسالت میں آ رہے ہیں۔ حضور کا کام تو ہمارا ہے مگر زبان آپ کی
ہے۔ آپ دعا کیجئے دیکھو وسیلہ بنا رہے ہیں کہ نہیں؟ سرکار نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہیں جس حال میں رکھا ہے، تمہارے لئے اسی میں بہتری زیادہ ہے تم چاہو تو یہی حال
اچھا ہے تمہارے لئے اور ویسے چاہو تو پھر دعا بھی ہو سکتی ہے تم کیا چاہتے ہو؟ کہا حضور
مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے مسجد تک لانے والا کوئی نہیں ہے سرکار میرے لئے
آپ دعا فرما دیجئے تو سرکار کیلئے یہ بھی آسان تھا کہ لعاب دہن لگاتے ہی روشنی آجاتی۔
سرکار کیلئے یہ بھی آسان تھا کہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے تو روشنی آجاتی حضور جب حضرت قتادہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھوں کو حلقۂ چشم میں رکھ کر آپ درست کر سکتے ہیں تو آپ
ان کی آنکھوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک فرما سکتے ہیں لیکن اگر رسول لعابِ دہن لگا دیتے تو یہ ایک
واقعہ بن کر ہمارے پاس آتا اور ہم رسول کے اختیار کے آگے سر جھکا دیتے مگر ہمیں کیا ملتا؟ سرکار
کو تو کچھ ہمیں بھی دینا تھا اس لئے سرکار نے کہا اچھا ٹھیک ہے تو دعا چاہتا ہے، تو روشنی چاہتا ہے
تو جا خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت نماز پڑھ اور نماز پڑھنے کے بعد یوں دعا کرنا اب
دعا کے الفاظ پر غور کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ
الرَّحْمَۃِ۔ رسول تعلیم دے رہے ہیں اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف اس
نبی کے صدقے سے سوال کر رہا ہوں۔ اس نبی کے وسیلے سے جن کا نام محمد ہے (صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم) اور جو نبی رحمت ہیں، جو رحمت والے نبی ہیں، ان کے وسیلے سے۔ بات مکمل تھی مگر ابھی دعا ختم نہیں ہوئی کہا دیکھو اتنا کہنا اور یہ کہنے کے بعد پھر یہ کہنا۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّہْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِی۔ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ۔ جاؤ دو رکعت نماز پڑھو کہاں پڑھیں! مسجد میں پڑھو، چاہے گھر میں پڑھو۔ یہاں پڑھو، چاہے وہاں پڑھو۔ دو پڑھو اور پڑھنے کے بعد یہ دعا کرنا میرے ہی سامنے پڑھو یہ ضروری نہیں ہے اسی لیئے وہ پڑھنے والے حضور کے سامنے ہی نہیں پڑھنے لگے حضور نے کہا جاؤ پڑھو اس کو اور وہ وہاں سے چلے گئے اور ارشاد کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ۔ اور اس کے بعد یا محمد (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف۔ ارے ابھی تو یا اللہ کہہ رہا تھا اور اسی دعا میں یا محمد کہنے لگا کیا یہ اللہ کافی نہیں تھا جو یا محمد کہنا پڑا اور اگر اس نے گھر سے پکارا ہوگا تو لفظ یا سے پکارا ہوگا۔ دور والے کو پکارا ہوگا اور یہ سمجھ کے پکارا ہوگا کہ سن رہے ہیں۔

کیا رسول کا وسیلہ ضروری ہے؟

یا محمد! یہ کیوں کہا؟ آج تو لفظ یا محمد سے لوگ گھبرا رہے ہیں پریشان ہو رہے ہیں، لفظ یا نہ ہو جیسے لفظ یا اژدھا ہے جو نگل لے گا۔ یہ لوگ لفظ یا سے اتنا گھبرا رہے ہیں۔ مگر رسول نے تعلیم دی تھی کہ جہاں یا اللہ کہنا، اس کے بعد یا محمد بھی کہنا اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّہْتُ بِکَ۔ ابھی دعا کی طرف دھیان تھا اور اب رسول کو پکار رہا ہے اے محمد! ہم آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں اتنا کہنے کے بعد کیوں متوجہ ہوئے ہیں اے رسول ہم اس لیئے متوجہ ہوئے ہیں تاکہ میری یہ حاجت اور میری یہ ضرورت آپ کے صدقے میں اللہ تعالیٰ پوری فرما دے۔ لتقضی لی۔ تاکہ پوری کر دی جائے ہماری

ضرورت پھر اس کے بعد ابھی رسول سے اس سے باتیں ہو رہی تھیں ، پھر کیا اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ
اے اللہ تو اپنے رسول کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرمالے ذرا دیکھئے تین رخ ہو گئے
پہلا رخ اللّٰھم دوسرا رخ یا محمد تیسرا رخ اَللّٰھُمَّ تین رُخ ہوئے ، پہلے یا اللہ پھر
یا محمد پھر یا اللہ ذرا غور کرو تین رخ ۔ ایک دعا میں تین خطاب تین لفظ یا ، یہ تو کیا
بات ہے ؟ یہ رسول کو خطاب کرنے کی کیا ضرورت ہے ! دعا کرنے کیلئے رسول کا وسیلہ
مانگنے کیلئے یہ ضروری تھوڑی ہی ہے کہ رسول کو خطاب کرو رسول کا وسیلہ یہ بھی تو ہے کہ اے
اللہ ! اپنے حبیب پاک کے صدقے میں میرے اس کام کو پورا کر دے ۔ وسیلہ ہو گیا مگر رسول
کو خطاب کیوں کیا ؟ سنو جی ! یہ دعا نہیں ہے ، ایک راز ہے جس کو صوفیا و مشائخ سمجھیں گے اس
لئے کہ جس وقت وہ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے تو نبی کا واسطہ تو دے چکا ، اب رسول کو مخاطب
کر رہا ہے اے رسول ہم بارگاہِ خداوندی میں معروضہ پیش کر چکے اب آپ بھی اٹھائیے ہاتھ
اے سرکار ہم تو معروضہ پیش کر چکے ، اب آپ بھی توجہ فرمائیے اور جب توجہ کی بات ہو گئی
تو سرکار نے بھی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ کہنے کی تعلیم دے کر واضح ارشاد فرما دیا کہ جب جب تم مجھ
سے خطاب کرو گے تو میں خدا کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور جب میں ادھر سفارش پیش کر دوں
تو تو خدا سے یہ عرض کر کہ ۔ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ ۔ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ ۔ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ
یعنی اے اللہ ! میں نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے ان کو سفارش کے لئے ہاتھ اٹھوا دیا ہے ،
اور اب تو ان کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرمالے ۔

عاصی خدا کے رسول سے مغفرت

تو معنی یہ ہوا کہ جب تم رسول کو بلاؤ گے تو آپ کا دستِ کرم اٹھ جائے
گا تو بتاؤ یہ جو وسیلہ بنایا گیا ۔ اچھا صاحب چلئے اور آگے چلئے قرآن کریم میں ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ
اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تیری بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آکر

خدا تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرتے۔ مغفرت کرنی ہے خدا تعالیٰ نے اور آئیں رسول کے یہاں باریکیوں کی طرف ذہن کو لے چلو۔ بات بہت ہی علمی سطح کی ہے نفسوں پر ظلم ہم نے کیے کیا! یہی نا نماز نہیں پڑھی نفس پر ظلم کیا۔ روزہ نہیں رکھا نفس پر ظلم کیا۔ حج نہیں کیا نفس پر ظلم کیا اپنے فرائض و واجبات و موکدات کو ادا نہیں کیا نفس پر ظلم کیا اے نفس پر ظلم کرنے والو یہ بھی نفس پر ظلم کرنا ہے اور ان کے سوا بھی نفس پر ظلم کرنے کی بہت ساری صورتیں ہیں، مگر اے نفس پر ظلم کرنے والو، مغفرت چاہتے ہو، تو سنو گنہ گار تم خدا کے ہوئے، عاصی تم خدا کے ہوئے مگر آؤ رسول کے یہاں۔ معافی یہاں مانگو آؤ بارگاہِ رسول میں۔ اچھا بارگاہِ رسول میں آ گئے آ کر کیا کریں؟ خدا سے مغفرت چاہو ارے خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہنے کے لئے یہیں آنا تھا۔ کیا ہمارے یہاں کی مسجد کافی نہیں ہے؟ کیا خانہ کعبہ کافی نہیں ہے خدا تعالیٰ کے یہاں مغفرت چاہنے کیلئے یہیں آنا ہے کیا؟ ہاں یہیں آؤ۔ اچھا آ گئے اب خدا سے مغفرت چاہو چاہا۔ مگر نہیں ابھی بات ختم نہیں ہوئی ہے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ۔ رسول بھی تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں۔ رسول بھی تمہارے لئے مغفرت کریں تو پھر کیا ہوگا لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ یعنی اگر تم دعائے مغفرت کرتے کرتے ناک رگڑتے رگڑتے پیشانی اور چہرے کو برابر کر دو اور رسول تمہارے لئے دعا نہ کریں تو خدا تعالیٰ تمہارے لئے تواب نہیں ہوگا خدا تمہارے لئے رحیم نہ ہوگا، لہٰذا اے مغفرت کرانے والو! رسول سے ایسا رابطہ پیدا کرو کہ ادھر تمہارا ہاتھ اٹھے ادھر رسول کا ہاتھ اٹھے۔

اور اس میں ایک نکتے کی بات یہ سمجھ آئی کہ جو بھی جو خدا تعالیٰ کا گنہ گار ہے وہ رسول کا بھی گنہگار ہے اور جو خدا کا مطیع ہے وہ رسول کا بھی اطاعت شعار ہے تو جب تم گناہ دونوں کا کر رہے ہو تو معافی بھی وہاں مانگو جو دونوں کا در ہو۔ کعبہ صرف خدا کا در ہے طور خدا کی بارگاہ ہے۔ صفا اور مروہ پر خدا کا آستانہ، تو اب ایسی جگہ آؤ جو دونوں کی چوکھٹ ہو، مسجد حرام صرف خدا کا گھر ہے مسجد نبوی صرف خدا کا گھر کسی بھی مسجد میں چلے جاؤ صرف خدا کا

مگر گلاؤ بارگاہِ مصطفےٰ پر یہ رسول کا بھی در ہے اور رحمتِ خدا کا بھی در ہے کہ جب تم دونوں کے گنہ گار ہو تو معافی بھی دونوں سے مانگو۔

انڈیا اور پاکستان والے

جب تم وہاں خدا تعالیٰ سے معافی مانگو گے اور رسول ہاتھ اٹھا دیں گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنے گنہ گار کو معاف کر دیا جبھی تو ہاتھ اٹھایا اور جب یہ اپنے گنہ گار کو معاف کر دیں گے تو لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے لئے تواب ہوگا تمہاری توبہ کو قبول کرے گا اور تمہارے لیے رحیم ہو گا۔ یہاں ایک نکتے کی طرف اور میں ذہن لے جاؤں بات آگئی تو عرض کر دوں وہ یہ کہ مدینے والوں کیلئے تو بڑا اچھا رہا کہ جب ظلم کریں گے تو بارگاہِ رسالت میں پہنچ جائیں گے، مگر برطانیہ والے تو بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے ظلم کرنے میں کمی نہیں اور بار بار پہنچنا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور بیچارے انڈیا والے اور پاکستان والے تو پھنسے رہیں گے ظلم کی کوئی رفتار بے پناہ تیز روزانہ ضم ہوتا ہے نہ جانے کیسے کیسے ظلم ہوتے ہیں کس قدر بدعنوانیاں ہماری زندگی کے اندر ہیں مگر بتاؤ بار بار ہم پہنچیں کیسے؟ کہ مغفرت ہو۔ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں ؎

دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
ان کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا

تم اگر رسول سے دور ہو تو تم نے رسول کو کیوں اپنے سے دور سمجھ لیا ہے؟ اگر دور سمجھو گے تو محروم رہو گے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ نبی مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہیں تم چاہے اپنے کو دور سمجھو، مگر تمہارا نبی تمہاری جان سے زیادہ قریب ہے اور میاں یہاں تو دل کی دوری دیکھی جاتی ہے اگر دل قریب ہے تو تم قریب ہو اور دل دور ہے تو تم بھی دور ہو ابولہب اور میرے رسول کے گھر میں صرف ایک دیوار کا فرق تھا مگر ابولہب

کتنا دور تھا میں سمجھا نہیں سکتا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں تھے مگر کتنے قریب
یہ بھی میں سمجھا نہیں سکتا۔

دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
ان کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا

بارگاہِ رسول میں بلانے کی حقیقت

ایک تو جواب یہ ہے جسے صوفیانہ جواب کہا جائے گا اور دوسرا جواب
وہ ہے جسے عالمانہ اور محققانہ کہا جائے گا، جو عالموں کی صحبت کی برکت سے مجھے حاصل ہوا۔
دیکھو کیا کہا وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ اے رسول تیرے پاس آئیں ہے کوئی
ایسی لغت جو جَآءُوْكَ کا ترجمہ کعبہ کر دے جَآءُوْكَ تیرے پاس آئیں، مسجد نبوی میں؟ اس
کا ذکر یہاں نہیں، مسجد حرام میں نہیں، بلکہ جَآءُوْكَ یعنی تیرے پاس شد رحال کرنا پڑے گا
ہر مغفرت چاہنے والے کو۔ یہ کیوں؟ رسول کے پاس کیوں بلایا؟ سنو جی اگر مسجد حرام میں بلایا جاتا
بات ٹھیک تھی۔ اگر کعبہ میں بلایا جاتا جب بھی بات بن جاتی۔ اگر صفا مروہ پہ بلایا جاتا تب بھی بات
ٹھیک تھی۔ اگر مسجد نبوی میں بلایا جاتا جب بھی بات ٹھیک تھی مگر مصیبت یہ تھی کہ اگر کعبے میں
بلایا جاتا تو بغیر کعبہ گئے کام نہ بنتا۔ اگر مسجد حرام میں بلایا جاتا تو بغیر مسجد حرام گئے کام نہ بنتا!
اگر کوہ طور پہ بلایا جاتا تو بغیر کوہ طور گئے کام نہ بنتا اس لئے کہ کوہ طور کا کوئی جانشین نہیں ہے
کعبہ کا کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ صفا مروہ کا کوئی وارث نہیں ہے کوئی اس کا فرع نہیں ہے کوئی
اس کا خلیفہ اور جانشین نہیں ہے۔ مگر وہاں گئے بغیر کام نہیں بن سکتا، مگر یہاں تو رسول کے پاس
بلایا جا رہا ہے جَآءُوْكَ۔ اے رسول تیرے پاس آئیں تو اب بات سمجھ میں آگئی کہ دیکھو کعبہ کا کوئی
خلیفہ نہیں ہے مگر رسول کے نائبین سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ رسول کے وارثین، رسول کے
جانشین ہر ہر جگہ مرکز ہدایت بنے ہوئے ہیں۔ یہ اولیاء ملت اسلامیہ، یہ بزرگان دین رسول
کے سچے نائب ہیں تو ہمیں اتنا تو یہ ملتا ہے کہ ارے نادان! اگر اصل تک پہنچنے کی توفیق نہ

ہوتو نائب سے کام بنالے یہ نائب ہیں، یہ جانشین ہیں، یہ وارث ہیں ابھی ابھی اصل اور خلیفہ کی بات سمجھ میں آئی ہنیں۔ کہتے ہیں وضو اصل ہے اور تیمم اس کا خلیفہ ہے کہتے ہیں نا؟ تیمم سے آپ کیا کام لیتے ہیں؟ جو کام وضو کا وہی کام تیمم کا۔ اگر وضو سے فرض پڑھتے ہیں تو تیمم سے بھی فرض پڑھو اور اگر وضو سے نفل پڑھتے ہیں، تو تیمم سے بھی نفل پڑھ سکتے ہو۔ وضو سے اگر قرآن کریم چھو سکتے ہیں تو تیمم سے بھی چھو سکتے ہیں الغرض یہ کام وضو سے، وہ کام تیمم سے جائز ہے وضو سے امامت کر سکتے ہو تو جو کام اصل کو نہ پانے کے سبب حاصل نہ ہو سکا وہ کام آپ نے خلیفہ سے حاصل کر لیا۔ اصل ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء ہیں حضرت غوث جیلانی، سرکار لاہوری اور خواجہ اجمیری (رحمہم اللہ تعالیٰ) تو مطلب یہ ہوا کہ یہ رسول کے نائب ہیں اور رسول کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان کا در درِ رسول ہے۔ اور وہاں جا کر دعائے مغفرت کرو گے اور پھر یہ نیابتاً دعا کریں گے تو یہ نائبِ رسول کی دعا ہوگی تو اب تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم غوثِ جیلانی کی درگاہ میں ہیں، بلکہ یہ سمجھ لینا کہ رسول کے رحمت کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔

جب عالم کے پاس بیٹھنا ان کے چہرے کی زیارت کرنا عبادت ہے اور نائب رسول سے مصافحہ کرنے میں رسول سے مصافحہ کرنے کا اجر ملتا ہے، اس لئے کہ نائب رسول سے اس کی نیابت کی بنیاد پر مصافحہ کرنا یہ خود رسول سے مصافحہ کرنے کا قائم مقام ہے نائب رسول کی درگاہ میں جا کر کے ہم دعائے مغفرت کریں گے ہم خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہیں گے اے اللہ تو ہمیں معاف کر دے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ولی رسول کی نیابت میں ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کرے گا تو گنبدِ خضریٰ سے رحمتیں برس پڑیں گی تو اسی لئے جاؤک کہا اے رسول تیرے پاس آئیں اور اگر جسمانی طور پر تیرے پاس نہ پہنچ سکیں تو تیرے جانشینوں کے پاس جائیں، تیرے نائبوں کے پاس جائیں تیرے چاہنے والوں کے پاس جائیں اسی لئے ہم کہتے ہیں دوستو۔ یہ زمین جیسے اولیائے کرام کے مزارات سے بالکل بھری ہوئی ہے اور بقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔ اس

لئے کہ جب ہم ظلم بار بار کرتے ہیں تو ہمیں بار بار حاضر ہونا ہے تاکہ ہم اپنے گناہوں کی معافی چاہتے رہیں، ان کو گواہ بناتے رہیں اور ان سے دعا کی درخواست پیش کرتے رہیں۔

حضرت ربیعہ اور وسیلہ رسول

جواب دو اس آیت کریمہ میں مغفرت کا وسیلہ رسول کو بنایا گیا کہ نہیں ؟ کیا یاد نہیں حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشہور سوال اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ اے محبوب ہم آپ سے جنت کی رفاقت چاہتے ہیں بتاؤ جنت مانگی اور جنت کے لئے نیز جنت میں رسول کی رفاقت کیلئے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کو واسطہ بنایا یا نہیں بنایا؟ وسیلہ بنایا۔ صرف یہ تین واقعے ہی کافی ہیں، اس بات کو سمجھانے کیلئے کہ میرے رسول کو رسول کی حیات ظاہری میں وسیلہ بنایا گیا۔ پہلے بھی بنایا گیا، بعد میں بھی بنایا گیا اور اب چلتے چلتے آخری بات بھی عرض کردوں اس لئے کہ ؎

طوفان نوح لانے سے اے آنکھ کیا فائدہ ؟
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

صدیق اکبر نے وسیلہ بنایا

اثر کریں تو دو آنسو ہی کافی ہیں اور نہ اثر کریں تو رات بھر کا رونا بے کار ہے اسی لئے اب میں تیسری بات پر آپ کی توجہ چاہوں گا۔ دیکھو بس صرف چند واقعات چند معتبر کتابوں سے آپ کے سامنے عرض کروں گا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری نگاہوں سے روپوش ہورہے ہیں حضور کا مقدس سراپا ابھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے روح مبارک ایک آن کیلئے بمقتضائے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ نکالی جاچکی ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک کی مبارک بارگاہ میں حاضر ہیں اور پھر چہرہ مبارک کو دیکھ کر کیسی پیاری بات کہتے ہیں ان الفاظ کو یاد کرلو وَلَوْ اَنَّکَ کَانَ اِخْتِیَارًا لَجُدْنَا لِمَوْتِکَ بِالنُّفُوْسِ۔ اے رسول اگر آپ کی موت کا عوض کچھ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم اس حال کو دیکھنے کیلئے راضی نہ ہوتے

اور اپنے کو قربان کر دیتے:

اُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ وَلْتَكُنْ مِنْ بَالِكَ | اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے یہاں ہمیں یاد کرنا ہمیں فراموش نہ کرنا

اُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ اپنے رب کے حضور ہمیں یاد کرنا۔ ہمارا ذکر کرنا۔ ہمیں فراموش نہ کرنا

ذرا غور تو کرو دوستو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول سے کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کس سے خطاب کر رہے ہیں؟ کس کو پکار رہے ہیں بعض لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ روح نکلنے کے بعد اب یہ ہمارے کسی کام کے نہیں۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عقیدہ دے رہے ہیں!

کہ جس اسلام کو ہم نے اس رسول سے پایا، اس اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول یہاں پر بھی ہمیں کام دے رہے ہیں اور رسول ہی وہاں بھی کام دیں گے اُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا ذکر کرنا ہمیں فراموش نہ کرنا ہمیں اپنے دل سے نہ نکالنا۔ اچھا ذرا ٹھہر کر ایک سوال کا جواب دو کہ جب سرکار کی روح نکالی گئی تو فرشتوں نے رکھی کہاں ہوگی؟ جب رکھنے کا وقت آیا ہوگا تو رکھی کہاں ہوگی

ذرا سمجھ کے بتانا دیکھو جیسے مقام کی روح ہوتی ہے ویسے ہی مقام کی جگہ بھی ہوگی۔ ہوگی نا۔ اب تلاش کرو کہ رسول کی روح کے مناسب اس کائنات میں جگہ کون سی ہے آپ کہیں گے جنت۔ بڑی محبت کی بات کی آپ نے واقعی سوچا تو دور تک۔ جنت۔ مگر جنت تو رسول کے غلاموں کے رہنے کی جگہ ہے آپ کہیں گے عرش۔ عرش سے اونچی تو کچھ نہیں ہے نا۔ اس کے بعد پھر مکان، مکانیات کا سلسلہ ختم تو میں کہوں گا عرش پر تو رسول کے قدم پہنچ گئے اب روح وہیں رکھو گے اب تلاش کرو کہ وہ کونسی جگہ ہے جو روح رسول کے لئے مناسب ہو تلاش کرو خوب پوری دنیا میں پوری کائنات میں تلاش کرو۔ تو جب تم تلاش کرو گے اور صرف تمہیں کیا اگر کسی فرشتے کو بھی اختیار دے دیا جائے کہ تلاش کرو کائنات میں وہ کونسی جگہ ہے! جہاں روحِ محمدی کو رکھا جائے؟ تو جانتے ہو حضرت ملک الموت کیا عرض کریں گے الٰہ العالمین یہ جب جسم میں تھی، وہی اس کی جگہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی مناسب جگہ ہے ہی نہیں

اور میں دلیل کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں، اس لئے کہ شامی فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس وقت رسولِ پاک جہاں آرام فرما رہے ہیں اور زمین کا جو حصہ رسول کے جسم مبارک سے لگا ہوا ہے وہ خاک کے ذرے کعبے سے بھی افضل ہیں اور عرش سے بھی افضل ہیں، تو جب وہ خاک کے ذرے کعبہ سے بھی افضل ہیں اور عرش سے بھی افضل ہیں تو روحِ محمدی کو کیا عرش پہ رکھوگے؟ وہاں رکھنا ہے تو ان خاک کے ذروں کو دو

عہدِ فاروقی میں وسیلہ

تو بس یہی جواب ملا، اسی لیے علماء نے کہا سنو! روح نکالی، تو نونِ نصرت پورا ہو گیا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ والی بات پوری ہو گئی اور اب اسی جسم کو اس روح کا برزخ بنا دیا گیا اور اسی جسم میں وہ روح ڈال دی گئی تو میرے رسول کو وہی حیاتِ جسمانی حاصل ہو گئی جو یہاں حاصل تھی اسی لیے دیکھو پوچھنے والا کہہ رہا ہے اے رسول! آپ ہمیں یاد کیجئے گا تو بو تو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وسیلہ بنایا کہ نہیں بنایا؟ یہ دیکھو بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ ان کے متعلق میں آپ کو بتاؤں۔

ایک مرتبہ عہدِ فاروقی میں قحط پڑ گیا۔ بارش ہی نہیں ہو رہی تھی، تو جب بارش نہیں ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ میں ایک صحابی کا عمل بتا رہا ہوں پہنچ کر عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول! آپ کی امت پریشان ہے بارش نہیں ہو رہی ہے۔ حضور دعا فرمائیں دعا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی کر سکتے تھے، مگر وسیلہ بنایا کہ نہیں بنایا؟ اور اس کے بعد سرکارِ عربی نے خواب دکھایا اور حضرت بلال کو خوشخبری سنائی اور کہا عمر کو جا کر میرا سلام کہنا۔ ذرا سختی میں کچھ نرمی کا پہلو بھی اختیار کریں میں سوچنے لگا اللہ کے رسول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پیغام پہنچانا چاہ رہے تھے تو انہیں کو کیوں نہیں خواب دکھا دیا، یہ کیا بات ہے؟ اے بلال تم جاؤ جواب ملے گا کہ خواب حضرت بلال کو اس لیے دکھایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی تھی، اب انہیں کو دکھاؤ تا کہ سمجھیں کہ رسول کو وسیلہ بنانے کا یہ حق ہے

اور جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے اور انہوں نے خبر دی تو انہوں نے انہیں کہا کہ ارے اب پھر سے مسلمان ہو، پہلے کلمہ پڑھ لے خدا کی بارگاہ کو چھوڑ کے تو مصطفیٰ کی بارگاہ میں گیا تھا وسیلہ بنانے کیلئے تو توحید کو بھول گیا بڑے شدید تھے نا حضرت عمر۔ مگر انہیں جب یہ سنا تو رونے لگے، اشکبار ہو گئے اور اس کے بعد کہا جتنی میری طاقت ہے میں اتنا ہی کرتا ہوں اور جو مجھ سے نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے بہر حال انہوں نے اس وسیلے کو اپنے عمل سے جائز قرار دیا۔

اور ایسے ہی ایک مرتبہ قحط کا زمانہ آیا تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں لوگ آئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا معروضہ پیش کیا تھا حضور کچھ تدبیر ارشاد فرمائیے پانی نہیں برس رہا ہے، تو انہوں نے کیا تدبیر بتائی وہ یہ کہہ سکتی تھیں جاؤ نماز استسقاء پڑھو۔ جب سب کھڑے ہو کر خدائی بارگاہ میں گریہ وزاری کریں بات ٹھیک تھی مگر وہ کہتی ہیں سنو جی! یہ جو رسول کا مزار پاک ہے اس کے اوپر والی چھت میں سوراخ کر دو کہ رسول کے مزار اور آسمان کے بیچ کوئی حائل نہ ہو۔

یہ کونسا طریقہ ہے نہ اس میں کوئی دعا کی بات ہے! نہ اس میں کوئی استغفار کی بات ہے! نہ اس میں کوئی الفاظ توبہ ہیں۔ یہ کیا طریقہ ہے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا جو اپنے وقت کی زبردست فقیہہ اور محدثہ تھیں۔ ذرا غور تو کرو اور وہ انہوں نے جو یہ تدبیر بتائی جب قوم نے ایسا کر دیا، پھر ہوا کیا؟ خوب جھوم جھوم کے بارش ہوئی سارے صحابہ نے اس طریقہ استعانت، اس طریقہ استمداد، اس طریقہ توسل پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور جب صحابہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ گویا خاموش ہو کر سبھوں نے اجماع کی مہر لگا دی اسی کو صاحبِ فن کہتے ہیں کہ یہ اجماع سکوتی ہے۔

رسول اور آلِ رسول سے وسیلہ

عہد فاروقی میں حاکم حلب کے لشکر جرار سے مقابلہ ہوا تھا۔ اس وقت حضرت

کعب ابن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی حمایت کیلئے بہت ہی بے قرار نظر
مستعد دکھائی پڑ رہے ہیں ان کے الفاظ سنو یا محمدؐ یا محمدؐ میدانِ جنگ سے لفظ یہ پکارا جا رہا ہے

یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَفَرَ اللّٰہِ اُنْزُلْ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُثْبُتُوْا اِنَّمَا ھِیَ سَاعَۃٌ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۔	اے محمدؐ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اے اللہ کی مدد نازل ہو جا اتنا کہنا تھا کہ دل کو کتنا یقین ہو گیا کہتے ہیں اے مسلمانو گھبراؤ نہیں ثابت قدم رہو اب مدد آنے والی ہے سرفرازی تمہارے لئے ہے سربلندی تمہارے لیے ہے

تو دیکھو میدانِ جنگ میں میرے رسول کو وسیلہ بنانے کیلئے پکارا گیا کہ نہیں پکارا گیا!

ایسے ہی عہد فاروقی ہی کا ایک واقعہ ہے۔

حضرت عبد اللہ کے ذریعہ حضرت فاروقِ اعظم ایک خط حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج رہے ہیں اور حضور کے وسیلہ سے دعا بھی فرماتے ہیں۔ پھر وہ جب بارگاہِ رسالت میں حاضری کیلئے جاتے ہیں تو وہاں حضرت عباس، حضرت علی، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود ملتے ہیں انہوں نے ان سے بھی دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا کی اور اس طرح سے کی۔

اَللّٰھُمَّ نَتَوَسَّلُ بِھٰذَا النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰی الَّذِیْ تَوَسَّلَ بِہٖ اٰدَمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَہٗ	اے اللہ ہم اس رسولِ مصطفیٰ اور نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کر رہے ہیں یہ وہ نبی ہیں جن کے وسیلے سے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تھی تو تو نے ان کی دعا کو قبول فرمایا تھا۔

تو بتایئے وسیلہ بنایا گیا کہ نہیں بنایا گیا؟

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اطمینان کی بات کرتے ہیں کہ جاؤ جاؤ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو رد نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت عباس حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعاؤں کو رد نہ فرمائے گا اس لیے کہ یہ اس نبی کا وسیلہ دے رہے ہیں جو نبی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اکرم الخلق ہے۔ ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم و محترم ہے۔ بولو وسیلہ بنایا کہ نہیں بنایا۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھیے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

آپ ایسے ہی غور کرتے چلے جائیے حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا پیر سو گیا ایک انداز سے بیٹھے بیٹھے کبھی پاؤں سو جاتا ہے ممکن ہے کہ اس محفل میں بھی کسی کا پاؤں سو گیا ہو۔ ارے پیر سو جائے دل نہ سونے پائے۔ تو جب پیر سو گیا تو کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے کہا،) آپ کو جو سب سے زیادہ محبوب پیارا ہو اس کو یاد کیجئے۔ انہوں نے کیا کہا تھا؟ یا محمداہ۔ یا محمداہ۔ یہ نہیں سوچ رہے ہیں کہ ہم دور ہیں کہ قریب ہیں۔ یہ فلسفہ تو آج سوچا جا رہا ہے۔

صحابہ کرام اور وسیلہ

اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو بتایا تھا جس کا پاؤں سو گیا تھا کہ جو سب سے زیادہ پیارا اور محبوب ہو، اس کا نام لو۔ تو اس نے بھی کہا تھا یا محمداہ یا محمداہ اور آخر میں چلتے چلتے وہ بات عرض کر دوں وہی حضرت عثمان ابن حنیف والی نہیں وہ تو پہلے تھا۔ حضور کے حیات مبارکہ حیاتِ ظاہری کے اندر کا واقعہ تھا! اب حیاتِ ظاہری کے بعد کا واقعہ میں عرض کردوں ایک شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کسی کام کیلئے جاتا تھا مگر حضرت توجہ نہیں فرماتے تھے اور یہ اپنا معروضہ پیش نہیں کر پاتا تھا تو حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا سنو جی! جاؤ دعا کرو اور اسطرح سے وہ بھی صحابی رسول ہیں اور صحابی رسول تعلیم دے رہے ہیں اَصْحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُم۔ یہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے جاؤ دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر یہ دعا مانگنا۔ دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتَقْضِیَ لِی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ ۔

تو دیکھو یہی دعا، یہی الفاظ، یہی کلمات ان کو سکھائے انہوں نے کہا، اس کے بعد اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم نے آکر خود ہی ان کو بارگاہِ عثمانِ غنی تک پہنچا دیا اور انہوں نے خاص توجہ فرمائی۔ ضرورت بھی پوری فرما دی اور کہا پھر جب ضرورت ہو تو آنا۔ بہرحال یہ مشائخ و صوفیاء کے درمیان معمول ہو گیا کہ کوئی اگر اس طرح صدقِ دل سے دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہو گی تو اب دیکھو وہی دعا، وہی الفاظ وہی کلمات پھر سکھائے گئے تو یہ وسیلہ مانگا گیا کہ نہیں اور وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد ظاہری کے بعد اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بڑی پیاری بات کہی ہے

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا ۔ اَرْجُوْا رِضَاکَ وَ اَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے ہم آپ کی بارگاہِ اقدس میں بالقصد آئے ہیں جِئْتُکَ قَاصِدًا ؟ ہم آپ کی بارگاہ میں بالقصد آئے ہیں اور آپ کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی حمایت کے طلبگار ہیں تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وسیلہ بنایا کہ نہیں بنایا؟ آگے فرماتے ہیں

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَاخُلِقَ اَمْرُءٌ ۔ کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

اے رسول اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی آدمی نہ پیدا کیا گیا ہوتا بلکہ کوئی مخلوق ہی نہ پیدا کی جاتی اگر آپ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا۔ اور ایک بات تو آخری کہہ دی ہے

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ ۔ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی سخاوت کے حریص ہیں، ہم آپ کی سخاوت چاہتے ہیں ہم آپ کے دریوزہ گر ہیں، اے میرے محبوب! ہم آپ کے در کے بھکاری ہیں اے محبوب! ہم آپ کی بارگاہ میں نہ آئیں تو کہاں جائیں، اس لئے کہ ابو حنیفہ کیلئے دنیا میں آپ کے سوا کوئی نہیں ہے ذرا غور تو کرو یہ وسیلہ مانگا گیا کہ نہیں مانگا گیا۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھیے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

مولانا جامی اور وسیلۂ رسول

واقعات کی تشریحات میں ہم آپ کو کہاں تک لے جائیں یہ تو ہم نے اہم اہم حضرات کے واقعات آپ کے سامنے عرض کئے آیئے بعض اور علمائے ملتِ اسلامیہ کے ارشادات آپ کے سامنے رکھیں۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی کو آپ نہیں جانتے؟ مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی کا نام نہیں سُنا؟ کوئی ہندوستانی کوئی پاکستانی ایسا نہیں ہوگا جو مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی کو نہ جانتا ہو۔ جب آپ مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی کو جانتے ہیں، تو کیا ان کا یہ شعر آپ کے کانوں میں کبھی نہیں آیا؎

زمہجوری برآمد جانِ عالم ⁂ ترحم یا نبی اللہ ترحم

آپ کی جدائی سے اے اللہ کے رسول! عالم کی جان نکلی جارہی ہے تو اے اللہ کے نبی، رحم فرمائیے۔ اے اللہ کے نبی رحم فرمائیے۔

تو موجودہ دور کی عدالت کی نظر میں دو جرم کئے ہیں انہوں نے ایک تو نبی سے رحم مانگا دوسرا "یا" کہہ کے پکارا۔

یہ مولانا جامی ہی تو ہیں جو عرض کرتے ہیں؎

غریبم یا رسول اللہ غریبم ⁂ ندارم در جہاں جز تو حبیبم

اے اللہ کے رسول! میں غریب ہوں، میں غریب ہوں۔ میں دنیا میں آپ کے سوا کسی کو حبیب نہیں رکھتا

مرض دارم زعصیاں لا دوائے ⁂ مگر الطاف تو باشد طبیبم

اے اللہ کے رسول! ہم گناہوں کا لا دوا مرض رکھتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اے سرکار آپ کا کرم، آپ کے الطاف، آپ کی مہربانیاں ہماری حکیم ہیں، ہماری طبیب ہیں۔ پھر یہ رسول کا چاہنے والا، رسول کا سچا غلام جھوم کر کہتا ہے۔

بریں نازم کہ ہستم امتِ تو ⁂ گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

مجھے اس بات پر ناز ہے اے اللہ کے رسول کہ ہم آپ کی اُمت ہیں گنہگار ہیں، مگر خوش نصیب ہیں

کیا یہ شعر تمہارے کانوں میں نہیں آیا ؎

نسیما جانب بطحا گزر کن ۔۔ زِ احوالم محمد را خبر کن

کیا ضرورت ہے خبر کرنے اور خبر کرانے کی ۔ پھر فرماتے ہیں ۔

توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ ۔۔ ز روئے لطف سوئے من نظر کن

کیا ضرورت ہے جہان کا سلطان ماننے کی ۔ معلوم ہوا کہ ؎

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھ بیٹھے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

قصیدہ بردہ شریف کسے کہتے ہیں

کیا تم فراموش کر دو گے حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قصیدہ بردہ شریف جس میں صوفیاء کے لئے عجیب روحانی کمالات ہیں، مگر جانتے ہو کہ یہ بردہ کیا چیز ہے؟ بردہ شریف کیا ہے؟ بُردہ کہتے ہیں چادر کو۔ تو یہ چادر شریف کا قصیدہ کیا؟ بات یہ ہے کہ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ جو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نعتیں بہت لکھا کرتے ہیں ایک مرتبہ ان پر فالج کا اثر ہوا تو اسمیں انہوں نے وہی قصیدہ لکھا جس کو قصیدہ بُردہ شریف کہا جاتا ہے اور اسی بیماری میں آپ اسے پڑھتے رہتے اور رسول کے وسیلے سے دعائیں کرتے رہتے اور گریہ زاری کرتے رہتے ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہوئے ہیں اور آکر چادر اوڑھادی ۔ سرکار نے پہلے ان سے قصیدہ سُنا پھر ان کے مفلوج بدن پر اپنے دستِ مبارک کو پھیر دیا اور پھر ایک چادر اوڑھادی ۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو چادر موجود ملتی ہے ۔ دیکھا تو مرض دور ہو چکا ہے ۔ سوچا کسی سے کہنا نہیں چاہیے ۔ یہ راز کی بات ہے مگر دوستو ایک مجذوب مل گئے ۔ ان کو انہوں نے کہا بوصیری ذرا سناؤ تو وہ قصیدہ ۔ کہا کیا قصیدہ! کونسا قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ م بِذِیْ سَلَمٖ ۔۔ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَۃٍ بِدَمٖ

اور دوسرا شعر یہ ہے بسنا ؤ نات

نَذَهَبَتِ التَّاجُ اَوِبْتَقَاءِ كَاظِمَةٍ ؛ اَوْ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ اِضَمٖ

یہ بیچارے مجبور ہو گئے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بارگاہِ رسول میں میں نے اس کو سنا۔ اللہ کے رسول کی بارگاہ میں۔ جب سنانے والا سنا رہا تھا، تو رسول پاک ایسا جھوم رہے تھے جیسے میوہ دار شاخ جھومتی ہے۔

اور رسول نے اس پڑھنے والے کو ازراہِ کرم ایک چادر بھی اوڑھادی تھی۔ تو وہ چادر والا قصیدہ مشہور ہو گیا یہ وہی قصیدہ بُردہ شریف ہے۔

یعنی وہ قصیدہ جو بارگاہِ رسول میں اتنا مقبول ہو گیا کہ سرکار نے اپنی چادر مبارک انعام میں عطا فرمائی اب میں ان تمام تفصیلات اور واقعات کی تشریح کہاں تک آپ کے سامنے عرض کروں مجھ کو تین دور دکھانے تھے کہ تینوں زمانے میں رسول کو وسیلہ بنایا گیا۔ بنانے والے صالحین تھے۔ بنانے والے صحابہ تھے۔ بنانے والے انبیاء تھے۔ بنانے والے ائمہ تھے۔ بنانے والے مرسلین تھے۔ تو اب اگر وسیلہ بنانا شرک ہو جائے تو مشرکوں کی تعداد کتنی بڑھ جائے گی

عقل ہوتی، تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر ؛ غیر ممکن ہے کہ چڑھے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

تبا ؤ ہدایت کس نے دی؟ خدا نے۔ مغفرت کون دے گا؟ خدا دیگا۔ نجات کون دے گا؟ خدا دے گا؟ مگر تبا ؤ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ العالمین تب ہدایت دینی تھی، تو کیا ضرورت تھی نبی بھیجنے کی۔ ڈائرکٹ ہدایت بھیج دی تھی اور ڈائرکٹ قرآن اتار دیا ہوتا ہر گھر میں ایک توریت ہوتی، ہر گھر میں ایک انجیل ہر گھر میں ایک زبور۔ جو نکلتا تو چار کتاب دبائے نکلتا۔ کیا ضرورت تھی کسی نبی کی؟ کیا ضرورت تھی، کسی رسول کی؟ لغت کی کمی نہیں ہے۔ سب لغت دیکھ کر قرآن سمجھ لیتے۔

اور اس کے بعد میں پھر یہ سوچتا ہوں اس کے اتارنے کی بھی ضرورت کیا تھی، اس لیے کہ اگر کتاب کے ذریعے ہدایت ہوئی تو کتاب بھی وسیلہ بن جائے گی لطف کی بات دیکھو اللہ نے جب اپنا کلام نازل کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وسیلہ۔ وہاں بھی وسیلہ اب تو بڑی مشکل ہو گئی۔ خدا کی معرفت خدا دیتا ہے مگر سنو کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ۔ میں خزانہ مخفی تھا، تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، تو میں نے نورِ محمد کو پیدا کیا کہ ان کو جب تک نہ پہچانو گے، مجھ کو نہ پہچانو گے۔ ان کو جب تک نہ مانو گے مجھے بھی نہیں مان سکتے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت۔ پتہ چلا کہ ؎

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھیے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

جب تم سوال کرو گے بارگاہِ خداوندی میں معروضہ پیش کر دیں گے کہ کیا ضرورت ہے حضرت آدم علیہ السلام کی؟ کیا ضرورت ہے حضرت نوح علیہ السلام کی! ہمیں ڈائرکٹ ہدایت مل جائے اور ہم ڈائرکٹ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ کیا ضرورت ہے انبیاء کی! تو یہی جواب تمہیں دیا جائے گا ؎

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھیے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

مگر زینے کو زینہ ہی سمجھنا، زینے کو چھت کہہ دیا تو بھی غلطی ہو گی اور اگر زینے کو فرش کہہ دیا تو بھی غلطی ہو گی زینہ نہ فرش ہے نہ چھت۔ کیا مطلب؟ زینے کو نہ چھت سے ملاؤ نہ فرش سے ملاؤ وسیلہ بیچ والا ہوتا ہے نہ اوپر سے ملانا نہ نیچے سے ملانا، جس کو تم وسیلہ بنا رہے ہو اسے اگر خدا سے ملاؤ گے تو غلطی ہو گی اور اگر اپنے سے ملاؤ گے تو غلطی ہو گی زینہ زینہ ہوتا ہے نہ زمین نہ چھت
ہاں اتنا ضرور ہے کہ زینے کا تعلق ادھر سے بھی ہوتا ہے اور ادھر سے بھی نیچے بھی ایک ہاتھ ہے اوپر بھی ایک ہاتھ ہے۔ ادھر سے لے جا رہا ہے ادھر دے رہا ہے ادھر کی سن رہا ہے

ادھر سنار بابہے۔ اب اگر تم سلامتی سے جانا چاہو تو زینے سے جاؤ اور سلامتی سے اترنا چاہو تو زینے سے اترو اور ادھر ادھر چھلانگ لگاؤ گے تو خیریت نہیں ہے ۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھئے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

ایک جانور ہے، وہ کبھی دو ٹانگ سے چلتا ہے کبھی چار ٹانگ سے چلتا ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ بندر کہتے ہیں۔ میں جانور کی بات کہتا ہوں انسان کی نہیں۔ بندر زینے سے نہیں چڑھتا ہے وہ اچھل کے چڑھتا ہے اگر وہ اچھل کے چڑھے، تو اس سے اعتراض مت کرنا مگر کوئی انسان اچھلے تو سمجھا دینا کہ ۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
غیر ممکن ہے کہ چڑھیئے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

کھڑے ہوجائیے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیجئے۔

خطبہ نمبر ۴

فضیلتِ رسول

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ✤ اَيَّدَهٗ بِاَيْدِهٖ اَيِّدْ نَا بِاَحْمَدًا
اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجَّدًا ✤ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

صرف اتنا ہی نہیں کہ غم سے رہائی مل جائے ✤ وہ جو مل جائے تو پھر ساری خدائی مل جائے
دور رکھنا ہے تو پھر جذبِ اویسی دے دو ✤ تاکہ مجھ کو بھی تو کچھ کیفِ جدائی مل جائے
میں یہ سمجھوں گا مجھے دولتِ کونین ملی! ✤ راہِ طیبہ کی اگر آبلہ پائی مل جائے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ

برہان کی تعریف

ترجمہ:۔ یقیناً تمہارے پاس رب کی جانب سے برہان آگیا اور ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین کو نازل کیا۔

میں نے جس آیہ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کر دیا تمہارے پاس برہان آگیا۔ اہلِ علم تو خوب جانتے ہیں کہ برہان کیا چیز ہوتی ہے مگر اس کو اور کھول کر بیان کروں گا جس سے سب لوگ سمجھ سکیں کہ کس چیز کی آمد کا ذکر ہے برہان کہتے ہیں دلیل کو، حجت کو تمہارے پاس دلیل آگئی اس دلیل سے کیا مراد ہے؟ اس میں میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا مفسرینِ کرام ارشاد فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ میں برہان سے مراد ہے ذاتِ گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تفسیروں میں یہ الفاظ ملتے ہیں اس سے مراد ہیں سرکارِ مدینہ کے

معجزے۔ چاہے رسول کے معجزات لو، چاہے ذاتِ رسول لو سب کا حاصل ایک سب کا مآل ایک ہے کہ برہان ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ــــــــ

ــــــــ تو تمہارے پاس

دلیل آگئی، مگر پہلے دلیل نہیں آنا چاہیے، پہلے دعویٰ آنا چاہیے۔

اسلام کا دعویٰ

پہلے آدمی دعویٰ کرتا ہے، پھر دلیل دیتا ہے ایسا نہ ہو کہ دعویٰ کچھ بھی نہ ہو اور دلیل دینا شروع کردیں تو ہمیں سوچنا ہے۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں کہ آخر یہ دلیل ہیں تو کس دعوے کی دلیل ہیں اس سلسلے میں میں آپ کا کوئی زیادہ وقت نہ لوں گا۔ یقین جانو کہ اسلام کا دعویٰ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس دعوے کی دلیل ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اب یہ سوال ہرگز نہ کرنا کہ علمائے ملت اسلامیہ کیوں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ رسول ہی کو عنوان قرار دیتے ہیں ان کے پاس آؤ تو کبھی رسول کا حسن وجمال، کبھی رسول کا فضل وکمال، کبھی رسول کا جود ونوال، کبھی رسول کا جاہ وجلال الغرض ان کا مرکزِ فکر، ان کا مرکزِ بیان صرف ذات محمد رسول اللہ ہے آخر کبھی ان کو لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کو بھی تو سمجھانا چاہیے یہ صرف رسالت کو سمجھانے کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ کبھی توحید کو بھی تو سمجھانا چاہیے تو قرآن جواب دیتا ہے کہ سنو! توحید دعویٰ ہے، رسالت دلیل ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دعویٰ ہے محمد رسول اللہ دلیل ہے پہلے دلیل کو سمجھاتے ہیں، تب دعویٰ سمجھ میں آتا ہے یہ دلیل کو سمجھا رہے ہیں تاکہ دعویٰ سمجھ میں آجائے۔

تباؤ دوستو! دلیل کیوں سمجھائی جاتی ہے؟ دلیل کا بذاتِ خود سمجھانا مقصود نہیں ہوکرتا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ دعوے کو سمجھ لیں۔

اسلام کی دلیل

الغرض دعوے کو سمجھانے کیلئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے اب آؤ دیکھو کہ دلیل کی جو شان ہے وہ شان ہم دیکھ رہے ہیں۔ ذات گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس کو سمجھنے کیلئے پہلے اس مثال

کو ذہن نشین فرمالیں۔ مثلاً میں اگر کوئی دعویٰ کردں تو آپ چاہیں دعویٰ کو، مانیں یا نہ مانیں ماننے کیلئے تیار ہوں فوراً یہی کہیں گے کہ دلیل دو۔ دیکھا آپ نے دعویٰ کی مخالفت فوراً شروع نہیں کی پہلے فرمایا دلیل دو۔ میں نے جب دلیل دے دی تو کہنے لگے یہ کیسے دلیل دی یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے، اس میں یہ کمی ہے اس میں یہ نقص ہے تو دیکھو دعویٰ نہیں ماننا چاہا تو دلیل میں عیب نکالنے لگے یہی تو مزاج ہے منکرین کا۔ دلیل کے اندر نقص تو بہت نکلتے ہیں دلیل کے اندر عیب تو بہت نکلتے ہیں یہ دلیل کمزور ہے ہم نے دوسری دلیل دی، کہا اس میں یہ عیب۔ ہم نے تیسری دلیل دی کہا اس پہ کھوٹ، ہم نے چوتھی دلیل دی، ہم دلیل دیئے جا رہے ہیں وہ دلیل کو بگاڑتے جا رہے ہیں معلوم یہ ہوا کہ دعویٰ سے کوئی نہیں الجھا کرتا الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں لا الٰہ الا اللّٰہ سے کوئی کلمہ گو نہیں ٹکراتا ہوا نظر آ رہا۔ بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو ٹکرا رہا ہے وہ محمد رسول اللّٰہ سے ٹکرا رہا ہے جو الجھ رہا ہے محمد رسول اللّٰہ سے الجھ رہا ہے ذرا یہ تو دیکھو یہ لوگ سیرت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ یہ عیب کو تلاش کر رہے ہیں کمی کو ڈھونڈھ رہے ہیں یہ کر رہے ہیں وہ کر رہے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ دلیل ناقص ہو گئی تو دعویٰ بھی ناقص ہو جائے گا۔ اگر یہ دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا یہی بات ہے واقعی یاد رکھنا شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی جب تک دعویٰ اس کے کان تک تھا، اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تی۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر شیطان کبھی نہیں تھا لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر اگر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے شامل کیا جاتا لا الٰہ الا اللّٰہ کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اس تک پہنچ سکتیں لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر وہ کبھی نہ تھا جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ لا الٰہ الا اللّٰہ کی دلیل محمد رسول اللّٰہ کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں۔ وہ انکار کر گیا ظاہر ہو گیا کہ محمد رسول اللّٰہ دلیل اور لا الٰہ الا اللّٰہ ہے دعویٰ۔ لہٰذا جو دلیل کا منکر ہوا،

وہ دعویٰ کا منکر سمجھا گیا۔ یہ بھی اچھا طریقہ ہے منوانے کا کہ دعویٰ اوپر کا ہو دلیل نیچے کی ہو اس کی وضاحت کیلئے ہم آپ کو بتائیں۔ قرآن کریم نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللہ فاتبعونی۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا ادعا رکھتے ہو میری اتباع کرو، میری پیروی کرو، محبت ہو خدا سے، پیروی ہو مصطفےٰ کی یہ کیسا معاملہ ہے؟ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا فلسفہ ہے؟ اگر میں کہوں کہ مجھ سے اگر محبت رکھتے ہو تو مولانا ارشد القادری کی پیروی کرو، ان کی اطاعت کرو آپ کہیں یہ تو الٹی منطق نظر آ رہی ہے ارے بات تو صحیح یہ معلوم ہوتی ہے اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری بات مانو۔ یہ کیسی بات؟ محبت مجھ سے اور اتباع ان کی۔ محبت مجھ سے اور اطاعت ان کی۔

ایک راز کی بات

دوستو! اس میں ایک راز کی بات ہے اگر صرف اپنی محبت تک بات رہتی یعنی اگر شیطان سے صرف اتنا ہی کہا جاتا کہ کہہ دے لا الٰہ الا اللہ تو اسے اس سے انکار نہ ہوتا۔ امتحان ایسا ہی لیا جاتا ہے اور اس میں سب سے بڑے راز کی بات یہ ہے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے ایسا ہو سکتا ہے بہت ہوتا ہے زمانے میں ایسی بات ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ماننے کا ادعا رکھے، مگر محمد رسول اللہ کے ماننے کا ادعا نہ رکھے، مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ کو مانے اور خدا کو نہ مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی، ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ اسی لئے۔

دوستو! ہمارے علمائے ملت اسلامیہ بھی وقت کے نباض ہیں وہ ایسے ہی نسخہ دیتے ہیں جب یہ نعرہ سنایا گیا غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے ابھی آپ نعرہ لگاتے رہے نعرہ پیر یا دستگیر، نعرہ حیدری، یا علی۔ میں یہ سوچنے لگا کہ یہ کیا بات ہے غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے اسی طرح تو آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا، ابتداء کہ رسول کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ صحابہ کرام کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ صدیق و فاروق کا دامن نہیں چھوڑیں گے

مگر یہ آتے ہیں تو یہاں کہتے ہیں کہ غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے تو فلسفہ حل ہوگیا کہ یہ نکتہ، یہ فلسفہ انہوں نے قرآن سے سیکھا ہے اس لئے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے مگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے خدا کو نہ چاہے ایسے ہی یہ ہو سکتا ہے، ایک رسول کی محبت کا دعویٰ کرے، مگر صحابہ کرام کی محبت کا دعویٰ نہ کرے یا اہل بیت سے منحرف ہو، مگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہل بیت کو چاہے اور رسول خدا کو نہ چاہے۔ ایسے یہ بہت ممکن ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا وہ دعویٰ چاہے جھوٹا ہی سہی، ان کو مانے، مگر ائمہ مجتہدین کو نہ مانے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ مانے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ مانے۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔ ایسے ہو سکتا ہے ائمہ مجتہدین کی محبت کا دعویٰ کرنے والا غوث جیلانی کو نہ مانے۔ خواجہ اجمیری کو نہ مانے۔ ایسے سرکار لاہوری کو نہ مانے، حضرت شاہ نقشبند کو نہ مانے مگر یہ ناممکن ہے کہ ان بزرگوں کو ماننے والا امام شافعی کا گستاخ ہو۔ امام حنبل کا منکر ہو۔ امام اعظم کو نہ مانے۔ معلوم یہ ہوا کہ اگر ہم اوپر سے سلسلہ چلائیں گے تو نہ جانے آپ کہاں ٹھہر جائیں لہٰذا نیچے سے چلاؤ کہ ایک ایسا دامن پکڑا دو کہ سارے دامن ہاتھ میں آجائیں۔ ظاہر ہو گیا کہ دعویٰ کو نہ ماننے والا اس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔

محمد رسول اللہ کس کی دلیل ہیں

مگر ایک بات سنو۔ ہر شخص کا علم برابر نہیں ہوتا ہے۔ میں نے یک دلیل دی، توڑ دیا علامہ ارشد القادری صاحب نے اور مولانا ارشد القادری نے دلیل دی، ان کے استاد نے توڑ دیا۔ دلیل کمزور رہی۔ استاد نے دلیل دی تو ان کے استاد نے توڑ دیا معلوم ہوا کہ جب علم بڑھتا جاتا ہے تو دلیل کے اندر نقص پیدا کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے تو میں دیکھتا ہے کہ محمد رسول اللہ جو اللہ کی دلیل ہیں، یہ دلیل کس نے دی ہے؟ یہ بوعلی سینا کی دلیل ہے؟ یہ ارسطو کی دلیل ہے؟ یہ فارابی کی دلیل ہے؟ یہ سقراطیس کی دلیل ہیں؟ یہ افلاطون کی دلیل ہے؟

یہ سقراط و بقراط کی دلیل ہے؟ اگر یہ بقراط کی دلیل ہے تو امکان ہے کہ سقراط توڑ دے اگر یہ شیخ بو علی سینا کی دلیل ہے تو ممکن ہے ارسطو توڑ دے اگر یہ ارسطو کی دلیل ہے تو ہو سکتا ہے افلاطون توڑ دے اور اگر یہ افلاطون کی دلیل ہے تو ممکن ہے جالینوس توڑ دے ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ دلیل کس کی ہے تو قرآن کہتا ہے سنو بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے اب اس کو توڑنے کیلئے یا تو رب کے برابر علم لے آؤ یا رب سے بڑھ کر علم لے آؤ اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس کے اندر عیب کا ہونا بھی محال ہے اس کے اندر نقص کا پایا جانا بھی محال ہے اس لئے کہ یہ ویسے کی دلیل نہیں، رب کی دلیل ہے اور یہ بھی تو غور کرو اگر دلیل ٹوٹے گی تو دلیل کا کیا ہوگا؟ یہ تو دلیل دینے والے کے ناموس کا سوال ہے دلیل دینے والے کی بات کا سوال ہے دلیل ہم نے دی، دلیل ٹوٹ گئی۔ دلیل کا کیا ہوا؟ جو کچھ ہوا دلیل دینے والا کا ہوا لہٰذا ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہماری دلیل ٹوٹنے نہ پائے ہم اپنی کوشش میں ناکام تو ہو سکتے ہیں۔ بتاؤ اگر قادر مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا جسے خدا سنوارے اسے کون بگاڑ سکتا ہے

اچھی طرح سمجھ لو، یہ بو علی سینا کی دلیل نہیں ہیں، یہ ارسطو کی دلیل نہیں ہیں یہ افلاطون ودی مقراطیس کی دلیل نہیں ہیں بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی دلیل ہیں تم بگاڑنے کی کوشش کردگے، نہیں بگاڑ سکو گے تمہارا مقدر تو بگڑ سکتا ہے، مگر یہ دلیل نہیں بگڑ سکتی اس کو بنانے والے نے ایسا بنا دیا ہے اس کو سنوارنے والے نے ایسا سنوار دیا ہے کہ کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ مگر دوستو یہ دیکھو، دیکھنے والے بھی عجیب نظر سے دیکھتے ہیں۔ دیکھنے کا عجیب زاویہ بنا رکھا ہے اس دلیل کو اس حیثیت سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کی دلیل ہیں، بلکہ اس حیثیت سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے اٹھتا بیٹھتا ہے۔

غور سے دیکھو، کیا عقل و دانائی کا دیوالیہ نہیں ہے کہ قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات کریمہ ہیں، مگر انہیں جناب کو صرف ایک ہی آیۂ کریمہ یاد رہی ارے میں نہیں کہتا ہوں کہ یہ آیت نہیں، اس کے ہر گوشے پر ہمارا ایمان ہے اس کے ہر نقطے پر ہمارا ایمان ہے اس کے ایک

ایک زیر وزبر پر ہمارا ایمان ہے، مگر یاد کرنے والے کے ذوق کا تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا انتخاب کیا ہے وہ سمجھ نہیں رہا ہے بے سمجھے یاد کئے ہوئے ہے آیت کریمہ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یہ یاد نہیں ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یہ یاد نہیں ہے، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ یہ یاد نہیں ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ یہ یاد نہیں ہے، کچھ بھی یاد نہیں ہے۔

تمہاری طرح بشر

اگر یاد ہے تو کیا یاد ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور یہ بھی دیکھو ہر سائز کے لوگوں کو یہی یاد۔ هٰكَذَا هٰكَذَا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جتنا نصاب تعلیم ہے اس میں صرف یہی آیت سمجھائی جاتی ہے پھر بھی تو سمجھ لیتے، تو کام بن جاتا اس پر بھی تو سمجھ نہیں پاتے۔ ایسے موقع پر آپ کے ذہن میں جو شبہات ابھر سکتے ہیں اس کو خود اپنی طرف سے بیان کر کے کوشش کرتا ہوں کہ وہ رفع ہو جائیں۔ دیکھو قرآن شریف کی جس آیت کریمہ کی تلاوت کا میں نے ابھی شرف حاصل کیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کروں گا۔ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کہوں گا کہ کوئی کہے کہ ترجمے میں اپنی طرف سے لفظ بڑھا دیا ہے۔

اچھا ترجمہ سنو! اے محبوب کہہ دو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ کتنا سیدھا ترجمہ ہے کتنا واضح ترجمہ ہے مگر ایک بات میں پوچھوں گا آپ سے ایک سوال میں کروں گا آپ کے عدل سے، آپ کے شعور سے، آپ کے دین سے، آپ کی دیانت سے، آپ تفسیروں کی روشنی میں بتائیں کہ قُل کے مخاطب کون ہیں؟ رسول کریم۔ ان سے کہہ دیں، صدیق اکبر سے، جواب دو گے نہیں۔ فاروق اعظم سے کہو گے نہیں، ان سے بھی نہیں۔ عثمان غنی سے نہیں، علی مرتضیٰ سے نہیں سلمان فارسی سے نہیں، صہیب رومی سے نہیں، بلال حبشی سے نہیں اے محبوب! ان سے مت کہو، ان سے کہو یہ قُل کے مخاطب کون ہیں؟ اے رسول! ان کو یعنی کہ فرد کوئی نمبر بنا کے کہو اس میں کچھ مصلحت ہے، اس میں کوئی حکمت ہے اس حکمت کی طرف آپ کے ذہن کو

ابھی نہیں لے جانا چاہتا۔

الغرض اے محبوب! ان سے کہو ان سے مت کہو جو دامن میں آگئے ہیں ان سے نہ کہو ان سے کہو جو بچھڑے ہوئے ہیں بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا غور کرو مشرکین سے کہو کفار سے کہو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں میں یہ پوچھتا ہوں کہ قل کے مخاطب جب کفار و مشرکین ہیں۔ خطاب جب کفار و مشرکین سے کیا گیا ہے تو اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس قُل کے مخاطب ہم ہیں تو وہ اسی گروہ میں ہوگا جو اس آیت کے لفظ کُم کے مخاطب تھے ان سے یعنی مومنین سے جب کہا نہیں گیا تو یہ مخاطب کیسے ہوسکتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ کہا گیا تھا اے محبوب تم کہو اور یہ کہنے لگے۔ ان سے کب کہا گیا تھا کہ تم کہو۔

اور جب قُل کے مخاطب کفار تھے تو اب جو کہے کہ قل کے مخاطب ہم ہیں ہم اس آیت کے مخاطب ہیں، وہ یقیناً ایمان والوں کے دائرے سے نکل کر انہیں میں پہنچتے ہیں جو مخاطب تھے چاہے سمجھ کے پہنچے، چاہے بے سمجھے پہنچے۔ ایک سوال میں تمہارے ایمان سے کرتا ہوں۔ اچھا سنو جی! ابوجہل کو مخاطب بنایا، ابولہب کو مخاطب بنایا۔ عقبہ بن ابی معیط کو مخاطب بنایا ولید ابن مغیرہ کو مخاطب بنایا۔ بنایا نا مخاطب۔ اب کیا تم ابوجہل کو یہ حق دینے کو تیار ہو کہ تمہارے رسول کو اپنے جیسا کہے۔ کیا تم عتبہ و شیبہ کو یہ حق دینے کیلئے تیار ہو کہ وہ کہے اے مسلمانو! تمہارا رسول ہماری طرح ہے ہم تمہارے رسول کی طرح۔ دیکھو تمہارا قرآن ہمیں سے خطاب کر رہا ہے۔ ہمیں کو مخاطب بنا رہا ہے ہم کو پورا حق ہو گیا ہے کہ ہم تمہارے رسول کو اپنی طرح کہیں اور اپنے کو تمہارے رسول کی طرح کہیں کیا حق دے رہے ہو تم انہیں دوگے ابوجہل کو یہ حق دوگے ابولہب کو یہ حق یقیناً تم یہی کہوگے ہم انہیں ہرگز حق نہ دیں گے تو یہ کیسے غضب کی بات ہے جن کو مخاطب بنایا گیا۔ ان کو حق نہیں دے رہے ہو اور پھر جن کو مخاطب ہی نہ بنایا گیا۔ ان کو کیسے حق مل گیا۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں ۔:۔ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا۔

بشر نہ ماننے والا کافر

تم آئے ہو سمجھنے کیلئے ایک بات اچھی طرح سمجھ لو یہ ہمارا اسٹیج ذمہ دار اسٹیج ہے۔ ہم پر افترا اور بہتان رکھا جاتا ہے کہ ہم نبی کو انسان نہیں مانتے، ہم نبی کو بشر نہیں مانتے تو میں پورے دعوے کے ساتھ اطمینان و ایقان کی منزل سے کہتا ہوں کہ دیکھو جہاں تک ماننے کا سوال ہے نبی کو جو بشر نہ مانے، انسان جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب اس سے زیادہ کون سی بات کہی جا سکتی ہے۔ سوال یہ نہیں ہے۔ کہ نبی انسان ہیں کہ نہیں۔ سوال تو اس وقت اٹھتا ہے جب تم کہتے ہو ہمارے جیسے ہیں تو جی چاہتا ہے آئینہ دکھا دیا جائے، پہلے اپنے کو تو دیکھو۔

مگر ایک بات اور بھی کہوں گا دوستو! ایک بات اچھی طرح سے اور سمجھ لو کہ جہاں تک نبی کے بشر ہونے کا سوال ہے، نبی بشر ہیں یہ ہمارے عقیدے کی بات ہے یہ ہمارے ایمان کی بات ہے، مگر اتنا سمجھ لینا کہ ہر سچی بات کہی نہیں جاتی۔ کہنے کیلئے یہ نہ کہو کہ سچی بات ہے تو کہنے میں کیا جُرم ہے؟ سوچی میں اس کو مسائل فقہیہ سے قرآن کریم کی آیات سے اور روزمرہ کے محاورات سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ دیکھو میرا رب تبارک وتعالیٰ قادرِ مطلق ساری کائنات کا مالک ذرّے ذرّے کا مالک، گوشے گوشے کا مالک، پتے پتے کا مالک، قطرے قطرے کا مالک، دریا دریا کا مالک، جنگل جنگل کا مالک، صحرا صحرا کا مالک ملك السمٰوٰت والارض له ما فی السمٰوٰت والارض ہے نا یہ حقیقت۔ اگر کسی ایک ذرّے کے بارے میں تم کہہ دو کہ خدا اس کا مالک نہیں تو کافر ہو گئے، مگر اگر کوئی بدقسمت، نقلِ کفر کفر نباشد۔ اگر کوئی نادان ناسمجھ یہ کہے کہ خدا میرے سنڈاس کا مالک ہے وہ کافر ہو گیا۔ بات سچی بھی کہی نہیں جاتی۔ کہنے والے جو تجھے مالک کہنا ہے تو مالک یوم الدین کہا ہوتا مالکِ رسولِ عربی کہا ہوتا، مالک جبرئیل و میکائیل کہا ہوتا۔ تو نے ذلیل مملوک کی طرف نسبت کر کے مالک کی توہین کی۔ لفظوں کی شناعت کو دیکھو۔ لفظوں کی کراہت کو دیکھو۔ ذلیل مملوک کی طرف نسبت کر کے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ دیکھا سچی بات کہی نہیں جاتی۔ ایسے ہی دوستو! میرا خالق کائنات خالق السمٰوٰت والارض ہے۔ کوئی ایسی چیز ہے جس کا خالق خدا نہ ہو؟

مگر سوچ فقہ کا مسئلہ۔ اگر کوئی بدبخت یہ کہدے کہ خدا تعالیٰ خنزیر کا مالک ہے وہ کافر ہو گیا بات سچی ہے مگر کہی نہیں جاتی۔ خالق کہتا ہے تو خالق رسول عربی کہو، خالق السمٰوٰت والارض کہو ساری بات آجاتی ہے یہ ذلیل مخلوق کی طرف خصوصیت کے ساتھ تو نے کیوں نسبت دیا؟ ہو گیا کافر اور میں آگے نہ چلوں دوستو۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انسان قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوا۔ پیدا ہوتا۔ اچھا کسی کو بلاؤ تو سہی یہ کہہ کر اے قطرۂ ناپاک سے پیدا ہونے والے، کسی کو ایسے کہہ کے آواز دو؟ تو کتنی ناچپقلشی ہو گی آپ کی یہ کہا نہیں جا سکتا اور پھر جب تم قرآن کریم کی آیت پڑھو گے تو کہے گا کہ آیت تو بعد میں سمجھائیں گے، ناچپقلشی پہلے ہو لے۔ اس لئے کہ یہ بات سچی تو ہے، کہی نہیں جاتی۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے؟

گستاخ بچہ

ایسے ہی دوستو! اگر کوئی نافرمان یا گستاخ شوخ چشم بچہ اپنے ماموں کو یہ کہہ کر بلائے اے ابا کے سالے ذرا سن لیجئے یا اپنی ماں کو یہ کہہ کر پکارے اے میرے ابا کی رن ذرا سن لے۔ بات کتنی سچی اس نے کہی ہے۔ اس پر وہ عذر اٹھا سکتا ہے کہ اگر سالا نہیں تو ماموں کہاں سے ہو گا۔ اگر ابا کی بیوی نہیں تو ماں کہاں سے ہوئی مگر اس پر کتنے جوتے برسیں گے۔ اس کا بھی کوئی شمار نہیں ہے بات سچی ہے کہی نہیں جاتی ہر بات سچی کہی نہیں جاتی بات تو بالکل ٹھیک ہے، مگر کہی نہیں جاتی تو میں یہی کہتا ہوں دوستو! جہاں تک ماننے کا سوال ہے کون کہتا ہے کہ نبی کو بشر نہ مانو، انسان نہ مانو، مگر یہ کہنے کی عادت تو نے کیسے بنالی ہے بشر تو کافر بھی کہا کرتے تھے وہ بات کہو جو مومن کے سوا کوئی نہ کہہ سکے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

شب معراج کا واقعہ

آج میرے رسول کے چلنے پھرنے کو کیا آپ ہی دیکھ رہے ہیں؟! اٹھنے بیٹھنے کو کیا آپ دیکھ رہے ہیں کیا سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے نہیں دیکھا تھا؟ کیا سیدنا جبرئیل نے مکے میں چلتے ہوئے نہیں دیکھا تھا؟

کیا سیدنا جبرائیل نے مدینے کی گلیوں میں نہیں دیکھا تھا؟ کیا سیدنا جبرائیل نے میرے رسول کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا تھا؟ تو یہ کیا منظر ہے کہ جب میرے رسول نے کہا اے جبرائیل یہیں کیوں ٹھہر گئے؟ میں صرف اشارہ ہی کروں گا۔ واقعات کی تفصیلات آپ کے سامنے ہے۔ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔ الغرض جب رسول نے کہا یہ کیسی رفاقت تم یہیں ٹھہر گئے؟ آگے چلو۔ تو سیدنا جبرائیل نے جو عرض کیا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس کی کیا اچھی ترجمانی کی ہے ؂

اگر یک سر موئے برتر پرم ÷ فروغ تجلّی بسوزد پرم

اے رسول آپ تشریف لے جائیے میں اب اگر آپ کے ساتھ آگے چلا تو تجلّی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے ــ کیا مطلب؟ اے رسولِ عربی! جب آپ عالم البشریت سے گذر رہے تھے تو لباسِ بشری آپ پر تھا، میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا، مگر اب آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے۔ اے رسول اگر اب میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ کی تجلّی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے۔

اب میں حقیقتِ محمدیہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ اے رسول! ہم آپ کے صورتِ حقیقی کے جلوے کی تاب نہیں لا سکتے۔ آپ جائیے۔ مگر دوستو! اس ترجمہ کو سبھی قبول کرلیں بڑی مشکل ہے اس لیے کہ مولوی صاحب یہ بھی ترجمہ سکھاتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ تھا کہ حضرت جبرئیل یہ عرض کر رہے ہیں کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی اوپر گیا تو خدا کی تجلّی سے میرے پر جل جائیں گے چلو اس کو بھی سر آنکھوں پر رکھو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بات غلط ہے مگر مجھے یہ بتاؤ حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں اگر میں بال برابر بھی آگے گیا، تو خدا تعالیٰ کی تجلّی سے میرے پر جل جائیں گے۔ حضرت جبرائیل کے پر جل جائیں گے حاملِ وحیِ الٰہی کے پر جل جائیں گے۔ دیکھا آپ نے معصوم فرشتے کا پر جل رہا ہے۔ سید الملائکہ کا پر جل رہا ہے۔ نوری مخلوق کا پر جل رہا ہے جانے والے تو جا میرا تو پر جل رہا ہے اس موقع پر۔ حضرت جبرائیل کو کہنا چاہیئے تھا اے مکے والے۔ اے مکے کی سرزمین پر جلوہ افروز فرمانے والے آپ ہم سب سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم چلیں، ہماری درخواست قبول

تھکیے کہ خود آپ ٹھہر جائیے آپ بھی آگے نہ جائیے' اس لئے کہ جب سدرہ والے کا پر جل رہا ہے تو مکہ والے کا بازو کہاں رہے گا؟ جب سید الملائکہ کا پر جل رہا ہے تو اے رسول آپ کا کیا حال ہوگا؟ میری بات مانیے' ٹھہر جائیے یہ کہنا چاہیے تھا حضرت جبرائیل کو۔ مگر کیا ہوا خود تو ٹھہر گئے اور جانے والے کو بانہ دیا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیا کہ میرے تو پر جلیں گے' وہ نہ جلیں گے۔

ذرا غور تو کرو۔ سیدنا جبرائیل اپنے آپ کو رسول کی طرح نہ سمجھ سکے اور رسول کو اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ اگر اپنے آپ کو رسول کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے اور اگر رسول کو اپنی طرح سمجھتے تو روک لیتے نہ آگے بڑھے نہ روکا اور دکھا دیا کہ میں رسول کی طرح نہیں' اور نہ رسول میری طرح ہیں۔ ذرا غور کرو سید الملائکہ انہیں اپنی طرح نہ سمجھ سکے معصوم فرشتے اپنی طرح نہ سمجھ سکے نوری مخلوق اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ سدرہ نشین اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ حاملِ وحی الٰہی اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ اب اگر دو ٹانگ کا جانور اپنی طرح سمجھے تو یہ دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے۔؟

دعویٰ اور دلیل کی مزید وضاحت

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اسلام کا دعویٰ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس دعوے کی دلیل ہے اس دعویٰ اور دلیل والی نسبت کو اور بھی واضح کر دوں کلمہ آپ پڑھتے ہیں نا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہی تو ترجمہ ہے نا۔ دو باتیں معلوم ہوئیں ایک بات کیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسری بات کیا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو باتیں ہیں نا اور جب آپ بھی دو بات کہنا چاہتے ہیں تو ایسے ہی نہیں بولتے بیچ میں یک واؤ بھی ہوتا ہے مثلاً زید آیا اور بکر گیا۔ فلاں آیا اور فلاں گیا طارق نے کہا اور خالد نے سنا۔ یہ اور کا لفظ بتا رہا ہے کہ پہلا جملہ کچھ اور کہہ رہا ہے اور دوسرا جملہ کچھ اور اس اصول کی روشنی میں کلمہ یوں ہونا چاہیے لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے رسول ہیں مگر نہیں' دیکھو یہ تمہارا کلمہ واؤ کی جدائی بھی برداشت نہیں کر رہا ہے کہ تم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کے مابین واؤ کی فصل ہے آؤ، اتنا بھی برداشت نہیں، کیوں اس لئے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دعویٰ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دلیل ہے۔ اگر دلیل دعوے سے جدا ہو جائے، تو کون دعویٰ کو سنبھالے۔

زِندوں کا کلمہ

ایک بات اور ہے، ذرا ترجمے پر غور کرنا یہ ترجمہ کن کا ہے ہمارا تمہارا ترجمہ۔ ترجمہ کیا ہے نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں یہی ترجمہ ہے نا۔ اتنے علماء کرام ہیں، سب یہی ترجمہ کریں گے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ نے بھی تو یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا محمد اللہ کے رسول ہیں آپ بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنیوالا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

یہ ہیں ہیں کی بڑی رٹ لگا رہے ہو۔ ذرا غور تو کرو۔ ابھی میں اگر یہ کہوں کہ میں فلاں شہر میں گیا۔ وہاں ایک عالم ہیں، اچھے ہیں ایسے ہیں ویسے ہیں۔ بہت ہی اخلاقی قدروں کے حامل ہیں۔ بہت اچھے ہیں، بہت خوش اخلاق ہیں۔ تو ابھی ہم نے کچھ نہیں کہا، مگر "ہیں" یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں اور اگر میں کہتا ایک عالم تھے۔ ایسے تھے ویسے تھے۔ بڑے اچھے تھے بڑے نیک تھے تو ہم نے تو کچھ نہیں بتایا "تھے" نے بتادیا کہ اب نہیں ہیں آپ کہتے چلے جارہے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو یہ کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا، اسے چاہیے کہ وہ مردوں والا کلمہ پڑھے، یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

بتاؤ اس سے بڑھ کے اور نفاق کیا ہو گا کہ کہو محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانو رسول تھے۔ ارے کم از کم زبان کو دل کے مطابق تو کر لو۔

اور ایک بات سنو! لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ اس کلمے کا نام کیا ہے؟ اسے کلمہ طیب کہتے ہیں، کلمہ توحید کہتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ جو کلمہ توحید کہتے ہیں بڑی بے انصافی

کی بات ہے اس لئے کہ اس میں صرف توحید ہی کا سبق تو ملتا نہیں، بلکہ رسالت کا بھی تو سبق ملتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کلمہ توحید و رسالت نام رکھ دو۔ اس کا بھی یہی جواب ہے کہ سنو اس کلمہ میں توحید جو موجود ہے وہ دعویٰ ہے اور رسالت اس کی دلیل ہے۔ جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے سمجھانا ہے، اسی کو محمد رسول اللہ سمجھانے آئے ہیں۔ اچھا اب ایک دوسرے رُخ سے غور کرو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مطلب کیا ہے؛ نہیں ہے کوئی معبود۔ نہیں ہے کوئی الوہیت والا۔ نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہو گیا کہ میرا خدا وہ ہے جو اپنی الہیت الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمۂ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید و رسالت کیوں نہیں رکھا۔

دو طرح کے مشرک

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں بھی توحید ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ میں بھی توحید ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نے ہمیں یہ سمجھایا کہ میرا خدا اپنی الہیت اور الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نے یہ سمجھایا کہ میرا نبی اپنے کمالاتِ رسالت و نبوت میں وحدہٗ لاشریک ہے تو وہاں توحیدِ الہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ میرا رسول رسالتِ عامہ والا ہے۔ یہ اپنی رسالت میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ تو سنو جی مشرک کی دو قسمیں ہو گئیں۔ جو خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے، وہ بھی مشرک اور جو رسول کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔ فقہا چاہے اس پر مشرک کا لفظ استعمال کریں یا نہ کریں، صرف کافر کہہ کے آگے بڑھ جائیں۔ مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ دونوں مشرک ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی ذات میں دوسرے کو شریک کرکے مشرک بنتا ہے اور دوسرا رسول کی ذات میں غیر رسول کو شریک کرکے مشرک بنتا ہے۔

بعض ناسمجھ الزام رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ رسول کو حد سے زیادہ بڑھا کر خدا سے ملا دیتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی حد سے ملا دیتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ ہم رسول کی حد نہ سمجھ سکے یہ خدا تعالیٰ کی حد سمجھ گئے۔ یعنی خدا کی حد متعین کر دی، جہاں سے رسول کو ملایا۔

اچھا غور کرو ہم رسول کو جو کچھ کہتے ہیں اگر یہی خدا سے ملانا ہے۔ ہم رسول کو جتنا کہتے ہیں گر رسول کو خدا سے ملانا ہے تو سنو تمہاری شکایت تو یہ ہے کہ ہم نے رسول کو خدا سے ملایا اور میری شکایت یہ ہے کہ تم نے خدا کو رسول سے ملا دیا۔ یہ شرک معکوس دیکھنے کے لائق ہے ۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تو لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے، اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔ ایک بات اور سوچو کہ تم سب کلمہ پڑھتے ہونا۔ پہلے لا الٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ پہلے لا الٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ مگر ایک بات بتاؤ کہ پہلے تم نے محمد رسول اللہ کو مانا کہ لا الٰہ الا اللہ کو۔ پہلے محمد رسول اللہ پر ایمان لائے یا لا الٰہ الا اللہ پر۔ سنو جی اچھی طرح سمجھ لو وجود کے اعتبار سے مقدم ہے لا الٰہ الا اللہ اور ایمان کے اعتبار سے مقدم ہیں محمد رسول اللہ۔

ایک بات بتاؤ میں مانتا ہوں سورج پہلے ہے روشنی بعد میں ہے چاند پہلے ہے چاندنی بعد میں ہے۔ دریا پہلے ہے روانی بعد میں ہے۔ آبشار پہلے ہے نغمے بعد میں ہیں۔ پھول پہلے ہے مہک بعد میں ہے۔ موتی پہلے ہے چمک بعد میں ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ پہلے تم نے چاند کو دیکھا کہ چاندنی کو دیکھا۔ تمہیں پہلے سورج ملا کہ روشنی ملی۔ تمہارے سوچنے کی بات ہے مطلب یہ ہے کہ ادھر سے چلو تو سورج پہلے روشنی بعد میں۔ چاند پہلے چاندنی بعد میں اور اُدھر سے چلو تو چاندنی پہلے چاند بعد میں، روشنی پہلے سورج بعد میں تو بتاؤ کہ تم اُدھر سے آرہے ہو کہ ادھر سے جارہے ہو اور جب تم ادھر سے جارہے ہو تو پہلے محمد رسول اللہ پھر لا الٰہ الا اللہ۔ لہٰذا میں علمائے ملت اسلامیہ سے گزارش کروں گا کہ کلموں کو کچھ بدل دیا جائے محمد رسول اللہ پھر لا الٰہ الا اللہ مگر کیا بات ہے کہ تم نہیں بدلتے، بلکہ کہتے ہو کہ کلمہ کی ترتیب ٹھیک ہے کہ پہلے لا الٰہ الا اللہ ہو اور بعد میں محمد رسول اللہ پھر میں نے کہا واہ بھئی پہلے تو میں نے محمد رسول اللہ کو سمجھا تھا

تبلیغ کا طریقہ

اس سلسلے کی ایک بات اور عرض کروں۔ جب جانتے ہیں کہ میرے رسول نے فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بلایا اور بلانے کے بعد پہلے قوم سے وہ قوم جسمیں میرے رسول نے ۴۰ سال تک خاموش زندگی گزاری، اس کے بعد بلاکر پوچھا دیکھو تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا اسی کیلئے بلایا تھا۔ یہ تو رسول جانتے ہی تھے کہ یہ آپکو کیا سمجھتے ہیں؛ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال پر سب نے کہہ دیا امین سچے دیانتدار۔ یہ وہ ہیں الغرض بہت کچھ تعریف کردی۔ اچھا جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں تباہ کردینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانوگے اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے تو میرے رسول کے ارشاد کا خلاصہ یہی تو تھا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو، تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خدا کو مان لو قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤگے۔ میں ابھی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا اس کے گوشے بھی نہیں دکھانا چاہتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو کیوں سمجھایا؟ اپنے کو کیوں منوایا۔ پہلے اپنے کو منوالیا پھر لا الٰہ الا اللہ کہا پہلے مجھے تو مان لو، اس لئے کہ لا الٰہ الا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ داعی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ہدایت ہے۔ محمد رسول اللہ ہادی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ارشاد ہے محمد رسول اللہ مرشد ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کلام ہے۔ محمد رسول اللہ متکلم ہے۔ لا الٰہ الا اللہ ذکر ہے محمد رسول اللہ ذاکر ہیں۔ جو داعی کو نہ مانے گا۔ وہ دعوت کو کیا مانے گا! جو ہادی کو نہ مانے گا، وہ ہدایت کو کیا مانے گا؟ جو نبی کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا؟ جو ذاکر کو نہ مانے گا، وہ ذکر کو کیسے مانے گا؟ تو رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ دینا ہے کہ پہلے ہمیں منواؤ، پھر خدا کو خود ہی مان لیں گے۔ اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں منوایا جاتا۔ وہ طریقہ تو ایک بدعت ہے اور وہ بھی بدعت سیئہ۔

ذکرِ خدا ہے ذکرِ رسول

تو آپ سبھوں نے دیکھ لیا ناکہ پہلے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پھر یہ کلمہ ایسے کیوں کہتے ہو۔؟
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ۔ یہ تو معاملہ الٹ ہوگیا کلمہ ایسے پڑھو تو ٹھیک رہے گا۔
محمد رسول اللہ لا الٰہ الا اللہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ یہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے سوا معبود نہیں ہے۔ مگر نہیں دوستو اس الجھن کو دور کر دیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حبیب میرے خدا نے نورِ محمدی کو پیدا کرنا چاہا، تو اس نے ارشاد فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ نورِ محمدی پیدا ہوگیا۔ نورِ محمدی نے عرض کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ جلوۂ وحدت میں فنا ہوگیا رب تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا محمد رسول اللہ نورِ محمدی پیدا ہوگیا۔ نورِ محمدی نے عرض کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ جلوۂ وحدت میں فنا ہوگیا۔ یہ سلسلہ جب تک رب تبارک و تعالیٰ نے چاہا، ہوتا رہا۔ پھر نور قائم و مستقر ہوگیا۔ اب غور کرو کہ نورِ محمدی کیا عرض کر رہا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور میرا رب کیا فرما رہا ہے محمد رسول اللہ۔ تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یہ رسول کا ذکر ہے محمد رسول اللہ یہ خدا کا ذکر ہے۔ یہ اللہ کا ذکر ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یہ رسول کا کلام ہے محمد رسول اللہ یہ خدا کا کلام ہے قرآن نے بھی کہا اے محبوب! قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد - لم یلد۔ ولم یولد۔ اے محبوب تم کہو کہ اللہ ایک ہے۔ تم کہو کہ اللہ بے نیاز ہے تم کہو کہ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ تم کہو، یعنی یہ تمہاری بات ہے اور میں کہوں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ لا الٰہ الا اللہ تم کہو محمد رسول اللہ میں کہوں۔ اب کلمہ کی ترتیب سمجھ آئی پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اس لئے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا، وہ سنّتِ مصطفٰے ادا کرے گا اور جو محمد رسول اللہ کہے گا، وہ سنّتِ کبریا ادا کریگا تو پہلے لا الٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ پہلے سنّتِ مصطفٰے ہے پھر سنّتِ کبریا ہے۔ اب اس ترتیب کا مناسب ہونا ظاہر ہوگیا یعنی جب تک سنّتِ مصطفٰے نہ پاؤ گے، تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔

جادو گروں کا واقعہ

تو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل ہے ۔ ایک بات میں تم کو بتاؤں جب تک آدمی دلیل کو نہیں سمجھتا ۔ دعویٰ پر ایمان نہیں لاتا ۔ ایک مقام پر اور بھی ایسا ہوا تھا دعویٰ و دلیل کا نقشہ پیش ہوا تھا ، جب جادوگروں نے مقابلہ کیا تھا ۔ حضرت کلیم علیہ السلام کا مقابلہ کیا اور اس کے بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لا رہے ہیں ۔ اٰمنّا بربّ العٰلمین ربّ موسیٰ وھارون ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے ۔ کمال دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایمان لائے ربِّ موسیٰ پر ۔ معجزہ دیکھا حضرت کلیم کا اور ایمان لائے رَبِّ موسیٰ پر ۔ معلوم ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ جو دلیل کو مانتا ہے ، اس کو دعویٰ ماننا پڑتا ہے اور جب تک تم دلیل سے دور ہو گے ۔ دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا ۔ اس کو میں مثال سے سمجھاؤں گا کہ جو دور رہا وہ سمجھ نہ سکا تم نے نہیں دیکھا ایک شخص ابھی دلیل سے دور ہے ، ابھی دلیل کو سمجھ نہیں سکا تو اس کا تیور کیا ہے ؟ عجیب تیور ہے ارادے بھی بڑے خراب ہیں عزائم بھی اچھے نہیں ۔ ننگی تلوار لیے چلا جا رہا ہے ۔ ایک جانب کو چلا جا رہا ہے اور قدرت کا انتظام تو دیکھو ۔ دعویٰ اپنی دلیل کے قریب کر رہا ہے ۔ یہ بڑے غصے میں جا رہے ہیں ۔ بڑے تیوروں سے جا رہے ہیں ، مگر چشم کائنات نے یہی دیکھا کہ

عُمر سوئے نبی گئے ۔ نظرِ سوئے عُمر گئی
پڑتی نگاہِ مصطفےٰ تو زندگی سنور گئی

دیکھا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دلیل کو سمجھ لیا ، تو دعوے کو ماننا پڑ گیا ۔ میں اس سلسلے میں ایک واقعے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں گا ۔ تفصیلات میں نہیں لے جاؤں گا ، آپ بالکل مطمئن رہیں ، اس لیے کہ میرے سامنے ہی گھڑی ہے منتظمین نے اس کا پہلے ہی سے لحاظ رکھا ہے ۔

حضرت عمیر کا واقعہ

دو نام یاد رکھو صفوان ابن امیہ ۔ عمیر ابن وہب یہ دونوں حطیم کے پاس ۔ بیٹھے ہوئے کچھ مشورے کر رہے تھے حطیم

کے پاس بیٹھے ہوئے کچھ بات کر رہے تھے۔ دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ غزوۂ بدر کے بعد کا موقع ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب اسیرانِ بدر میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل و عیال والا نہ ہوتا۔ اگر میرے اوپر بارِ قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ تو صفوان ابن امیہ نے کہا، بس ٹھیک ہے جاؤ۔ ہم تمہارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں۔ تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر ٹھہر و سنبھل کے کام کرنا۔ ابھی اس راز کو طشت از بام نہ ہونے دینا۔ ظاہر نہ ہونے دینا۔ یہ راز ابھی کسی تیسرے کو نہ معلوم ہونے پائے۔ اچھی طرح سے سمجھ کے جانا۔ بنائے ہوئے منصوبے کے تحت عمیر پہنچے اور جب پہنچے تو صبح کا سہانا وقت تھا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کے جھرمٹ میں ان انعامات کا ذکر کر رہے ہیں جو غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں پر ہوئے۔ عمیر کے تیور کو دیکھا، اچھا تیور نہیں نظر آ رہا ہے۔ حضرت عمر سمجھ گئے مگر جب گوشِ رسالت تک بات پہنچی تو سرکار نے کہا عمیر کو آگے آنے دو۔ عمیر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہوتے ہی ایک سلام کیا۔ وہی جاہلیت والا سلام۔ صبح بخیر جس کو کہتے ہیں آپ گڈ مارننگ۔ یہ جاہلیت کا سلام ہے۔ میرے رسول نے اسی وقت ان کی اصلاح کی تھی کہ یہ جاہلیت کا سلام ہے اور مسلمانوں کا سلام کیا ہے السلام علیکم۔ مگر لوگ السلام علیکم میں بھی کنیشن شروع کر رہے ہیں۔ اور اس کے اندر سلام علیکم چل گیا ہے کہیں سلامالیکم چل رہا ہے تو اس طرح سے یاد رکھنا سلام مسنون ادا نہیں ہوتا، اس لئے سلام مسنون ہے السلام علیکم۔ اس سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ [illegible] اگر کوئی صرف سلام علیکم کہے [illegible] جواب دینا واجب نہیں۔ سلام مسنون کا جواب واجب ہے کوئی جواب دے دے تو اس کا احسان ہے مگر سلام علیکم یا سلاما علیکم یا خواہ مخواہ منہ بنا دینے کا نام سلام مسنون نہیں۔ تو میرے رسول نے کہا یہ تاریکی کا سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روشنی کا سلام دیا ہے۔

گڈ مارننگ کا حشر

مگر دوستو! تاریخ اپنے کو دہرا رہی ہے۔ کل اس تاریکی کے دور میں یہ سلام [illegible] تھا [illegible] اس دور میں گڈ مارننگ

اور گڈ نائٹ بطورِ سلام چل گیا ہے۔ گڈ نائٹ اور گڈ مارننگ کا مطلب کیا ہے میں نے سمجھنے کی بہت کوشش کی۔ خیر یہاں نہیں سمجھائیں گے، لوگ تو کہا! سمجھائیں گے۔ یہ علاقہ ہی ایسا ہے میں فکر میں تھا کہ گڈ مارننگ کا کیا مطلب ہے؟ سوچنے لگا تو دو ہی مطلب سمجھ میں آئے کہ گڈ مارننگ کا مطلب ہے کہ صبح اچھی ہے یا یہ کہ صبح اچھی ہو۔ صبح اچھی ہے یا صبح اچھی ہو۔ اگر یہ معنی ہے کہ گڈ مارننگ صبح اچھی ہو تو اس کا مطلب تو یہی ہے نا کہ صبح اچھی ہو چاہے رات پر قیامت آجائے۔ ہم تو صرف ایک پہر کا سلام لے کر آئے ہیں اور گڈ نائٹ کا معنی رات اچھی ہو جائے چاہے صبح پر قیامت آجائے۔ ہم کو اس سے مطلب و غرض نہیں ہے ہم تو صرف ایک پہر کی بات لے کر آئے ہیں اور اگر آپ نے یہ کہا کہ جی نہیں۔ یہاں اچھی ہو، اچھی ہو کا سوال نہیں ہے اچھی بات ہے کہ گڈ مارننگ، صبح اچھی ہے۔ ہم نے کہا، اچھا۔ گڈ نائٹ رات اچھی ہے ایسی بات ہے تو کسی کے گھر میں رات چوری ہو گئی۔ صبح آپ پہنچے اور کہہ دے گڈ مارننگ تو پتہ نہیں کہ وہ دعا سمجھے گا یا گالی سمجھے گا۔

اسلام کا سلام

اس کے برعکس اسلام کا سلام ہے السلام علیکم، تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ یہاں پر بھی، صبح کو بھی، دوپہر کو بھی، شام کو بھی، دن کو بھی رات کو بھی، یہاں بھی، وہاں بھی، ایک سلام جنت پہنچا رہا ہے۔ ایک ہی سلام ساتھ نہیں چھوڑتا کہیں میت ہو گئی تو وہاں پر بھی کہا السلام علیکم۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، اس نے ایک لیا اور ہزار دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ سلامتی چاہیے بس۔ اس کا کرم چاہیے۔ مگر وہی بات ہے دوستو! کہتے ہیں کہ پہلے چراغ تلے اندھیرا ہوتا تھا اور اب چراغ کے اوپر اندھیرا ہوتا ہے۔ کسی کسی جگہ پر دائیں بائیں بھی اندھیرا ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے کا چراغ زبانِ حال سے کچھ کہتا تھا پہلے کا چراغ یہ کہتا تھا کہ سنو جی! اوپر کو روشن رکھو نیچے تاریک رہے کوئی حرج نہیں۔ جانا تو وہیں ہے نا آخرت روشن رکھو! اور آج کا چراغ، شاید کہتا ہے ارے ادھر کیا دیکھتے ہو ادھر روشن رکھو ے

اب تو آرام سے گزرتی ہے ... عاقبت کی خبر خدا جانے

سرکار رسالت نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ کہا اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ صحیح صحیح بتاؤ کس لئے آئے ہو؟ صحیح اور سچی بات بتاؤ؟ بس رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ دیکھو کیا تم میں اور صفوان ابن اُمیہ میں یہ بات نہیں ہوئی مکے کے اندر کعبے کے قریب حطیم کے پاس۔ کیا اس نے تمہارے بچوں کی کفالت اپنے ذمے نہیں لی؟ کیا اس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں کیا؟ سنو عمیر! تمہارے اور میرے مابین خدا تعالیٰ کا ارادہ حائل ہے تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا۔ ایک عجیب تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں مدینے والے نے کیسے جان لیا؟ بات تو ہوئی تھی دو میں تیسرے نے کیسے جان لیا فوراً پڑھا۔ اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحدہٗ لا شریك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ کلمہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئے

اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ایمان کی دولت ملی، اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی۔ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کر ایمان لاؤ۔ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتا دی۔ ان کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہوگئی۔ رسول کے علم غیب کو جب انہوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے پر مجبور ہوگئے زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔ کبھی رسول کے علم غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے، آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

تو دیکھو جب تک عمیر رسول سے دور تھے ایمان نہ لا سکے، نہیں مان سکے لا الٰہ الا اللہ کو اور جب قریب ہوگئے تو مان لیا، ظاہر ہوگیا لا الٰہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے، دعویٰ کو نہیں مان سکتے۔

پوجنا انسانی فطرت ہے

اس کو میں ایک اور مثال سے سمجھاؤں وہ یہ کہ یہ عبادت کرنے کا جذبہ، سر جھکانے کا جذبہ انسان کا فطری جذبہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فطرت کہیں غلط راستے پر لگی ہو مگر پوجنے کا جذبہ

عبادت کرنے کا جذبہ، یہ انسان کا فطری جذبہ ہے۔ ایک بات اور ذہن نشین رہے کہ انسان پوجنا تو چاہتا ہے مگر اپنے سے کمزور کو نہیں پوجنا چاہتا۔ پوجنا چاہتا ہے اس کو جس میں اپنے سے زیادہ طاقت ہو تو فرض کرو انسان کا ایک گروہ نکلا اپنے معبود کی تلاش میں۔ چلتے چلتے اس نے دیکھا مٹی کا ایک ٹیلہ جو بہت زبردست نظر آیا۔ کچھ لوگ وہاں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے کہ کہیں یہی تو ہمارا معبود نہ ہو مگر ان میں کچھ اہلِ بصیرت تھے جنہوں نے سوچا کہ دیکھو ہم اس ٹیلے کو پوجیں، اگر پوجنا ہے تو پتھر کو کیوں نہ پوجا جائے، وہ ہمارے اس مٹی کے ابھرتے ہوئے تودے کو چُور چُور کر دیتا ہے لہٰذا وہ آگے بڑھ گئے اور جب وہ پتھر کے آگے پہنچے، تو وہاں جن کو کھڑا ہونا تھا، کھڑے ہو گئے مگر کچھ لوگوں نے سوچا اگر پوجنا ہے تو لوہے کو کیوں نہ پوجا جائے جو پتھر کو چُور چُور کر دیتا ہے اور جب لوہے کے آگے گئے تو وہاں جن لوگوں کا کھڑا ہونا تھا کھڑے ہو گئے، مگر کچھ لوگوں نے سوچا اگر پوجنا ہے تو کیوں نہ آگ کے شعلوں کو پوجا جائے جو لوہے کو پگھلا کر آتشِ سیال بنا کر بہا دیتا ہے اور جو وہاں جاکے تھک گئے وہاں ٹھہر گئے مگر کچھ اہلِ بصیرت آگے بڑھے آگے بڑھنے کے بعد انہوں نے سوچا اگر پوجنا ہی ہے تو کیوں نہ پانی کے قطرے کو پوجا جائے جو آگ کے وجود کو فنا کر دیتا ہے پھر دریا کی روانی کی کیوں نہ پرستش کی جائے اور وہاں پہنچے تو وہاں کچھ سوچنے والوں نے سوچا یہ دریا وہی ہے جس میں چاند کی چاندنی سے طلاطم اٹھتا ہے موجیں اٹھتی ہیں تو چاند کی چاندنی میں بڑی طاقت ہے۔ تو اگر پوجنا ہے تو چاند کو کیوں نہ پوجا جائے؟ کیوں نہ اس کی پرستش کیا جائے ہم ان دریا کی ہروں کو پوج کر کیا کریں گے اور جو چاند کے پاس پہنچے تو چاند نے وہیں سے زبانِ حال میں آواز دی۔ میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟ ارے یہ روشنی بھی میری اپنی روشنی نہیں ہے یہ تو مانگے کا اجالا ہے۔ یہ دوسرے کا اُجالا ہے۔ علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ سورج کی روشنی ہے جو چاند کے آئینے سے چھن رہی ہے اور چاند یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو تم نے نہیں دیکھا کہ میں ایک ہی دن کامل نظر آتا ہوں پھر اسی شب سے کم ہوتا رہتا ہوں، کم ہوتے ہوتے غائب ہو جاتا ہوں کیا میں اس لائق ہوں کہ مجھے پوجا جائے۔ جو اہلِ بصیرت چاند کی زبانِ حال کی بات سمجھ سکے انہوں نے

قدم آگے بڑھا دیا اور سوچا کہ جس کا نور چاند میں آ رہا ہے کیوں نہ اس سورج کو پوجا جائے جب سورج کے پاس پہنچے، تو بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے مگر اہلِ بصیرت نے سوچا یہ سورج جو آدھی دنیا کو روشن کرتا ہے، آدھی دنیا تاریک رہتی ہے۔ ظاہر کو روشن کرتا ہے، باطن تاریک رہتا ہے، ہم ایسے کو نہ پوجیں گے ہم تو اس کو تلاش کر رہے ہیں جو نور السمٰوٰت والارض ہو، جو زمین و آسمان کا نور ہو، جو ظاہر و باطن کو منوّر کر دے۔

الغرض تلاش کرنے والے کرتے کرتے فرض کر لو مقدس سرزمینِ حجاز پر پہنچے، وہاں اس نے جا کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ارے ہم کیا منظر دیکھ رہے ہیں کہ ایک انسان دیکھنے میں انسان۔ چلنے میں انسان، بولنے میں انسان، اٹھنے بیٹھنے میں انسان کا انداز اختیار کئے ہوئے مگر یہ کیسے غضب کا انسان ہے، اشارہ کرتا ہے تو چاند کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اشارہ کرتا ہے تو سورج پلٹتا ہے اشارہ کرتا ہے تو کنکریاں کلمہ پڑھتی ہیں۔ اشارہ کرتا ہے تو درخت جھک جاتے ہیں اور اگر قدم اُٹھا دیا تو عرش کے اوپر گزر گیا یہ کیا غضب کا انسان ہے۔ یقیناً ساری کائنات اس کے آگے جھکی ہوئی ہے یہ ہے طاقت والا یہ ہے قوت والا۔ یہ ہے توانائی والا۔ پا لیا ہم نے قدرت والے کو۔ پا لیا ہم نے طاقت والے کو۔ کیوں نہ اسی کو پوجا جائے کیوں نہ اسی کی پرستش کی جائے کیوں نہ اسی کے آگے سر جھکایا جائے۔ سر جھکانے کا جذبہ لے کر یہ گروہ آگے جاتا ہے طاقت والے کو سمجھ چکا ہے قوت والے کو سمجھ چکا ہے قدرت والے کو سمجھ چکا ہے مگر وہاں بہت ہی اس کی حیرت بڑھ گئی جب اس نے یہ دیکھا کہ ہم کس کے آگے جھکنے والے ہیں یہ خود کسی کے آگے جھکا ہوا ہے۔ سُبحان ربی الاعلیٰ۔ سُبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ اے آنے والے ٹھہر جاؤ ہم تمہارے سر کو اپنے آگے جھکنے نہ دیں گے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ ذرا غور تو کرو۔ اب تم نے ہم کو طاقت والا سمجھ لیا۔ قدرت والا سمجھ لیا۔ توانائی والا سمجھ لیا۔ سب سے بڑی طاقت و قوت والا سمجھ لیا تو اب مسئلہ آسان ہو گیا کہ جدھر یہ طاقت جھک جائے وہ ہے عبادت کے لائق۔ جدھر یہ طاقت جھک جائے

وہ ہے مستحق عبادت ۔ بات آسان ہوگئی ۔ میرے پاس آتے ہو تو اپنے آگے ہم سر نہ جھکنے دیں گے دیکھا تم نے سورج نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ چاند نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ آگ نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ ۔ زبانِ قال کسی کی بھی نہ بول سکی ۔ زبان حال بولتی رہی ۔ مگر سمجھا کون ہے ؟ کسی کی زبان قال نہ بول سکی ، مگر یہ میرے رسول جو ہیں ، برہان ہیں ۔ یہ دلیل ہیں یہاں جب تم آؤ گے تو یہ اپنے آگے نہیں جھکائیں گے ۔ دعوے کے آگے جھکائیں گے ۔ دعوے کو منوائیں گے تو لا الٰہ الا اللہ یہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل ہیں ۔

محبت کی نگاہ

دیکھنے کا انداز ہونا چاہیے ۔ سوچنے اور سمجھنے کا انداز ہونا چاہیے واقعی لوگ کہتے ہیں کہ محبت کی نگاہ کچھ اور ہوتی ہے اور عداوت کی نگاہ کچھ ہوتی ہے میں کہتا ہوں ایک علم کی نگاہ ہوتی ہے اور ایک جہالت کی نگاہ ہوتی ہے مختلف نگاہیں ہوتی ہیں ۔ صرف محبت و عداوت ہی کا سوال نہیں ہے آنکھیں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا آنکھیں جب بدل جاتی ہیں تو فیصلے بھی بدل جاتے ہیں دیکھو یہ آپ کا ڈیوزبری شہر ہے فرض کرو میں یہاں آیا آنے کے بعد مجھے ایک فاؤنٹن پین کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ میں گیا آپ کے شہر میں ۔ خریدنا مجھ کو ایک ہی ہے اور دیکھتا ہوں دو درجن خریدنا ہے ایک لیکن فاؤنٹن پین کا پورا شوکیس اپنی طرف کئے ہوئے ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری دکان لینے آیا ہوں ۔ فرش پہ فرش یہ ڈوہ ، وہ ڈبہ ، یہ ڈبے کھولو وہ ڈبہ کھولو ۔ خریدنا ہے ایک یہ الٹ پلٹ دیکھ دیکھ معلوم ہوا خریدنے والے کی یہ فطرت ہے کہ اپنا بنانے سے پہلے خوب تنقیدی نظر ڈالتا ہے اپنا بنانے سے پہلے خوب الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے ۔ الغرض خوب اچھی طرح دیکھنے کے بعد میں ایک وہاں فاؤنٹن پین پسند کرتا ہوں ۔ پیسہ دے دیا اور اب لے کے چلا ۔ یقین جانو اس دکان پر میں نے اس کو دو تین بار دیکھا اور جب وہاں سے چلا ، جیب میں لگایا تو ایک بار بھی نہ دیکھا وہاں جب تک میں نے اپنا نہیں بنایا تھا ، الٹ پلٹ رہا تھا کہ اچھا ہے کہ خراب ہے عیبی ہے کہ بے عیب ہے اس فکر میں لگا ہوا تھا اور جب اپنا بنا لیا تو اب مطمئن ہو کے آ رہا ہوں ۔

عداوت کی نظر

اور جب آگے آیا حافظ موسیٰ کے پاس اے حافظ صاحب یہ دیکھنے میں فاونٹن پین لے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ کیا اٹھا لائے ارے مجھ کو لے کر چلنا چاہیے تھا۔ آپ تو یہاں بالکل اجنبی تھے یہ کیسا قلم لے کر آئے دیکھئے کتنا بدصورت ہے۔ میں نے کہا دیکھئے حافظ صاحب یہ مت دیکھئے شکل و کل مت دیکھئے چلتا کتنا اچھا ہے۔ ذرا اس کی رفتار کو تو دیکھئے اس کی روانی کو دیکھئے تو اب حافظ صاحب تنقید کر رہے ہیں۔ میں تعریف کر رہا ہوں، میں خوبی دکھا رہا ہوں۔ وہ برائی میں کہوں گا ارے حافظ صاحب آپ کی نظر جو اس پر تنقیدی پڑ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قلم آپ کا نہیں ہے میرا ہے تو میں اس کی برائی نہیں دیکھنا چاہتا اگر اس میں کوئی خوبی ہو تو بتاؤ ورنہ خاموش رہو اب تو میں اپنا بنا چکا ہوں۔ میں کیسے کہوں کہ میرا ذوقِ انتخاب غلط تھا۔ صاحب! جب تک میں نے اپنا نہیں بنایا تھا۔ میں نے بھی بہت الٹ پلٹ کے دیکھا تھا مگر اب بنا چکا ہوں۔ اب برائی مت دکھاؤ، اچھائی دکھاؤ۔ اب عیب نہ دکھاؤ، خوبیاں دکھاؤ، نہیں تو خاموش رہو۔ سنو جی یہی تو ہے اپنانے کا مزاج اپنانے سے پہلے تو بھی دیکھ رہے تھے مانیں کہ نہ مانیں، ان کے علم میں یہ کمی ہے ان کے عمل میں یہ کمی ہے ان کی شکل و صورت میں یہ کمی ہے آخرت کی بھی ان کو کچھ خبر نہیں ہے۔ پیٹھ کے پیچھے کا بھی ان کو خبر نہیں ہے۔ اچھی طرح سوچ و چار کر لیا ہے مانیں کہ نہ مانیں، ابھی تنقید ہو رہی ہے مانیں کہ نہ مانیں ہم لوگ تو مان چکے ہیں۔

تو جب تک یہ قوم تنقید کرتی رہے گی میرے رسول پر جب تک یہ قوم میرے رسول کی زندگی میں کرید پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی ہم سمجھ لیں گے کہ ابھی یہ سوچ رہے ہیں کہ مانیں کہ نہ مانیں ابھی فیصلہ کن منزل پر پہنچے ہی نہیں۔ اگر مان چکے ہوتے تو عیب دیکھنے کی کوشش نہ کرتے۔

رسول کی مکمل زندگی دیکھو

دوستو! اچھی طرح سے سنو! میں اکثر و بیشتر عرض کرتا ہوں، کتنے احباب ہیں جن کے کانوں تک یہ آواز نہیں پہنچی۔ میں عرض کروں گا اور انصاف کی بات کہوں گا۔ اے میرے رسول کی زندگی کا مطالعہ کرنے

والو! میرا یہ اصرار نہیں ہے کہ میرے رسول کا اٹھنا بیٹھنا نہ دیکھو میرے رسول کا چلنا پھرنا نہ دیکھو۔ میرے رسول کا سونا جاگنا نہ دیکھو۔ میرے رسول کا کھانا پینا نہ دیکھو! اے دیکھنے والو ضرور دیکھو ضرور دیکھو! اگر تم میرے رسول کا اٹھنا بیٹھنا نہ دیکھو گے تو تمہیں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ کہاں سے آئیگا اگر تم میرے رسول کا کھانا پینا نہ دیکھو گے تو تمہیں کھانے پینے کا سلیقہ کہاں سے آئے گا۔ مگر اے دیکھنے والو میری گزارش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ صرف ایک ہی منظر مت دیکھو زمین پر چلتا دیکھو تو کہکشاں سے گزرتا ہوا بھی دیکھو۔ اے دیکھنے والو! اگر کسی کا بوجھ اٹھاتا دیکھو تو سورج کا پلٹانا بھی تو دیکھ لو اے دیکھنے والو اگر دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو تو معراج شریف کی رات سینہ شق ہو گیا قطرۂ خون نہ نکلا یہ بھی تو دیکھو اے دیکھنے والو یہ بھی دیکھو وہ بھی دیکھو۔ اس لئے کہ جب تک تم میرے رسول کو اٹھتا بیٹھتا دیکھو گے کھاتا پیتا دیکھو گے، سوتا جاگتا دیکھو گے میرے رسول کو دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو گے جب تک تم یہ سب دیکھتے رہو گے۔ اس رسولِ خدا کو خدا نہیں کہہ سکتے اور جب قابَ قوسین میں دیکھو گے۔ جب سدرہ کے اوپر دیکھو گے جب سورج کو پلٹاتا دیکھو گے جب چاند کو ٹکڑے کرتا دیکھو گے جب جانوروں سے سجدہ کراتے دیکھو گے جب کنکریوں سے کلمہ پڑھاتا دیکھو گے تو اس رسول کو اپنی طرح نہیں کہہ سکتے، اپنے جیسا نہیں کہہ سکتے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں یہ بھی دیکھو، وہ بھی دیکھو۔ نہ خدا کہہ سکو نہ اپنے جیسے کہہ سکو۔

فرض کرو۔ آپ کے شہر میں ایک صاحب آئے جن کا ایک دروازہ بند تھا۔ یعنی وہ سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ ایک روز نکلے اور ڈونگری کی گلیوں کی سیر کر کے آئے اور آکر جناب آدم بھائی کے مکان میں پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ بھئی آپ نے ہمارا شہر دیکھ لیا نا۔ ہاں صاحب دیکھ تو لیا کیسا شہر لگا۔ کیا آدم بھائی شہر تو اچھا ہے مگر ایک خامی ہے کہ جب میں ادھر سے جا رہا تھا تو ادھر کی دکان کھلی ہوئی تھی اور جب آ رہا تھا تو ادھر کی دکان کھلی ہوئی تھی اگر دونوں طرف کی دوکانیں کھلی ہوتیں تو بڑا اچھا ہوتا۔ تو آدم بھائی نے کہا کہ بھئی ذرا خطا معاف کیجئے گا قصور معاف کیجئے گا۔ ہمارے شہر کی تو دو دو کانیں کھلی ہوئی تھیں جناب ہی کی ایک دکان بند ہے اپنی دکان تو پہلے کھولو تو

تو لا الٰہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعویٰ کی دلیل ہے دیکھو آخری بات اور عرض کروں۔ دلیل کا کام کیا ہے۔ دلیل کا کام ہے اطمینان دینا اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا بے قراری دینا۔ میں نے ایک دعویٰ کیا آپ پریشان ہو گئے یہ کیسے؟ دلیل دے دی۔ اچھا، ہاں سمجھ گئے تو دعوے نے مضطرب بنایا دلیل نے سکون دیا اور ہم دیکھتے ہیں حدیث میں ظاہر ہے کہ جب عرش پر لکھا گیا لا الٰہ الا اللہ تو ہیبت جلالِ الٰہی سے عرش کانپنے لگا اور جب لکھ دیا گیا محمد رسول اللہ تب اس کو سکون ہو گیا۔ دعوے کا کام ہے مضطرب کردینا، دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو! دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

نزع کی کیفیت

آپ آگے چلیے ایک بہت سخت مرحلہ انسان کے ساتھ پیش آتا ہے۔ یہ نزع کی کیفیت ہے جو بہت ہی سخت مرحلہ ہے نزع کی کیفیت میں نہیں بتا سکتا ہے

نقشِ الفاظ میں احساس کی تصویر کہاں
بوئے گل کے لئے فولاد کی زنجیر کہاں

احساس والی تو بتائی نہیں جا سکتی، مگر جس کا احساس بھی نہ ہو، اس کو کیا بتائیں؛ مگر علماء یہ کہتے ہیں بس ایسا محسوس کرو کہ کیکر کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو، تو ریشے ریشے کی حالت خراب نظر آتی ہے، عجیب وغریب کیفیت ہوگی ایسا محسوس ہوگا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو، مگر میرے رسول نے کیا کہا سنو! مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جاتی ہے دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی، دلیل نے سکون دے دیا کیا مطلب؟ تفسیر روح البیان میں اس کی تفسیر ہمیں ملی کہ ایک بزرگ نے خواب میں زیارت کی رسول پاک کی تو پوچھ لیا حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں، مگر آپ کہتے ہیں کہ مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جائے سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آسکا تو سرکار نے کہا سورۂ یوسف میں غور کرو۔

سورۂ یوسف میں جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے یہ دیکھا یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمالِ یوسفی مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے ہوش و حواس ان کے جمالِ یوسفی میں گم ہو گئے اور انہوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے نا۔ مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس تک نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس گم ہو گئے تھے جمالِ یوسفی میں تو درد ہوا محسوس نہ ہوا۔ تکلیف ہوئی، احساس نہ ہوا سارے احساس ادھر متوجہ ہو گئے تو رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمالِ مصطفیٰ نگاہوں کے سامنے ہوگا۔ سارے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے، روح نکل جائے گی، پتہ نہ چلے گا، درد ہوگا، مگر محسوس نہ ہوگا۔

درد ہوگا، محسوس نہ ہوگا، تکلیف ہوگی احساس نہ ہوگا تو لا الٰہ الا اللہ نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا۔ جمالِ مصطفیٰ نے سکون دے دیا۔ دلیل کا کام سکون دینا ہے جہاں دعویٰ کا جذب و ہیبت ہو وہاں دلیل جمال و رحمت ہو، مگر ایک بات کا خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آ سکتے ہیں، انہیں کے سامنے تو آئیں گے اور جو کہتے ہیں نہیں آ سکتے معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انہیں کیلئے مقدر ہو چکی ہیں۔

دوسری سخت منزل قبر کی ہے، وہاں بھی جہاں دعویٰ ہے وہیں دلیل ہے۔

حشر کا منظر تیسری منزل میں میں لے جاؤں، تشریحات میں لے جانے کا وقت نہیں ہے تیسری منزل کے بارے میں بتاؤں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ایسا دن ہوگا کہ "دراں روز ظاہر گردد۔ وے نائب مالک یوم الدین ست حکم حکم اوست۔۔ روز روز اوست۔"

قیامت کے دن یہ بات ظاہر ہوگی کہ میرا رسول مالک یوم الدین کا نائب و خلیفہ ہے حکم ہوگا تو رسول کا حکم ہوگا۔ وہ دن ہوگا تو رسول کا دن ہوگا۔ قیامت کے دن میں نے عالم خیال میں بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ ہی یہاں کے تاجدار ہیں تو بیٹھ جائیے کسی کرسی پر

تاجداروں کا طریقہ تو یہی ہوتا ہے نا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر حکم نافذ کرتے ہیں آپ بھی ملائکہ کو حکم دے دیجئے۔ اے ملائکہ دیکھو اگر کوئی میرا اُمتی جہنم میں جائے اس کے نکالنے کا بندوبست کرو۔ دیکھو میزان کی بھی خبر رکھو۔ دیکھو پل صراط کو دیکھو۔ سرکار آپ حکم نافذ کیجئے۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اس لئے کہ آج حکم آپ کا حکم ہے۔ دن آپ کا دن ہے ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
تمہاری شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

تو اے رسول آپ کو زیادہ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو حکم دیجئے ملائکہ اس حکم پر عمل درآمد کریں گے۔ اور اس حکم کی بجاآوری کریں گے مگر یہ کیا بات ہے یہی رسول کبھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ مگر ایسا نہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرنا ہے انہیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے انہیں پل صراط پر بھی رہنا ہے، انہیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرما رہے ہیں، اس لئے کہ جب میری اُمت کے گنہ گار جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔ اس وقت ان کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے، تو انہیں سکون ہو جائے گا میرا نکالنے والا تو پہلے ہی موجود ہے میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے تو لا الٰہ الا اللہ نے بے قرار کیا تو رسول نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھڑی کو لے کر لرزتے ہوئے قدم، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی۔ کتنا اضطراب ہوگا مگر جب وہاں تم رسول کو دیکھ لو گے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ کالی کملی والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پل صراط پر سے گزر رہے ہوگے اس وقت تمہارے قدم، تمہاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم رسول کو دیکھ لو گے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب میری لغزش یا مجھے گرا نہیں سکتی، میرا بازو تھامنے والا پہلے ہی سے موجود ہے دیکھو جہاں جہاں دعوے کا جلال ہے وہاں وہاں دلیل

کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے، وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے تو لا الٰہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

معجزہ کلیم اللہ

یقیناً آ گیا تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے برہان۔ تمہارے پاس آ گیا، سب کے پاس آ گیا، یہ نہیں کہ صرف مکے والوں کے پاس آیا یہ نہیں کہ صرف عرب والوں کے پاس آ گیا۔ سب کے پاس آ گیا، اور جو آیا ہے وہ رب کا برہان ہے، آؤ تنقید کرو۔ آؤ دیکھو اوپر دیکھو اور پرکھو۔ اس وقت تنقید کرنے والے بے چین ہوں گے دیکھیں ہمارے لیے برہان ہیں کہ نہیں۔ ہمارے لیے احسان ہیں کہ نہیں۔ ہمارے لیے دلیل ہیں کہ نہیں تنقیدی نظر رکھنے والے خوب آئے اور میرے رب نے اپنے رسول کو مطمئن کر دیا آنے دو ان آنے والوں کو کس کمال کی یہاں کمی ہے۔ کس معجزے کی یہاں کمی ہے۔ جس نقد نظر سے یہ دیکھیں گے آپ کو باکمال پائیں گے۔ آنے دو آنے والوں کو۔ یہ چیلنج کر دیا جاؤ تو سبھی دوڑے ہوں گے نا! دو ایک مثال دے کے آگے بڑھوں۔ حضرت کلیم علیہ السلام کے ماننے والے کیا نہ آئے ہوں گے۔ جائزہ لینے کے لیے یہ سوچ کر یہ ہمارے لئے بھی تو برہان ہیں۔ حضرت کلیم علیہ السلام کا ماننے والا جب پہنچا ہو گا تو اس کے ذہن میں یہ نقشہ بھی تو ہو گا کہ میرے کلیم وہ ہیں جن کو شرف ہمکلامی حاصل ہوا کوہ طور پر مگر تباؤ جب وہ رسول کی بارگاہ میں پہنچا ہو گا تو اس کی کیفیت کیا ہوئی ہو گی۔ اس نے یہ دیکھا ہو کہ حضرت کلیم علیہ السلام کیلئے قانون تھا۔ اے کلیم کچھ کہنا ہے تو طور پر آؤ۔ اے کلیم کچھ سننا ہے تو طور پر آؤ، اے کلیم کچھ لینا ہے تو طور پر آؤ۔ قانون بنا تھا۔ ضابطہ بنا تھا۔ مگر حبیب کے لئے کہا گیا، اے حبیب! کچھ کہنا ہے۔ صفا و مروہ آنے کی ضرورت نہیں۔ حرم میں جانے کی ضرورت نہیں کعبے میں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! کچھ کہنا ہے طور پر آنے کی ضرورت نہیں اے حبیب کچھ کہنا ہے تو بیت المقدس میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب کچھ کہنا ہے جبل حرا پر بھی آنے

کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! کچھ کہنا ہے تو جبلِ طور پر بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! اگر کچھ کہنا ہے تو زبان بھی ہلانے کی ضرورت نہیں۔ نظر اٹھاؤ تو قبلہ بدل دیا جائے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دیکھو حضرت کلیم علیہ السلام کو شرف ہمکلامی ضرور حاصل ہوا۔ مگر سنو حضرت کلیم ہی تھے جو طالبِ جلوہ بنے۔ حضرت کلیم کا کہنا یہ تھا اے رب دکھا دے اپنا جلوہ۔ اور حبیب سے جلوہ کہہ رہا ہے اے حبیب آ کے دیکھ جا۔ یہاں دکھانے کا اصرار ہے اور وہاں دیکھ جا کی بات ہے۔ تو جلوہ طالبِ حبیب اور کلیم طالبِ جلوہ۔ یہ منظر دیکھ کر یقیناً کلیمی جھوم جائے گا حضرت کلیم علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی ہو گا۔ کیا زبردست معجزہ تھا۔ یعنی ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ مگر آج ذہن بھی عجیب وغریب ہے۔ حضرت کلیم علیہ السلام کے معجزے کے وقار کو کم کرنے کیلئے ایک بات تخلیق کی گئی۔ کہا گیا سنو جی! اس پتھر کے اندر پانی بھرا ہوا تھا اور دروازہ بند تھا۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے عصا مارا اور دروازہ کھل گیا۔ پانی بہہ نکلا۔ یہ کون سی کمال کی بات ہے؟ پتھر ہی سے تو پانی نکلتا ہے۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے کیا کیا؟ ایک نبی کے عظیم معجزے کے اندر تحریف کی جا رہی ہے۔ مگر سنو وہاں تو پتھر سے پانی نکلنے کی بات ہے اور رسول کی انگلی کی گھاٹیوں سے پانی بہہ نکلا۔ یہ منظر کبھی دیکھ رہا ہے۔ کوئی بے وقوف انسان بھی یہ نہ کہے گا کہ ہاتھ میں پانی بند تھا یا ہاتھ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دروازے بند تھے۔ رسول نے کھول دیئے۔ سب نکل آیا۔ یہ کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا اور اگر کوئی کہہ دے، تو آپ کیا کریں گے؟ ہمارا دور خراب ہے نا تو کیا عجب ہے کوئی عقل کا اندھا بول پڑے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں پانی بھرا ہوا تھا، دروازہ بند تھا۔ رسول نے کھول دیا۔ تو ایسے سے صرف ایک بات کہی جائے وہ یہ کہ دیکھو تمہارے سوچنے سمجھنے کی ساری کھڑکیاں بند ہیں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ یہ بند کھلے، مگر اس بند پر کسی دیو کا پہرہ بیٹھا ہوا ہے، تو کھلنے کی امید کیا کی جائے؟

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت مسیح کا معجزہ

حضرت مسیح علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والے سوچیں گے اللہ اکبر قم باذن اللہ کہہ دیں، تو مردہ زندہ ہو جائے، مگر میں تیزی سے آپ کو آگے لے جانا چاہتا ہوں۔ کیا اس مائک کو آپ مردہ کہیں گے؟ کیا اس اسٹیج کو آپ مردہ کہیں گے؟ کیا ان کرسیوں کو آپ مردہ کہیں گے؟ مردہ اسے نہیں کہتے جس میں روح نہ ہو، مردہ اسے کہتے ہیں جس میں روح کی صلاحیت ہو، روح نہ ہو تو حضرت مسیح علیہ السلام کا کام کیا تھا؟ حضرت مسیح کا معجزہ تو یہی تھا کہ نکلی ہوئی روح کو پلٹا دیا ایسے میں روح ڈالی جہیں پہلے سے روح موجود تھی، تو نکلی ہوئی روح کو پلٹا دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے مگر میرے رسول نے بے روح کنکریوں سے کلمہ پڑھایا۔ بے روح کنکریوں میں روح ڈال دی ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جمالِ یوسفی

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کی بات آتی ہے تو پھر وہ شعر آخری شعر ہے۔ اس سے زیادہ بہتر بات کہی نہیں جا سکتی ؎

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

حُسنِ یوسفی وہ تھا جہاں عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں، انہوں نے کاٹی نہیں تھیں، بلکہ کٹ گئی تھیں۔ ہوش و حواس میں نہیں، بے حواسی میں۔ مردوں کی بات نہیں عورتوں کی بات ہے خوب یہ ہے وہاں عورتوں کا معاملہ ہے، مردوں کا نہیں۔ وہاں معاملہ بے حواسی کا ہے۔ جو اس

کا نہیں۔ وہاں کٹنے کا منظر ہے، کاٹنے کا نہیں ہے۔ مگر اے رسول آپ کا یہ جمال ہے کہ یہاں مردانِ عرب اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں۔ یہاں عورتوں کا معاملہ نہیں، مردوں کا ہے۔ یہاں بے حواسی کا معاملہ نہیں ہوش و حواس کا ہے۔ یہاں کٹنے کا معاملہ نہیں کٹانے کا ہے ۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

معجزہ ابراہیمی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والوں نے دیکھا ٹھیک ہے کہ نورِ محمدی کی برکت اس میں موجود ہوتی تھی۔ مگر سنو ذاتِ ابراہیم علیہ السلام کی بابرکت شخصیت سے بھی کسے انکار ہے، نارِ نمرود میں گئے، آتش کدہ گُل کدہ ہو گیا۔ جب آگ ٹھنڈی ہو گئی، تو اب جلانے کی کیا بات ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی، پہنچے آگ میں۔ ٹھنڈی ہو گئی مگر خیال رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات وہاں گئی تھی۔

مگر دوستو! یاد کرو کہ رسول کے ہاتھ سے لگے ہوئے اس رومال کو جو صحابیِ رسول کے پاس محفوظ ہے۔ وہ رومال جب کہ وہ میلا ہو جائے یا اسے کبھی دھونے کی ضرورت آجائے تو وہ اس رومال کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے، اور تنور میں ڈالنے کے بعد جب اُسے نکالتے تھے، تو وہ بالکل دُھل کر صاف شفاف نکلتا تھا۔ سنو! وہاں ذاتِ ابراہیم گئی تھی وہاں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام خود گئے تھے۔ یہاں رسولِ خدا نہیں گئے تھے۔ رسول کی نسبت گئی تھی۔ رسول کا تعلق گیا تھا۔ انگلی تک تو نہیں گئی تھی۔ رسول کا کوئی لباس مبارک بھی تو نہیں گیا تھا، صرف نسبت گئی، وہاں آتش کدہ گُل کدہ بن گیا۔ مگر یہاں آگ ہے اور اپنی حرارتوں کو جس نے نہیں کھویا ہے، لیکن جلانے کی ہمت نہیں ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا، جب نسبت ہے کہ تنور میں ایک کپڑا جاتا ہے تو آگ نہیں جلا پاتی۔ تو اگر تمہارے دل میں رسول کی محبت ہو تو جہنم میں جلانے کی طاقت کہاں سے آئے گی ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نعرۂ تکبیر ———— اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وُہ بھی ہے کوئی سینہ جس میں نہ ہو مدینہ
زیبائشِ مکاں ہے زیبائشِ مکیں سے

ان کو لانا ہے تو ایسا کیجئے ؎ کعبۂ دل کو مدینہ کیجئے
فرش پہ کعبہ عرش پہ کعبہ ؎ یہ بشر کو وہ قدسیوں کو ملا

دل ہے کعبہ بقولِ اہلِ صفا
الغرض ہے جواب کعبے کا!
اے مدینہ ترا جواب نہیں
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

مؤدبانہ کھڑے ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کیجئے۔

خطبہ (۵)

علمِ غیب

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ∴ اَيَّدَهٗ بِاَيْدِهٖ اَيَّدَنَا بِاَحْمَدَا

اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجِّدًا ∴ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

محمد یعنی نخستیں کلکِ فطرت کا ∴ محمد یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

کہاں کا دشتِ ایمن طور کیا برقِ تجلی کیا ∴ یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفیٰ کی پرتوافشانی

وہ ناطق جس کے آگے مہرِ لب ہے بلبلِ سدرہ ∴ وہ اُمی جس کے آگے عقلِ کل طفلِ دبستانی

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے

جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

درود ۳ بار: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ۔

عالمِ ارواح و عالمِ آخرت

اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ کے جسم میں روح آنے سے پہلے کہاں تھی؟ اور جب آپ کے جسم سے نکلے گی تو کہاں جائے گی؟ تو اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟ سیدھا سا جواب آپ یہ دیں گے کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے روح عالمِ ارواح میں تھی اور اس دنیا سے نکل جائے گی، تو عالمِ آخرت میں پہنچے گی۔ تو گویا جس عالم میں اس وقت ہم چل پھر رہے ہیں اس عالم سے پہلے بھی ایک عالم ہے اور اس عالم کے بعد بھی ایک عالم ہے۔ پہلے والے کو آپ عالمِ ارواح

کہہ لیجئے اور آنے والے عالم کو عالمِ آخرت کہہ لیجئے مگر ایک بات ہے کہ یہ دونوں عالم ہماری نگاہوں سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ ان دونوں عالم کے سمجھنے کیلئے نہ ہمارے پاس حواس ہے نہ ہمارے پاس کوئی قوتِ ادراک ہے، نہ ہمارے پاس سمجھنے کا کوئی آلہ ہے۔ عالمِ آخرت کو یا عالمِ ارواح کو ہم سمجھنا چاہیں تو وہ کونسی چیز ہے جس سے ہم سمجھ سکیں۔

الغرض عالمِ ارواح کو بھی ہم سے پوشیدہ رکھا گیا اور عالمِ آخرت کو بھی آپ کا یہ فیصلہ کہ روح اس عالم میں آنے سے پہلے عالمِ ارواح میں تھی یہ کوئی غلط فیصلہ نہیں ہے اور آپ کا یہ فیصلہ کہ اس دنیا کے بعد ہم کو عالمِ آخرت میں جانا ہے یہ بھی کوئی غلط فیصلہ نہیں ہے یہ بالکل حقائق پر مبنی ہے، لہٰذا ہم ان دونوں عالم کا انکار بھی نہیں کر سکتے کہ چونکہ ہم نہیں سمجھتے اس لئے نہ آخرت ہے نہ عالمِ ارواح ہے چونکہ ہم نہیں جانتے، چونکہ ہمارا ادراک نہیں پہنچتا، چونکہ ہماری سمجھ نہیں پہنچتی، چونکہ ہمارا شعور نہیں پہنچتا، تو ہم نہ عالمِ ارواح کو مانتے ہیں نہ عالمِ آخرت کو ہم مانتے ہیں یہ کہہ کر فرصت نہیں مل سکی۔ عالمِ ارواح کا ہونا ایک حقیقت ہے اور عالمِ آخرت کا ہونا ایک حقیقت ہے۔ چاہے تم کو اس کا علم حاصل ہو سکے یا نہ ہو سکے، تمہیں ماننا پڑے گا کہ ایک عالم وہ تھا جسے ہم عالمِ ارواح کہتے ہیں اور ایک عالم وہ ہوگا جسے ہم عالمِ آخرت کہتے ہیں۔

عالمِ اجسام

دوستو کیا سمجھ میں آیا۔ عالمِ ارواح پہلی کڑی ہے۔ ہم جس میں ہیں یہ دوسری کڑی ہے اور عالمِ آخرت تیسری کڑی ہے۔ یہی تو سلسلہ ہے عالمِ ارواح سے آپ آ گئے عالمِ اجسام میں۔ عالمِ اجسام سے چلیں گے تو عالمِ آخرت میں۔ تو اب یہ جس دنیا میں آپ ہیں۔ یہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ یہ دو دنیا کے بیچ کی کڑی ہے ایک ادھر ہے ایک ادھر ہے اور بیچ میں یہ ہے۔ تو عقل یہ کہتی ہے کہ کسی بھی بیچ کی کڑی کو سمجھنے کیلئے اوّل کا بھی سمجھنا ضروری ہے اور آخر کا بھی سمجھنا ضروری ہے اگر اول و آخر کو آپ نہ سمجھیں گے۔ اگر اوّل و آخر کا علم آپ کو نہ ہوگا، تو بیچ کی کڑی کا صحیح علم آپ کو نہیں ہو سکتا اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر تم اس دنیا کا علم حاصل کر لو اور آخرت اور عالمِ ارواح سے نظر کو ہٹا دو تو خدا کی بے پناہ قدرتوں کا تمہیں

عرفان نہیں ہو سکتا۔ تمہارا علم ناقص ہے اور واقعی مجھے بتاؤ اور انصاف سے بتاؤ کہ اگر یہی دنیا سب کچھ ہے اب اگر اس کے بعد عالم آخرت نہیں ہے اگر ایک ایسی دنیا نہیں ہے جہاں ہمیں حساب دینا ہے اگر ایسی دنیا نہیں ہے۔ جہاں عدالت خداوندی میں ہمیں حاضر ہونا ہے جو کچھ ہے یہی ہے تو مجھے سمجھاؤ کہ کسی نبی کی ضرورت کیا ہے؟ پھر کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت کیا ہے؟ پھر کسی آسمانی صحیفے کی ضرورت کیا ہے؟ ہمیں بتاؤ کہ جب عالم آخرت کا وجود بالفرض مان لو کہ نہیں ہے تو اب ایسے وقت میں کسی ہدایت کی ضرورت کیا ہے؟ اس لئے کہ اس دنیا میں رہنے سہنے کا ڈھنگ ہمیں خوب معلوم ہے اس دنیا میں جو زندگی گذارنے کے طریقے ہیں وہ ہمیں خوب معلوم ہیں۔ ہماری عقل کافی ہے۔ ہمارے حواس کافی ہیں۔ اس دنیا کی ساری آسائشیں ہماری عقل و ادراک کی گرفت میں ہیں۔ اس دنیا میں رہنے کے سارے طریقے ہیں۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں، ہم ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور ہم بلند ہوتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ تو دنیا کے اندر جو کچھ ہونا ہے اور ہماری زندگی کیلئے جو باتیں ضروری ہیں اس کو سمجھانے کیلئے نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی آسمانی صحیفے کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت اس وقت آتی ہے جب ہم عالم آخرت کو مانیں اور یہ مانیں کہ اس دنیا میں جو کچھ ہمیں کرنا ہے اس کا حساب بھی دینا ہے۔ اس دنیا میں جس طرح زندگی گزارنا ہے یہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ عدالت خداوندی میں حاضر ہونا بھی ہے۔ تو اگر اس حاضری کے تصور کو ہٹا دو، تو ہمیں بتاؤ نبی کی ضرورت کیا ہے؟ نبی آئے گا تو کس لئے؟ نبی آئے گا تو کیا بتانے کیلئے آئیگا اگر اسی کام کے لئے نبی آئے گا کہ کھانے پینے کا طریقہ بتانے کیلئے آئے گا۔ چلنے پھرنے کا انداز بتانے کیلئے آئیگا۔ سونے جاگنے کے بارے بتانے کے لیے آئے گا تو مجھے بتاؤ پھر نبی کی ضرورت کیا ہے؟ نبی کریم کے آنے سے پہلے بھی تو ہم لوگ سوتے جاگتے تھے۔ نبی کے آنے سے پہلے بھی تو ہم کھاتے پیتے تھے نبی کے آنے سے پہلے بھی تو ہم چلتے پھرتے تھے اور تم یہ کہو کہ اے چلنے پھرنے والو! تم اچھا بھی چلتے ہو برا بھی چلتے ہو۔ اے کھانے پینے والو! تم اچھا بھی کھاتے ہو برا بھی کھاتے ہو۔

ے اٹھنے بیٹھنے والو! تم اچھے انداز سے بھی اٹھتے بیٹھتے ہو اور بُرے انداز سے بھی اٹھتے بیٹھتے ہو۔ جواب ہوگا ٹھیک ہے ہم اچھے انداز سے اٹھیں بیٹھیں یا بُرے انداز سے اٹھیں بیٹھیں۔ جب آخرت ہے ہی نہیں تو ڈر کس کا؟ اچھا کھائیں کہ بُرا کمائیں اچھی طرح چلیں کہ بُری طرح چلیں۔ جب آخرت کا ہونا نہیں ہے تو پھر خوف کس کا ہے جب اسی دنیا میں ہمیں رہنا ہے تو جس انداز سے ہم چاہیں گے رہیں گے۔ کیا ضرورت ہے کسی کی ہدایت کی۔ کیا ضرورت ہے کسی نبی کی۔ تو پتہ چلا دوستو! نبی کی ضرورت اسی وقت سمجھ میں آئے گی جب آخرت کو مان لو۔ میزان کو مان لو۔ پل صراط کو مان لو۔ وہاں کی منزلوں کو مان لو، وہاں کی کیفیتوں کو مان لو۔ اسی لیئے اسلام اور قرآن آخرت کے منوانے پر بڑا زور دیتا ہے، اس لیے کہ آخرت پر ایمان تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اب بات سمجھ میں آگئی کہ ہم صرف جس دنیا میں رہتے ہیں۔ یہی دنیا ہمارے لیئے سب کچھ نہیں ہے بلکہ آخرت بھی ہے۔ اب سوال پھر گیا اپنی جگہ پر کہ جب اول میں بھی ایک دنیا ہے، اور آخر میں بھی ایک دنیا ہے تو ان دو دنیاؤں کا ان دو عالموں کا علم ہمیں کیسے ہوا؟ یاد رکھو عالمِ ارواح اور عالمِ آخرت کا نام کیا ہے؟ عالمِ غیب! اور جس عالم میں آپ رہتے ہیں، اس عالم کا نام کیا ہے؟ عالمِ شہادت تو عالمِ شہادت غیب کے دو عالموں کی بیچ کی کڑی ہے اور اس کڑی کو سمجھ نہیں سکتے اور جب تک کہ اول و آخر کو سمجھ نہ لیں۔

مشکل منزل

مگر مشکل یہ ہے کہ پہلا بھی غیب اور آخر بھی غیب۔ نہ وہاں ہمارا ادراک پہنچے اور نہ وہاں ہمارا ادراک پہنچے تو خدا تعالیٰ کی لامحدود قدرتوں کو سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ اب بتاؤ سوچو اور سمجھو کہ جب ہمارے پاس کوئی ایسی قوتِ ادراک نہیں ہے۔ کوئی سمجھنے کا ایسا آلہ نہیں ہے کہ ہم اول کو بھی سمجھیں اور آخر کو بھی سمجھیں تو ایسی صورت میں ہم اس دنیا کو بھی کھنگالنے سے اگر سمجھنا چاہیں تو کیسے سمجھ سکتے ہیں آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ عالمِ آخرت بھی ایک حقیقت ہے کیا یہ آپ کی عقل کا فیصلہ ہے۔ نہیں جب ہمارے پاس اتنی رسائی نہیں ہے ہمارے حواس کے پاس اتنی رسائی نہیں ہے تو آخر ان دو عالموں کا

پتہ نہیں چلے تو کیسے چلے ہم اس پریشانی میں تھے ہم اس سوچ و فکر میں تھے کہ اول و آخر کو سمجھیں تو کیسے سمجھیں کہ اسلام ہمیں مطمئن کر رہا ہے۔ قادرِ مطلق اپنا پیغام ایہ بھیج رہا ہے سنو! گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ تم یہی فکر کر رہے ہو کہ جب عالمِ غیب تک ہمارے حواس نہیں پہنچتے ہمارا ادراک نہیں پہنچتا۔ توان دونوں عالموں کا علم ہمیں کیسے ہوگا۔ اور جب علم نہیں ہوگا تو اس پر ایمان کیسے لائیں گے؟ اس لئے کہ ایمان سے پہلے علم کی ضرورت ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی چیز کا آپ کو علم نہ ہو اور آپ اسے مان جائیں پہلے علم ہوتا ہے پھر ایمان۔ ذرا غور کرو مطالبہ ہم سے کیا جا رہا ہے۔ یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ۔ یہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ غیب کا علم حاصل کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ نہ حواس ہیں نہ ادراک ہیں۔ تو جس کا علم ہی ہمیں نہ ہو تو پھر ہمیں اس پر ایمان لانے کا سوال کیا پیدا ہوتا ہے؟ تو ہمیں جواب ملتا ہے نادان ادھر ادھر ذہن اڑانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ زیادہ سوچ بچار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اچھی طرح سے سمجھ لو، سنو۔ اگر قرآنِ کریم نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تمہیں بے دیکھے ماننا ہے تم غیب پر ایمان لانے والے ہو۔ آخرت ایک چیز ہے۔ عالمِ ارواح ایک حقیقت ہے تو یہ مت سمجھ لینا اس کی معلومات کا کوئی ذریعہ تمہیں نہیں دیا گیا ہے۔

نبی کی ضرورت

دیکھو نبی اس لئے آتا ہے کہ وہ تمہیں عالمِ ارواح سے بھی باخبر کرے اور تمہیں عالمِ آخرت سے بھی باخبر کرے اس لئے کہ تمہارے حواس عالمِ شہادت کیلئے ہیں۔ عالمِ غیب کیلئے نہیں ہیں تو ضرورت ہے کہ ایک ذریعہ معلومات تمہیں دیا جائے جو غیب کی باتیں بتاتا ہے اور جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تمہیں حواس دیئے ہیں۔ کان، آنکھ، زبان، ناک اور دوسرے حاسے تمہیں ملے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دیا ہے تو نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایک قوتِ قدسیہ عطا فرمایا ہے۔ تمہارے آلاتِ ادراک یعنی سوچنے سمجھنے اور احساس کرنے کے آلات جسطرح تمہارے قابو میں ہیں، اسی طرح وہ قوتِ قدسیہ نبی کے قابو میں ہے۔ نبی جسطرف

متوجہ ہو جائے سب منکشف ہو جائے

اچھی طرح سمجھ لو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تم فکر کیوں کرتے ہو کہ ہمیں عالم ارواح کا کون علم دے گا تم فکر کیوں کرتے ہو کہ ہمیں عالم آخرت کا پتہ کون دے گا۔ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے دیکھو یہ رسول ہیں جو تمہیں عالم ارواح کی باتیں بتائیں گے۔ یہ نبی ہیں جو تمہیں آخرت کا علم دیں گے۔ یہ ایسی کتاب لے کر آرہے ہیں جو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر شئے کا واضح بیان ہے مگر اتنا خیال رکھنا ہمارے تمہارے لیے واضح بیان نہیں ہے جو لایا ہے اسی کے لئے واضح بیان ہے۔

الغرض اب تمہیں فکر کرنے کی بات نہیں ہے۔ دیکھو نبی کی قوت قدسیہ کو تم نہیں سمجھ سکے ہو. کیا وہ واقعہ جو احادیث کے صفحات پر منتشر ہے تمہارے علم میں نہیں آیا۔ یہ نبی ہی تو ہیں کہ ذرا سی توجہ فرمائی تو پھر آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز سن رہے ہیں۔ یہ نبی ہی تو ہیں کہ حالت نماز میں تمہارے رکوع اور خشوع کو دیکھ رہے ہیں، تمہارے سجدوں کو دیکھ رہے ہیں ذرا غور تو کرو کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ان کی آمد کی خوشبو کو یہیں سے سونگھ لیا کرتے ہیں۔ یہ نبی ہی تو ہیں کہ جب قبر پر سے گزرتے ہیں تو عالم برزخ کے احوال ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

حضور کا دو قبروں پر گذر

کیا تم وہ مشہور واقعہ فراموش کر دو گے کہ نبی قبر سے گزرے اور اس کے بعد ٹھہرے اور کہا کر ٹھہرو۔ یہ دو قبریں ہیں نا۔ ان دو قبروں کے اندر عذاب ہو رہا ہے جن پر عذاب ہو رہا ہے کسی بڑی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے تھے اور اس کے بعد نبی نے کیا کیا؛ فوراً ایک درخت کی ایک ٹہنی توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے دونوں قبروں پر ان ہری ہری ٹہنیوں کو گاڑ دیا اور کہا سنو! جب تک ان میں ہرا پن رہے گا جب تک یہ ٹہنیاں تازہ رہیں گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف فرمائیگا۔ تخفیفِ عذاب کا سامان نبی نے کر دیا

دیکھو صحابہ بھی تو ساتھ تھے، مگر کسی کی نظر عالم برزخ پر نہ پڑی، اس لیے کہ ان کے قویٰ کچھ اور تھے۔ نبی کے پاس والی قوت کچھ اور تھی، جبکہ اس نے اس قوت کو استعمال کیا تو قبر کے تمام حالات ان پر کھل گئے اور سنو نبی نے کیا بات کہی، اس میں دو ہیں اور دونوں پر عذاب ہو رہا ہے تو عذاب کا ہونا ایک غیب اور کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے، اس کا بتانا دوسرا غیب۔ اور جب تک یہ ٹہنیاں سرسبز رہیں گی، عذاب موقوف رہے گا، یہ تیسرا غیب ہے۔ مگر کوئی کفر ہوا انسان کوئی صحابی یہ نہ کہہ سکا اے نبی آپ کی آنکھیں حلقۂ چشم میں ویسے ہی نظر آتی ہیں جیسے ہماری آنکھیں ہیں۔ اے نبی آپ کا قدوقامت دیکھنے میں تو ویسے ہی تو دکھتا ہے جیسے ہمارا قدوقامت، تو یہ کیا بات ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم نہیں دیکھ رہے ہیں! ہم نہیں مانتے۔ مگر نہیں دوستو وہ نبی کو ایسا مان گئے تھے کہ آج اگر ویسا کوئی مانے تو ایمان کی لذت پا جائے۔ اے نبی! ہم آپ کو مان چکے ہیں۔ قبر میں کیا ہو رہا ہے نبی بتائیں تو ہم کیوں نہ مانیں۔ جب وہ خدا کے بارے میں اشهد ان لا اله الا الله ارشاد فرمائے۔ جب وہ غیب الغیب کا پتہ دے تو ہم مان لیں اور قبر کا پتہ دے تو ہم نہ مانیں۔ جنت کا پتہ دے تو ہم مان لیں جہنم کا پتہ دے تو مان لیں۔ آخرت کا پتہ دے تو مان لیں اور قبر کا پتہ دیں تو نہ مانیں ایسی بات نہیں ہے، نبی کہتے جا رہے ہیں اور ماننے والے مانتے چلے جا رہے ہیں اور پھر نبی نے دکھایا اے میرے ماننے والو! وہ تو عالم برزخ میں ہیں نا۔ ان پر جو کچھ ہو رہا ہے۔ عالم برزخ میں ہو رہا ہے اور میں عالم شہادت میں ہوں اور دیکھو میں ٹہنیاں گاڑ کے یہیں سے ان کو مدد پہنچا رہا ہوں۔ تو دیکھ لیا تم لوگوں نے، یہاں رہ کر وہاں سے غافل نہیں ہوں۔ یہاں رہ کر وہاں اپنے چاہنے والوں سے غافل نہیں ہوں اور سن تو جب اتنی بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ میں عالم شہادت میں رہ کر عالم غیب کی مدد کر رہا ہوں۔ تو یہ بھی بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی کہ جب وہاں ہوں گا تو یہاں کی مدد کروں گا۔ نہ وہاں کوئی ہمارے یہاں کے لیے روک نہ یہاں کی دنیا وہاں کے لیئے روک۔

تو ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں عالم ارواح کا بھی علم ملے گا۔ یہیں عالم آخرت

کا بھی علم ملے گا اور اس علم کا ذریعہ ہیں نبی اور نبی اور رسول کو اگر ہٹا دو بیچ سے تو نہ عالمِ روح کا علم ہو سکتا ہے اور نہ عالمِ آخرت کا علم ہو سکتا ہے اور عالمِ ارواح اور عالمِ آخرت دونوں ہیں عالمِ غیب تو معلوم ہوا کہ اگر نبی کو عالمِ غیب کی خبر نہ دی جائے تو وہ ہمارے ایمان کو کیا مکمل کر سکے گا۔ اسے تو خود بھی آخرت کا پتہ نہ چلے گا۔

مختلف عالم اور ایک اور باریک نکتے کی طرف میں آپ کے ذہن کو لے جاؤں دیکھئے آپ دنیا میں گھرے ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں تو ایک ہی دنیا میں ہیں نا۔ نہیں جناب! بہت سی دنیا ہے ایک دنیا وہ ہے جس کا علم آپ کو سن کر ہوتا ہے یہ آواز والی دنیا ہے اگر سننے کی طاقت آپ سے چھین لی جائے تو آپ آواز والی دنیا سے نکل گئے۔ ایک دنیا وہ ہے جس کو آپ دیکھ کر معلوم کرتے ہیں، وہ یہی ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ آنکھ کی روشنی آپ سے چھین لی جائے تو اس دیکھنے والی دنیا سے آپ الگ ہو گئے ایک وہ دنیا ہے جس کو آپ چکھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ میٹھا ہے یہ کھٹا ہے یہ کیسا ہے؟ یہ کان سے نہیں معلوم ہوگا۔ آنکھ سے یہ نہیں معلوم ہوگا، اس کیلئے ایک دوسرے حواس کی ضرورت ہے یعنی چکھنا۔ چکھ کے معلوم کیا یہ میٹھا ہے کہ کھٹا ہے۔ اگر تم سے قوتِ ذائقہ چھین لی جائے تو اس دنیا سے نکل گئے۔ ایک دنیا وہ ہے جس کو تم چھو کر معلوم کرتے ہو، یہ گرم ہے کہ ٹھنڈا اس کو تم سوچ کے نہیں معلوم کر سکتے۔ اس کو سونگھ کے نہیں معلوم کر سکتے۔ اس کو دیکھ کے نہیں معلوم کر سکتے۔ اس کو چکھ کے نہیں معلوم کر سکتے۔ یہ گرم ہے کہ ٹھنڈا چھونا پڑے گا چھونے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ قوت جو ہے اگر چھین لی جائے تو اس دنیا سے تم الگ ہو گئے ایک دنیا وہ ہے جس کو تم عقل سے معلوم کرتے ہو، اگر تم سے عقل لے لی جائے تو تم اس دنیا سے محروم ہو گئے تو کتنی دنیا ہوئیں۔ قوتِ سامعہ سننے والی طاقت۔ قوتِ باصرہ دیکھنے والی طاقت۔ قوتِ شامہ سونگھنے والی طاقت۔ قوتِ لامسہ چھونے والی طاقت تو دیکھو اتنی دنیاؤں میں خدا تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا تو ہر دنیا کو سمجھنے کیلئے ایک ایک حاسہ تم کو دیا۔ گرم ٹھنڈا سمجھنا ہے چھو کے معلوم کرو۔ تم کو ذائقہ دیکھنا ہے

چکھ کے معلوم کرنا۔ تم کو شکل و صورت دیکھنی ہے، دیکھ کے معلوم کرنا۔ تم کو اچھی اور بری آواز پہچاننی ہے سن کے معلوم کرنا، تمہیں کچھ عقلی باتوں کا پتہ لگانا ہے تو غور و فکر کر کے معلوم کرنا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ بہت ساری دنیا میں یہ انسان گھرا ہوا ہے۔ تو اب اگر ان طاقتوں میں سے ہم تم سے چھین لیں تو اس دنیا سے تم محروم ہو گئے جس کا علم اسی طاقت کے ذریعہ ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اس کی عنایت ہے۔ اس کا کرم ہے کہ ہر دنیا کو سمجھنے کیلئے اس نے ایک قوت عطا فرمائی ذرا غور کرو، کان کیلئے جو چیز شہادت ہے، وہ آنکھ کیلئے غیب فلاں بہت اچھا پڑھ رہا ہے۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو، کس کی وجہ سے کہہ رہے ہو۔ کان کی وجہ سے۔ آنکھ نے کبھی کسی کو اچھا پڑھتے ہوئے سنا۔ تو کان کیلئے جو شہادت ہے، آنکھ کیلئے وہ غیب ہے اور آنکھ کے لئے جو شہادت ہے کان کیلئے وہ غیب ہے۔ ذائقہ کیلئے جو شہادت ہے، لامسہ کے لئے وہ غیب۔ ایک حاسہ کے لئے جو شہادت ہے، دوسرے حاسے کیلئے وہی غیب ہے۔ اسی لئے دوستو اگر کوئی پیدائشی اندھا ہو اور آپ اس کو یہ سمجھانا چاہیں کہ چاند اتنا خوبصورت ہے، دنیا اتنی اچھی ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں اور سوچو میرے چہرے پر ایک چھوٹی سی آنکھ ہے۔ اس آنکھ میں ایک چھوٹا سا نقطہ ہے اور اس نقطے میں اتنی بڑی دنیا ہے، اتنا بڑا پہاڑ ہے۔ چھوٹے سے نقطے میں ایک پہاڑ ہے چھوٹے سے نقطے میں کتنے ہزار آدمی ہیں۔ چھوٹے سے نقطے میں اتنا بڑا دریا ہے تو وہ اندھا کہے گا تم مجھ کو بیوقوف نہ سمجھو، اتنے چھوٹے نقطے میں اتنا بڑا پہاڑ کیسے آجائے گا؟ یہ تو عقل میں بات نہیں آتی، چھوٹے سے نقطے میں اتنا بڑا پہاڑ کیسے آئے گا؟ تو آپ اندھے کو سمجھا سکیں گے نہیں سمجھا سکتے کیوں؟ اس لئے کہ جس طاقت سے آپ دریا دیکھ رہے ہیں، وہ اس طاقت سے محروم ہے۔ تو اب اس کا جواب یہی ہو گا کہ اے اندھے! میری نگاہ کا نقطہ اگر تیری نگاہ کا نکتہ ہوتا، تو تو بھی سمجھ جاتا کہ یہ کیسے سب کچھ نظر آرہا ہے، مگر مشکل تو یہ ہے کہ میرے پاس آنکھ موجود ہے اور تو اندھا ہے۔ میرے لئے جو شہادت ہے وہ تیرے لیے غیب ہے۔

غیب سے انکار کی وجہ

ایسے ہی دوستو! میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ کوئی بھی طاقت کسی سے چھین لی جائے۔ کوئی بہرا ہو بہرا۔ کچھ بھی نہ سنتا ہو۔ اب بہترین بہترین آوازیں ادھر اُدھر سے آ رہی ہیں آپ سُن رہے ہیں وہ نہیں سُن رہا ہے تو اب اگر آپ اسی کو لکھ کر سمجھانا چاہو۔ سوچی یہ دنیا عجیب پیاری دنیا ہے، کتنی پیاری پیاری آوازیں آتی ہیں۔ دیکھو یہ چڑیا چہچہا رہی ہے۔ دیکھو یہ اچھے پڑھنے والے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اذان کی پیاری آواز آ رہی ہے وہ کہے گا یہ کیا ہنڈل ہانک رہے ہو۔ میں بھی تو ہوں۔ میں تو کچھ نہیں سُن رہا ہوں۔ کان کا نقشہ میرا تو ویسا ہی بنا ہوا ہے، مگر اس میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ یہ تمہارے اتنے سے کان میں کتنی باتیں آ رہی ہیں۔ یہ چھوٹے سے کان میں کتنی باتیں پڑ رہی ہیں۔

تو تم یہی کہو گے سوچی تمہارے پاس اس دنیا کے سمجھنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس لئے تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ جب ہمارے پاس نہیں، تو اس کے پاس کیسے ہے؟ تو بات سمجھ میں آگئی کہ رسول کے پاس غیب سمجھنے کی ایک قوت ہے اور ہمارے پاس غیب سمجھنے کی کوئی قوت نہیں ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ جب ہمارے پاس نہیں، تو ان کے پاس کیسے ہوگا!

جس وقت رسول کے غیب کا یہ انکار کرتے ہیں۔ اس وقت اگر یہی سمجھتے کہ بھئی ہم اس دنیا سے اندھے ہیں۔ اس دنیا کو حاصل کرنے کیلئے ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے تو بات سمجھ میں آئی کہ عالمِ آواز کو سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے کان دیا۔ قوتِ سامعہ دی، عالمِ بُو مہک وغیرہ کو سمجھنے کیلئے خدا تعالیٰ نے قوتِ شامہ دی۔ اس عالمِ شہادت کے متعلق جو چیزیں ہیں ان کے سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے قوتِ باصرہ دی۔ عالمِ ملبوسات کو سمجھنے کیلئے خدا تعالیٰ قوتِ لامسہ دی۔ مبصرات کو سمجھنے کے لئے قوتِ باصرہ دی (عالم ملبوسات) کو سمجھنے کیلئے قوتِ سامعہ دی۔ مدرکات کو سمجھنے کیلئے قوتِ فکریہ دی۔ ملموسات کو سمجھنے کے لئے قوت لامسہ دی۔ سونگھ کر جو چیز سمجھی جاتی ہے اس کو سمجھنے کیلئے قوتِ شامہ دی دینے والا ایک ایک قوت دے رہا ہے تاکہ

ساری دنیا کو تم سمجھ سکو تو اب ہمیں سوچنا پڑے گا اسے دینے والے ہر دنیا کو تو تو نے سمجھا دیئے
مگر غیب کو سمجھنے کیلئے ہمیں کیا دیا؟ اس لئے کہ جب تک ہم غیب کو نہ سمجھیں گے اس غیب کو مانیں
گے کیسے؟ اس پر ایمان لائیں گے کیسے؟ اس کے بعد ایک بات میں آپ کو بتاؤں کہ دیکھو یہ انسان
کی جتنی قوتیں ہیں آپس میں کس قدر متحد ہیں۔ کان کہتا ہے کہ زید بہت اچھا پڑھتا ہے تو زبان انکار
نہیں کرتی۔ حالانکہ زبان سنتی نہیں اور آنکھ کو بھی انکار نہیں اور دماغ کو بھی انکار نہیں۔
آنکھ کہتی ہے، وہ صورت بہت اچھی ہے۔ کان بھی خاموش ہے۔ وہ نہیں کہتا کہ غلط کہہ رہے ہو
کتنا اتحاد ہے مطلب یہ ہے جس کیلئے جو غیب ہے، وہ اس میں خواہ مخواہ کیلئے مداخلت نہیں کرتا
لسے آنکھ تیرے لئے وہ شہادت ہے تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ کان نے کہا فلاں نے اچھا پڑھا
آنکھ نے مختصر جواب دیا ٹھیک ہے، وہ تیرے لئے شہادت ہے تو ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ بغرض
آپس میں بہت ہی صلح ہے۔ کان پر آنکھ کو اعتماد۔ آنکھ پر کان کو اعتماد، لامسہ پر شامہ کو
اعتماد۔ شامہ کو لامسہ پر اعتماد۔ سب کو ایک دوسرے پر بڑا بھروسہ ہے اور اگر آپس
میں ٹکرا جاتے۔ کان، آنکھ سب ٹکرا جاتے، ہاتھ پیر سب ٹکرا جاتے تو جسم و روح کا سارا
نظام درہم برہم ہو جاتا، مگر کوئی نہیں ٹکرا رہا ہے۔ ایک جو فیصلہ کر رہا ہے سب مان رہے
ہیں۔ ایک فیصلہ کر رہا ہے۔ پورا جسم کا نظام مان رہا ہے کہ ٹھیک ہے اس کے پاس ایک
ایسی قوت ہے جس سے وہ بتا رہے ہیں، ٹھیک ہی بتا رہے ہیں، مگر دوستو غیب کا
بتانے والا جب غیب کی بات بتا رہا ہے تو سب جھگڑنے لگتے ہیں۔ وہاں نہیں صلح کر
لیتے، وہاں نہیں کوئی مصالحت کر لیتے۔

غیب کی باتیں کس نے بتائیں

ایک بات سمجھ لو کہ جس چیز سے جو ضرورت پوری ہو جائے تو سمجھ لو خدا تعالیٰ
نے اس کو اسی لئے بنایا ہے کان سے سننے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے نا۔ کان سننے کے
لئے ہے۔ آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ آنکھ دیکھنے کے لئے ہے۔

زبان سے چکھنے کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ زبان چکھنے کے لئے ہے۔ ہاتھ سے چھوکر معلوم کرنے کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ ہاتھ چھونے کیلئے ہے دماغ سے سوچنے کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ دماغ سوچنے کیلئے ہے تو جس سے جو ضرورت ہوتی ہے، پوری ہوجاتی ہے ہم فیصلہ کردیتے ہیں کہ وہ اسی کیلئے ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ کان سننے کیلئے ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنکھ دیکھنے کیلئے ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ناک سونگھنے کیلئے ہے مگر کیا بات ہے کہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ نبی غیب بتانے کیلئے ہے، تو سبھی جھگڑ پڑتے ہیں حالانکہ اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ جس طرح یہ حواس جس کی خبر نہ کر سکیں۔ نبی اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ ہمیں ان باتوں کا علم دے۔ جن کا پتہ ان حواس کو نہ ہو۔ کان کو نہ ہو۔ دماغ کو نہ ہو ہم کسی طور سے ان کا پتہ نہ لگا سکیں۔ اسی کا ذریعہ معلومات نبی ہے اور نبی کو ہٹا دو تو مجھے بتاؤ۔ غیب کی خبریں کس نے بتائیں؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی قوت ہے جو قیامت کا پتہ لگا سکے؟ جو غیب الغیب ذاتِ الٰہیہ کا پتہ لگا سکے۔ جو عذابِ قبر کا پتہ لگا سکے کیا کوئی ایسی طاقت تمہارے پاس ہے؟ نہیں۔ اچھا طاقت نہیں ہے تو عالمِ غیب میں رہنے والے فرشتوں میں سے کسی سے آپ کی دوستی ہے؟ وہاں سے کچھ تعلق ہے؟ کچھ ادھر سے مخبری ہو رہی ہے کوئی راستہ آپ نے بنا رکھا ہے؟ یہ بھی نہیں ہے؟ اچھا یہ بھی نہیں ہے تو مجھے بتاؤ غیب کی خبریں تم تک کیسے پہنچیں؟ کس نے آکر بتایا؟ میں تو کہتا ہوں سنو جی قرآن بسم اللہ کی ب سے لے کر والناس کی س تک سب غیب ہی غیب تھا۔ یہ قرآن کریم بسم اللہ کی با سے لے کر والناس کی سین تک جب تک میرے رسول نے پڑھ کر نہیں بتایا۔ تم نہیں سمجھتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے؟ تم نہیں سمجھتے تھے کہ سورہ فاتحہ کیا ہے!

بتاؤ قرآن کریم جس کو تم کلام الٰہی کہہ رہے ہو اور رسول کے پیش کرنے سے پہلے کیا تم اپنے حواس سے اس کا ادراک کر سکتے تھے؟ کیا اپنے دماغ سے اس کتاب کو دیکھ سکتے تھے؟ سمجھ سکتے تھے نہیں تو قرآن بسم اللہ کی با سے لے کر والناس کی سین تک سب غیب ہی غیب رہا، اس لئے کہ

کلام اللہ جو ہے وہ غیب الغیب کی صفت ہے اس کی ذات بھی غیب صفات بھی غیب اب بتاؤ اس غیب کو کس نے ظاہر کیا۔ تو اگر رسول نہ آتے تو غیب کا گلدستہ ہمیں کیسے ملتا؟ الغرض رسول اسی لئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتائیں۔ مگر ایک بات میں تمہیں بتاؤں وہ اگر میں نہیں بتاؤں گا تو بات نامکمل رہے گی۔ اس سلسلے میں کہ میرے رسول کو غیب کا علم دیا گیا ایک قوتِ قدسیہ عطا فرمائی گئی۔ ہمارا یعنی اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ کیا ہے؟ وہ ظاہر کردوں اس لئے کہ عقیدہ جب آپ سمجھ لیں گے، تو ان لوگوں کے فریب میں نہ آئیں گے، جو بعض جزوی واقعات کو اٹھا اٹھا کر شور مچایا کرتے ہیں کہ حضور کو اس کا علم کہاں ہے؟ اس کا علم کہاں ہے؟ ویسے تو ہر ہر واقعے کا الگ الگ جواب ہو سکتا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ کہاں تک کوئی جواب دے گا اور کہاں تک آپ جواب سُنیں گے، لہٰذا سنو! یہ قرآن پورے کا پورا صحیفۂ غیب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صحیفۂ غیب یک بارگی رسول پر نازل نہیں کیا گیا، بلکہ بتدریج رسول کو دیا گیا۔ دینے والے نے جیسے بھی چاہا دیا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول کو غیب خود بخود معلوم ہو گیا ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے غیب دیا۔ چاہے بلاواسطہ دیا ہے، چاہے جبرائیل کے واسطے سے دیا ہو۔ چاہے مقام دنیٰ فتدلیٰ پر بُلا کے بلاواسطہ دے دیا ہو، چاہے الہام میں دیا ہو، چاہے خواب میں دیا ہو۔ دینے والا خدا ہے۔ ہم یہ راستہ نہیں تلاش کر رہے ہیں کہ کس راستہ سے دیا ہے۔ تم مان لو کسی بھی راستہ سے ہمارا تو دعویٰ صرف یہ ہے کہ اس نے دیا ہے اور رسول نے لیا ہے جس راستے سے بھی دیا ہو۔ چاہے قرآن کے راستے سے دیا ہو، چاہے قرآن کریم کے معانی کو سمجھا کے دیا ہو، جیسے بھی دیا ہو، اس میں جھگڑنے کی بات نہیں۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ قرآنِ کریم بتدریج نازل کیا گیا ہے یک بارگی نازل نہیں ہوا۔ دھیرے دھیرے آہستہ آہستہ اس کا نزول ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مدتِ نزول حضور علیہ السلام کی مدتِ دعوت یعنی آپ کی ۲۳ سالہ زندگی کو محیط ہو گئی تو معلوم ہو کہ غیب کے دینے والے نے جب رسول کو غیب دیا، تو یکبارگی نہیں دے دیا ہے۔ دینے والے نے بتدریج دیا اور جب تک قرآنِ کریم کے نازل ہونے کا سلسلہ جاری تھا، غیب دینے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

یہ تو یقینی ذرائع سے بتا رہا ہوں۔ اس کے بعد کیا دیا۔ کتنا دیا ہمیں کوئی علم نہیں۔ مگر ہمیں جتنا علم ہے وہ ہم بتا رہے ہیں کہ جب تک قرآن نازل ہوتا رہا غیب دینے کا سلسلہ جاری رہا اور جب قرآن کا نزول مکمل ہو گیا میرے رسول کا علمِ کائنات بھی مکمل ہو گیا۔ کائنات کا معنی کیا ہے؟ جب سے دنیا ہوئی اور جب تک دنیا رہے گی ماکان ومایکون اسے خدا تعالیٰ کے علم کے آگے ایک قطرے کی بھی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ یہ مت سمجھ لینا کہ ہم رسول کے علم کو خدا کے علم سے کچھ ملانا چاہتے ہیں یہ تو کوئی پاگل بھی نہیں سوچے گا۔ خدا تعالیٰ کے علم کے آگے رسول کے علم کو وہ بھی مقام حاصل نہیں ہے جو سمندر کے آگے قطرے کو حاصل ہے۔ یہ تو ہمارا عقیدہ ہے، مگر جتنا علم ہم بتا رہے ہیں یہ تو بہت محدود علم ہے۔ متناہی علم ہے۔ ادھر قرآن کا علم مکمل ہوا قرآن کا نزول مکمل ہوا اور ادھر رسول کا علم مکمل ہو گیا، علمِ کائنات مکمل ہو گیا۔ اب اگر کوئی ہمارے پاس ایسا واقعہ لے آئے کہ اے لوگو سنو! رسول کے حیاتِ طیبہ کے اوپر دیکھو۔ فلاں تاریخ، فلاں سن فلاں دن میں قرآن کریم کا نزول مکمل ہو چکا تھا اور اس کے بعد کا یہ واقعہ ہے رسول کو جس کی خبر نہیں تھی۔ اگر ایسا واقعہ تم پیش کر سکو پھر اس پر غور کیا جا سکتا ہے سوچا جا سکتا ہے، مگر اگر قرآن کریم کے نزول کے درمیان کا کوئی واقعہ پیش کرو گے تو اس کا پیش کرنا عبث ہے، بیکار ہے، اس لئے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ رسول کو یک بارگی سب علم دے دیا گیا ہم تو کہتے ہیں بتدریج دیا گیا۔ دینے والے نے جب جتنا دینا مناسب سمجھا دے دیا۔

اور ہم یہ قرآن کریم کی روشنی میں کہہ رہے ہیں۔ قرآن کا یہ فیصلہ ہے تبیاناً لکل شیٔ قرآنِ کریم ہر شے کا واضح بیان ہے اور رسول قرآن کو واضح طور پر جاننے والے ہیں۔ تو رسول کے سامنے ہر چیز واضح ہے۔

دوستو! میں نے عقلی انداز سے سمجھانا چاہا ہے کہ نبی کی ضرورت ہی اسی لئے ہے کہ غیب کے علوم سے اور پھر ان پر ایمان سے ہمارا گہرا تعلق ہے۔ اس لئے کہ اگر غیب کی خبر سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہوتا، غیب پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ تو پھر نبی کی کوئی ضرورت نہیں رہ

جاتی۔ اگر عالم شہادت ہی سب کچھ ہے۔ تو نبی آیا ہے کس لئے؟ تو معلوم یہ ہوا کہ نبی ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کا ذریعہ معلومات ہے۔ اب تم ہم سے پوچھو گے عالم مبصرات کو سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ تو ہم کہیں گے آنکھ۔ ہم سے پوچھو گے کہ مسموعات کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کہیں گے کان۔ اگر ہم سے پوچھو گے عالم بو سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کہیں گے ناک، گر تم ہم سے پوچھو گے کہ عالم کلیات کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کہیں گے عقل اگر تم ہم سے پوچھو گے کہ عالم ملموسات کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کہیں گے ہمارا لمس۔ اسی طرح اگر تم ہم سے پوچھو گے کہ غیب کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کہیں گے نبی۔

علم غیب مصطفیٰ عقل کی روشنی میں

تو میں نے جس آیۂ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں یہی بات بتائی جا رہی ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اے محبوب! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ جلالین شریف تو ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے اور جو علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ جلال الدین محلی کی مشترکہ کوششوں کا بہت شاندار گلدستہ ہے۔ علامہ سیوطی ہوں یا علامہ محلی، دونوں کی عظمت کا سبھی اعتراف کرتے ہیں۔ کوئی مختلف فیہ شخصیت نہیں ہے۔ جلالین شریف میں ایک خاص اہتمام یہ برتا گیا ہے کہ اس میں کسی آیت کی تفسیر میں منقول بہت سے اقوال میں سے اسی قول کو رکھا ہے جو تمام اقوال میں سب سے زیادہ صحیح اور راجح قول ہے۔ زیادہ تفصیلات میں وہ نہیں پڑتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طلباء اور علماء کے لئے خاص طور پر انہوں نے اس کو تصنیف فرمایا ہے۔ اس میں وعلمک مالم تعلم کی تفسیر ای من الاحکام والغیب کی گئی ہے۔ یہ دو لفظ ہیں۔ اللہ نے رسول کو سکھا دیا۔ غیب بھی سکھا دیا جو نہیں جانتے تھے کیا سکھا دیا؟ احکام سکھا دیئے اور غیب سکھا دیا۔ غیب بھی سکھا دیا اور احکام بھی سکھا دیئے کتنا سکھایا؟ کب سکھایا؟ کیسے سکھایا؟ اس کی تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ جب دینے والے نے مصلحت سمجھی جب حکمت کا تقاضا ہوا، اس وقت سکھا دیا۔ تو دیکھو انہوں نے لفظ غیب

کو استعمال کر کے اپنے اس عقیدے کا اظہار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو اپنے فضل سے غیب کا علم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سکھایا۔ غور تو کرو لوگ فخر یہ کہتے ہیں نا کہ ہم سقراط کے شاگرد ہیں۔ بقراط نے ہمیں پڑھایا ہے۔ جالینوس ہمارا استاد ہے کیوں کہتے ہیں تاکہ پڑھانے والے میں تو کوئی کمی نہیں۔ اور جب پڑھانے والا بھی کامل ہو اور پڑھنے والا بھی ذی استعداد ہو تو پھر شاگرد کی وسعتِ علمی محتاج نہیں رہ جاتی۔

اب ذرا یہاں کا معاملہ دیکھو۔ سکھانے والا خدا تعالیٰ اور سیکھنے والے مصطفےٰ کو جواب دو کہ دنیا میں کوئی ایسا ہے جو رسول سے زیادہ باصلاحیت ہو۔ دنیا میں ایسا کوئی ہے جو رسول سے زیادہ ذی استعداد ہو۔ اور پھر سکھانے والا وُہ ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا تو سارے فرشتے حیرت فروش رہ گئے۔ یہ سکھانے والا وُہ ہے جس نے انسان کے علم کی برتری کو فرشتوں سے بھی منوا لیا۔ یہ سکھانے والا وہ ہے کہ جس نے اپنے خلیفہ اوّل کو منوا لیا۔ یہ سکھانے والا وہ ہے کہ ایسا سکھا دیا کہ فرشتے بھی اس کی عظمت کا اقرار کر نے لگے۔ ذرا غور کرو کہ اگر سیکھنے والا رسولِ عربی جیسا ہو۔ سیکھنے والا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا ہو اور سکھانے والا قادرِ کائنات ہو تو بتاؤ غیب کی بات بتانے سے اسے کون سی چیز روک سکتی ہے۔ کیا ان میں صلاحیت نہ تھی؟ کیا ان میں استعداد نہ تھی؟ کیا یہ کچھ کمزور تھے؟ کیا تم نے ان کو اپنی طرح سمجھ لیا ہے۔

علمِ غیب قرآن و حدیث کی روشنی میں

تو خدا تعالیٰ نے سکھایا اور محبوب نے سیکھ لیا۔ اس پر تو اعتراض کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ دوستو! صرف عقلی دنیا میں آپ کو رکھ کر آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔ آؤ ذرا سا منقولات کی بھی سیر کر لو۔ یہ تو معقولات کی بات تھی۔ اب منقولات کی طرف چلو اور پھر دیکھو میرے رسول کی اس قوتِ قدسیہ کو۔ پھر دیکھو میرے رسول کی اس قوتِ ادراک کو جدھر بھی توجہ فرما دی، ہر غیب منکشف ہوتا چلا جاتا ہے۔ جدھر آپ نے خاص توجہ فرما دی

حجابات اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت براء ابن عازب اس حدیث کے راوی ہیں۔ غزوۂ خندق کا موقعہ ہے سو اقعات کی تفصیلات میں آپ کو میں نہیں لے جاؤں گا۔ صرف میں مقصود اور مطلوب کی طرف آپ کی خاص توجہ چاہوں گا۔ اسی غزوہ خندق میں ایک ایسی چٹان سے ایک ایسے پہاڑ کے ٹکڑے سے سابقہ پڑا کہ وہ نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک خبر پہنچی تو سرکارِ عربی آئے اور آکر رسول نے جب پہلی ضرب لگائی تو اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ ۱/۳ حصہ اس کا ٹوٹ گیا تو اس وقت میرے رسول نے نعرہ بلند کیا۔ اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام۔ اللہ کیلئے بڑائی ہے، مجھے شام کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں) ذرا غور تو کرو اور غزوۂ خندق کا موقعہ یاد کرو اور شام پر کامیابی کی خوشخبری سنو۔ اس کے بعد جب دوسری ضرب لگائی تو دوسرا تہائی حصہ نکل گیا تو سرکار فرماتے ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الفارس ۔ (اللہ کے لئے بڑائی ہے فارس کی بھی کنجیاں مجھے دے دی گئیں) اور جب تیسری ضرب لگائی، تو وہ پتھر چور چور ہو گیا اور سرکار نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ اَلْیَمَنْ ۔ (اللہ کے لئے بڑائی ہے، مجھے یمن کی بھی کنجیاں دے دی گئیں)

ذرا اس زمانے کو یاد کرو جب رسول بظاہر بڑی بے سروسامانی کے عالم میں تھے اور آپ کے پاس کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہ بات وہ کہے جس کے پاس لاکھوں کا لشکر ہو، جس کے پاس ظاہری ساز و سامان کا انبار لگا ہوا ہو، تم ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے دماغ اور اپنے ساز و سامان پر گھمنڈ کر کے ایسا کہہ رہا ہے۔ یہ وہ کہے جو ایٹمی توانائیوں کا انبار لگائے ہوئے ہو تم سوچ سکتے ہیں کہ اپنے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم پر بھروسہ کر کے بول رہا ہے۔ مگر نہیں، یہ وہ کہہ رہا ہے جو بوریا نشین ہے۔ یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے پاس دنیاوی ظاہری ساز و سامان نظر نہیں آ رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ اپنی مادی قوت کے بھروسے پر نہیں بول رہے ہیں یہ غیب کا جاننے والا غیب کی بات بتا رہا ہے کہ سوچی ہمارے اس حال کو مت دیکھو ہمارا مستقبل بہت

ہی روشن ہے۔

اور آگے آؤ تفسیر روح البیان کے اوراق کو الٹو۔ صرف خیالی باتیں سنا کر آگے بڑھ جانا میں مناسب نہیں سمجھتا ارشادِ ربانی ہے۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا۔ اس آیۂ کریمہ کی تشریح اٹھا کر دیکھو تفسیر روح البیان کے اندر۔ اور اگر تفسیر روح البیان سمجھ میں نہ آئے تو تفسیرِ عزیزی اٹھا کر دیکھو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل یہی بات فارسی میں کہی ہے۔ یہاں میں عربی کی عبارت آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ یعنی شہادۃ الرسول علیھم اطلاعہ علیٰ مرتبۃ کل متدین بدینہ وھو یعرف ذنوبھم وحقیقۃ ایمانھم واعمالھم وحسناتھم وسیاتھم و اخلاصھم و نفاقھم وغیر ذالک بنور الحق۔

سنو جی یہ رسول کی شہادت کی بات کہ رسول ان پر گواہ ہوں گے۔ اس کا معنی کیا ہے؟ صاحبِ تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ رسول ہر دیندار کے دین کے مرتبہ کو پہچانتے ہیں، مطلع ہیں باخبر ہیں اور رسول جن جن پر گواہ ہوں گے، ان گناہوں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان نیکیوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کے ایمان کی حقیقت کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کے اعمال کو بھی دیکھ رہے ہیں اور صرف دیکھنے کی بات نہیں کی ہے، بلکہ یعرف بہچان رہے ہیں۔ اب مشاہدے کا کیا ذکر؟ معرفت کا معاملہ ہے۔

ایمان ونفاق کا علم

تو اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے اخلاص کو بھی پہچان رہے ہیں۔ اخلاص کیا ہے؟ نفاق کیا ہے؟ ایمان کیا ہے یہ دل کی کیفیت ہے۔ مگر رسول سے تمہارے دل کی کیفیتوں کو بھی پوشیدہ نہیں رکھا گیا۔ اگر رسول کریم تمہارے دل کی کیفیتوں پر عالم نہ ہوتے تو یہ بے دیکھی گواہی مانی بھی نہ جاتی۔ یہ گواہ بنائے گئے ہیں۔ بے دیکھی گواہی اسی وقت قابلِ قبول ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھنے والے کی گواہی پر مکمل ہو تو رسول کے بارے میں تفسیر روح البیان والے کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ ہمارے ایمان کو بھی جانتے ہیں

ہمارے گناہ کو بھی جانتے ہیں۔ ہمارے اخلاص کو بھی جانتے ہیں۔ ہمارے نفاق کو بھی جانتے ہیں اور اپنے ایمان کا ڈھنڈورا پیٹنے والو! تمہارے ایمان کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔

اچھا اگر آپ کا جی نہ بھرا ہو تو تفسیر نیشاپوری بھی اٹھا کے دیکھ لو۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ اس آیۂ کریمہ کے تحت انہوں نے فرمایا ہے۔ لانہ روحہ علیہ السلام شاھد علیٰ جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ علیہ السلام اول ماخلق اللّٰہ نوری یعنی میرے رسول ان کی روح مبارک تمام روحوں کا، تمام نفسوں کا، تمام قلوب کا مشاہدہ فرمانے والی ہے، اس لئے کہ رسول نے کہا ہے کہ میں سب سے پہلی مخلوق ہوں۔

اور جب سب سے پہلے حضور ہیں تو جو پیدا ہوتا گیا، اس کو رسول دیکھتے گئے اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو تفسیر مدارک اٹھا کر دیکھو۔ انہوں نے اسی آیت کے تحت فرمایا ہے شاھدٌ اعلیٰ من اٰمن بالایمانِ وعلیٰ من کفر بالکفر وعلیٰ من نافق بالنفاق۔ یعنی رسول مومن کے ایمان کی گواہی دیں گے اور کافر کے کفر کی گواہی دیں گے اور منافق کے نفاق کی گواہی دیں گے۔ تم یہاں چھپاؤ، وہ وہاں چھپ جائے گا۔

میدان جنگ کا علم

اور اب بھی گر سکون نہ ملا ہو تو حدیث اٹھاؤ۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے بیر معونہ جو مدینے سے بہت دور ہے۔ وہاں جنگ ہو رہی ہے تو وہ کہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنگ کی خبر، وہاں کی خبر لوگوں کے پاس آنے سے پہلے سنادی تھی۔ حضرت زید، حضرت جعفر، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کی شہادت کی خبر بھی سنادی تھی، ابھی شہادت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَجَعْفَرَ وَ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ

کی خبر نہیں آئی تھی حضور نے ترتیب سے بیان کیا جنگ وہاں ہو رہی
تھی اور حضور یہاں سے بیان کر رہے تھے میں سنو جی پرچم حضرت زید نے لیا
وہ شہید کر دیئے گئے دیکھو اس کے بعد پرچم حضرت جعفر نے
اٹھایا وہ بھی شہید کر دیئے گئے، دیکھو وہ حضرت ابن رواحہ نے
پرچم اٹھایا وہ بھی شہید کر دیئے گئے سرکار یہ کہہ رہے تھے اور سرکار کی
آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس کے بعد کہا سنو اب دیکھو اللہ
تعالیٰ کی تلوار نے یعنی حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے پرچم اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب کر دیا

ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرُ فَاُصِيْبَ
ثُمَّ اَخَذَ اِبْنُ رَوَاحَةَ
فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرُ
فَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ
سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ
اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ۔

ذرا غور کرو اس تفصیل سے بتانے والا وہی تو بتا سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوت دی ہو کہ جدھر توجہ فرمائے، ادھر منکشف ہو جائے۔

سدرۃ المنتہیٰ کا علم

اور اگر اب بھی سکون میسر نہ ہوا ہو نسیم الریاض اٹھاؤ، شرح شفا قاضی عیاض نسیم الریاض کے اندر کیا بات ہے غور سے سننا یہ علمائے ملتِ اسلامیہ کے ارشادات ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کو سچے سمجھنے والے ہیں اور قرآن کے سمجھنے کا جو سلسلہ ان کا ہے، وہ سلسلہ بارگاہِ رسالت مآب تک مرلوط ہے۔

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ظاہری اجسام کے لحاظ سے
آدمیوں کے ساتھ نظر آرہے ہیں آدمیوں کی طرح نہیں مع بشر
کا مطلب یہی کہا مع البشر آدمیوں کے ساتھ ہیں۔ مگر ان کا باطن
اور ان کی روحانی قوتیں ملکی ہیں، ملکوتی شان رکھتی ہیں
سی لیے یہ زمین کے مغربوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور زمین کی
مشرقوں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ شمال، جنوب، مشرق،
مغرب کوئی بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے اور

اَلْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ جِهَةِ
الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاهِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَبَوَا
طِنُهُمْ وَقُوَاهُمُ الرُّوحَانِيَّةُ مَلَكِيَّةٌ
لِذَا تَرٰى مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا
وَتَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَتَشُمُّ رَائِحَةَ
الْجِبْرَئِيْلِ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ
عَلَيْهِمْ۔

یہی قوتِ ملکیہ ہے جس کی وجہ سے یہ آسمان کی چرچراہٹ کی آواز کو سنتے ہیں یہی قوتِ ملکیہ ہے جس کی وجہ سے حضرت جبرائیل جب سدرہ سے ان پر نازل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو انبیاء سونگھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں۔

تم ایک بات بتاؤ اور انصاف سے بتاؤ اور سوچنے کی بات ہے اگر اتنا علم نہ دیا جائے نبی کو کہ آنے والا جو ہم سے بات کر رہا ہے وہ کون ہے؟ انسان ہے کہ ملک ہے مثلاً حضرت جبرائیل آدمی کی صورت میں آئیں۔ آئے نا۔ اگر حضور بھی یہی سمجھیں کہ یہ آدمی ہے تو جو یہ کہہ گئے ہیں اسے وحی سمجھیں گے یا کیا سمجھیں گے؟ حدیث جبرئیل کے اندر بہت واضح بات ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے راوی ہیں۔ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ۔ ان کے الفاظ یہی ہیں۔ ہم پر ایک مرد طلوع ہوا اور حضرت جبرئیل پوری گفتگو کر گئے، مگر کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ سمجھنا کہ بات کرنیوالا کون ہے؟ یہ قوت نبی کو دی گئی تاکہ وہ سمجھ لے کہ جبرئیل کا کلام کیا ہے! اور غیر جبرائیل کا کلام کیا ہے! ملک کی بات کیا ہے اور غیر ملک کی بات کیا ہے؟ بہرحال حضرت جبرئیل علیہ السلام جب سدرہ سے انبیاء پر نزول کا ارادہ فرماتے ہیں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں۔ اچھا ذرا یہ بتاؤ کہ کتنا اوپر سے آرہے ہیں دو چار میل اوپر سے؟ علم ہیئت والوں نے کچھ فیصلہ کیا ہے؟ یہاں سے پہلے آسمان کا جو راستہ ہے وہ پانچ سو برس کا ہے اور آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو برس کے راستہ کی ہے اور اب معلوم نہیں کہ پانچ سو برس کا راستہ ہے۔ تو گویا ایک ہزار برس کا راستہ۔ اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ مگر بہرحال پانچ سو برس کا راستہ ہے۔ تو گویا ایک ہزار برس کا راستہ، یہ آسمان اور ایک ہزار برس کا راستہ دوسرا آسمان۔ تو سات آسمان تک سات ہزار برس کا راستہ اور اس کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ۔ وہاں سے ابھی ارادہ کیا۔ چلے نہیں ارادہ کیا اور یہاں پتہ چل گیا۔ تو میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جب وہ ارادے کو سمجھ لیتے ہیں تو اگر ہم یاد کریں تو اسے کیسے نہ سنیں گے؟

حضور ہماری باتیں سنتے ہیں

اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اٹھاؤ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب یاد رکھو یہ وہ پہلے شخص ہیں جو ہندوستان میں حدیث کا علم لے کر آئے۔ انہوں نے حدیث کا سبق سکھایا۔ ان سے پہلے ہندوستان میں حدیث کا علم آیا ہی نہیں تھا۔ یہ قرآن و حدیث کے سمجھنے والے ہیں تو حضرت عبدالحق محدث دہلوی کیا فرماتے ہیں

بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا۔ زیراکہ وے علیہ السلام متصف است بصفاتِ الٰہیہ ویکے از صفاتِ الٰہیہ آنست انا جلیس من ذکرنی،

اچھی طرح جان لو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے کلام کو سنتے ہیں اور تمہیں بولتا ہوا دیکھ رہے ہیں کیوں انہوں نے دلیل لگائی ہے کہ حضور تو ہیں صفاتِ الٰہیہ کے مظہر ہیں، صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ انا جلیس من ذکرنی جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں میں اس کا جلیس ہوں تو رسول بھی اس کے مظہر انا جلیس من ذکرنی۔ جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو، چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو یا نہ کرو، بہر حال آپ رسول کے قریب ہیں۔

دیکھئے جناب ذرا سا لفظوں کا فرق ہے۔ لوگ کبھی یہ پوچھتے ہیں رسول کو آپ اپنی محفل میں حاضر مانتے ہیں۔ میں نے کہا ذرا جملہ بدل دو تو بات سمجھ میں آئے ہم اپنے آپ کو ان کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں ہم حاضر ہیں، وہ ناظر ہیں۔ ہم ان کی بارگاہ میں حاضر ہیں وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

رسول کریم دیکھ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنا واضح بیان ارشاد فرما دیا ہے اچھا اگر یہ بات بھی سمجھ میں نہ آئے تو پھر علامہ قسطلانی کی ہی سنتے جاؤ۔ یہ مواہب لدنیہ والے ہیں انہوں نے کہا ہے اپنی بات نہیں کی اپنے علماء کی بات

کہی ہے۔ قَالَ عُلَمَاءُ نَا لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فِیْ مُشَاہَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِہِمْ وَنِیَّاتِہِمْ وَعَزَائِمِہِمْ وَخَوَاطِرِہِمْ ذٰلِکَ جَلِیٌّ عِنْدَہٗ وَلَا خَفَاءَ بِہٖ

میں عبارت اس لئے سنا رہا ہوں کہ جس کو نوٹ کرنا ہے، وہ نوٹ کرے اور نوٹ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ استنے ٹیپ ریکارڈ کے سی۔ آئی۔ ڈی تو لگے ہوئے ہیں کبھی بھی سن سکتا ہے اور جا کے ملا لے گا۔

رسول کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں

حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو شارح بخاری بھی ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ رسول کریم کی موت وحیات میں کوئی فرق ہی نہیں۔ موت طاری ہونے سے پہلے جو زندگی تھی اور موت طاری ہونے کے بعد جو زندگی ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے وہ جیسے پہلے اپنی اُمت کا مشاہدہ فرما رہے تھے، آج بھی فرما رہے ہیں۔ جیسے پہلے وہ اپنی اُمت کے احوال، ان کے اعمال، ان کی نیت، ان کے دل کے خطرے، ان کے دل کے ارادوں کو جانتے تھے اور آج بھی جان رہے ہیں رسول پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ سب ان کے سامنے بالکل جلی ہے۔ واضح ہے کوئی پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرا غور تو کرو، رسول کی قوت ادراک کو اگر اب بھی نہیں سمجھے تو پھر چلو تفسیر روح بیان کو دیکھو۔ یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا اس میں شاہد کی جو تفسیر ہے وہ سمجھنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں۔ فَاِنَّہٗ لَمَّا کَانَ اَوَّلُ مَخْلُوْقٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شَاہِدًا بِوَحْدَانِیَّۃِ الْحَقِّ وَشَاہَدَ بِمَا اَخْرَجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَرْوَاحِ وَالنُّفُوْسِ وَالْاَجْرَامِ وَالْاَرْکَانِ وَالْاَجْسَادِ وَالْمَعَادِنِ وَالنَّبَاتِ وَالْمَلَکِ وَالْجِنِّ وَالشَّیْطٰنِ وَالْاِنْسَانِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ لِئَلَّا یَشِذَّ عَنْہُ مَا یُمْکِنُ لِلْمَخْلُوْقِ مِنْ اَسْرَارِ اَفْعَالِہٖ وَعَجَائِبِہٖ ــــ

رسول کو شاہد بنایا کہ رسول گواہ ہیں تو انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
رسول کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ تو رسول خدا کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔
یہاں ذرا باریک علمی بات آگئی۔ اس کو نظر انداز کر کے آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔ میں
چاہتا ہوں آپ غور فرمائیں وہ یہ دیکھو ایک ہے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمانا آپ یہ کہتے ہیں نا
اشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا تو کیا اللہ تعالیٰ کی ذات
اور احدیت کو آپ نے دیکھا۔ دیکھا نہیں، مگر گواہی دے رہے ہیں پوچھتے چلے جاؤ جتنے گواہی دینے
والے ہیں اب سوال یہی ہوگا کیا کسی نے دیکھا۔ اگر ہو کسی نے بھی دیکھا تو سب گواہی دیں تو پھر نقش
ب اگر کوئی پوچھے کہ ہے رسول کے علم غیب کی دلیل لاؤ۔ اس سے کہنا کلمہ پڑھو۔ جب وہ پڑھے
اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو اس سے یہ پوچھنا گواہی دیکھی ہے؟ یا بے دیکھی۔ اگر کہے کہ سنی
ہوئی تو سوال کرنا کس سے سنا؟ اگر جواب دے رسول سے، تو پوچھنا کہ انہوں نے دیکھا، یا انہوں
نے بھی سنا؟ اور اگر وہ کہے کہ انہوں نے دیکھا ہے تو کہہ دینا کہ یہی دلیل ہے کہ وہ غیب کے
عالم ہیں۔ تم غیب کی دلیل لا رہے ہو، ہم غیب بلکہ غیب کا علم بتا رہے ہیں۔

رسول کو پہلے کیوں پیدا کیا گیا؟

تو دیکھو ایک ہے واحد کا دیکھنا اور ایک ہے واحدانیت کا دیکھنا، ایک ہے
احد کا دیکھنا، ایک ہے احدیت کا دیکھنا۔ مثال کے طور پر مجھ سے اگر یہ پوچھا جائے کہ یہاں پر جو
لوگ آئے ہیں۔ سب سے پہلے یہاں کون آیا تو میں کیا بتا پاؤں گا! ہاں اگر میں کوئی فیصلہ بھی کروں گا
تو ممکن ہے کہ کبھی یہ باہر والے پہلے آئے ہوں گے۔ مولانا محمد سعید صاحب پہلے آئے ہوں گے، اور کبھی
خیال ہے گا کہ مولانا نیاز صاحب پہلے آئے ہوں گے۔ کبھی سوچوں گا کہ فلاں صاحب آئے ہوں
گے پیر زین صاحب آئے ہوں گے۔ پھر خیال بدل گیا۔ نہیں صاحب تو آگے بیٹھے ہیں، وہ آئے ہوں
گے پہلے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے کی تلاش جب ہم کریں گے تو ہمارا فیصلہ ہوگا، وہ عقل کا فیصلہ ہوگا
مشاہدے کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہم تو خود سب کے آخر میں آئے تو ہم پہلے کو کیا جانیں اور اگر

ایسا ہوتا کہ یہاں کوئی نہ ہوتا۔ میں ہی پہلے آکے بیٹھ جاتا۔ اب ایک صاحب آئے ان کو دیکھیں۔ دوسرے آئے ان کو دیکھا تو چاہے وہ پیچھے ہی بیٹھیں۔ مگر میں کہہ دونگا وہ ہے پہلا آنیوالا۔ دیکھنے میں بہت پیچھے ہے نا، مگر آنے میں بہت پہلے ہے، چاہے پیچھے ہو۔ چاہے آگے، ہم یہ نہیں دیکھیں گے۔ معلوم یہ ہوا کہ پہلے کو دیکھنے کیلئے خود پہلے حاضر ہونا ضروری ہے تو دیکھو کہ انسان کو جب پیدا کیا گیا' سیدنا آدم علیہ السلام کا جسم جب تیار کیا گیا، تو ساری کائنات بن چکی تھی۔ یہ انسان جو ہے یہ سب سے آخری مخلوق ہے۔ اس کے بعد کوئی نئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی گئی تو جب ساری مخلوق بن چکی تھی اب انسان سے پوچھو پہلے کون؟ پہلے سورج کہ پہلے چاند، پہلے زمین کہ پہلے آسمان؟ تو انسان کیا جواب دے گا۔ آج تک کوئی نہ سمجھا سکا کہ پہلے مرغی کہ پہلے انڈا؟

اس سے پہلے کو سمجھنا کتنا دشوار ہو گیا، اس لئے کہ یہ انسان خود سب کے آخر میں آیا تو اب جو پہلے کے بارے میں یہ فیصلہ کرے گا، اس کی عقل کا فیصلہ ہو گا۔ مشاہدے کا فیصلہ نہیں ہو گا۔ اسی لئے میرے رسول کو سب سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ جب سب سے پہلے نورِ مصطفےٰ کو پیدا کیا گیا۔ تو پھر نورِ مصطفےٰ نے کیا دیکھا؟ کچھ اور تھا، نہیں کوئی اور مخلوق تھی، نہیں۔ چاند نہیں، سورج نہیں، زمین نہیں، آسمان نہیں، عرش نہیں، فرش نہیں۔ پیدا ہونے والا اگر دیکھتا ہے تو واحد کو دیکھ رہا ہے۔ احد کو دیکھ رہا ہے اور واحد کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اس کی واحدانیت بھی دیکھ رہا ہے کوئی اور چیز ہے ہی نہیں، احد کو بھی دیکھ رہا ہے اس کی احدیت کو بھی دیکھ رہا ہے۔ یکتا کو بھی دیکھ رہا ہے، اس کی یکتائی کو بھی دیکھ رہا ہے اے جنت میں جانیوالے خوش نصیبو! اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں تمہیں بھی دیدارِ الٰہی حاصل ہو گا۔ رسول کے فضل و عطا سے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں بھی دیدارِ الٰہی حاصل ہو گا۔ مگر تم واحد کو دیکھو گے، واحدیت کو نہ دیکھ سکو گے۔ احد کو دیکھو گے۔ احدیت کو نہ دیکھ سکو گے۔ وہ تو صرف ایک نگاہِ محمدی تھی جس نے واحد کو بھی دیکھا اور وحدانیت کو بھی دیکھا وہ صرف ایک نگاہِ محمدی تھی جس نے احد کو بھی دیکھا، احدیت کو بھی دیکھا تو میرے رسول کی

کو یہ دیکھی ہوئی گواہی ہے، اور سب کی گواہی سنی ہوئی گواہی ہے۔

رسول کو سب سے آخر میں بھیجنے کی وجہ

راز سمجھ میں آ گیا جبھی تو میرے رسول کو سب سے آخر میں بھیجا گیا۔ پہلے اگر بھیجا گیا ہوتا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پھر کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھو۔ آپ نے حضرت آدم کہتے ہیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ آپ نے دیکھا کہ جواب ملے گا نہیں۔ اے حضرت کلیم آپ کہتے ہیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ آپ نے دیکھا۔ کہا ایک بار دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ مگر ایک تجلی کی بھی تاب نہ لا سکا تھا۔ حضرت خلیل آپ نے دیکھا۔ اے حضرت مسیح آپ نے دیکھا۔ نہیں تو ابھی سننے والے چلے آ رہے تھے اور سننے والے سناتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ایک آنے والا آ کر کہتا ہے میں نے دیکھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں نے دیکھا جب دیکھنے والا آ گیا تو کہا اب کسی اور کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی اب تو مل گیا دیکھنے والا گواہ۔ آپ کے دیار کی بات الگ ہے یہاں بے دیکھے بھی گواہ بنتے ہیں۔

کبھی جب عید کے چاند کا معاملہ ہو تو دیکھو بے دیکھے کتنے گواہ ملیں گے ذرا غور کرو۔ اگر میرے رسول پہلے ہی بھیج دیا گیا ہوتا، تو پھر کسی اور کے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر مصلحتِ خداوندی حکمتِ ربانی میں سب کو بھیجنا تھا تو رسول کو پہلے پیدا کیا اور بھیجا آخر میں۔ ارے اس کو میں سمجھاؤں دیکھئے آپ کے مولانا حنیف ہیں نا۔ ان کے پاس آئے دو صاحب، اے مولانا! چاند ہو گیا بڑی محنت کرتے ہیں لوگ، عید کے چاند کے نکالنے میں۔ سوچتے ہیں کہ اگر ۲۹ کے بجائے ۲۸ ہی کو نکل آئے تو اور اچھا ہے۔ لوگ بہت محنت کرتے ہیں اور کچھ تجربے سے ایسا بھی ثابت ہوا جو روزہ نہیں رکھتے، وہی محنت بھی کرتے ہیں اور جو روزہ رکھتے ہیں، ان کو تو ڈر ہے کہ کہیں ایک کیوں چھوٹنے پائے۔

تو مولانا حنیف صاحب کے پاس آئے دو صاحب! اے مولانا چاند ہو گیا۔ تم نے دیکھا نہیں ہم نے نہیں دیکھا، سنا ہے، فلاں سے سُنا ہے۔ اچھا اس کو بلاؤ۔ ہاں چاند ہو گیا۔

تم نے دیکھا؟ نہیں فلاں سے سُنا ہے۔ اچھا اس کو بلاؤ۔ اب فلاں سے سنا۔ فلاں سے سنا۔
یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اور اب آگیا کوئی دیکھنے والا۔ ہاں مولانا ہم نے دیکھا آگئے دو گواہ فَاسْتَشْهِدُوْا
ذَوَاعَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ شرائط پورے ہوگئے۔ مولانا نے کہا، اچھا تم نے دیکھا، اپنی آنکھوں سے
گواہی دیتے ہو؟ ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اب اس کے بعد مولانا
کا قلم چل گیا۔ فتویٰ تیار ہوگیا۔ بات ثابت ہوگئی۔ دیکھنے والا مل گیا۔ جب تک سننے والے آتے رہے
دوسرے آنے کا انتظار رہا۔ مگر جب دیکھنے والا آگیا، تو قلم چل گیا۔ ٹھیک ہے بات مکمل ہوگئی
اتنے میں ایک صاحب اور آئے اور کہنے لگے۔ ہم نے بھی سنا ہے مولانا! کہا ارے جب دیکھنے
والا مل گیا۔ اور اب سننے والے کی کون سنے گا۔! ارے تم نے سنا تھا، تو تجھے پہلے آنا چاہیے تھا یہ دیکھنے
والے کے بعد کیسے آگیا اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ میرا نبی دیکھنے والا ہے۔ اب میرے نبی کے بعد
کوئی کہے کہ میں نبی ہوں۔ تو یہ ایسا ہے کہ جیسے ڈالڈا کہے، میں دیسی گھی ہوں۔

تو تفسیر روح البیان کے اندر شاہد کی جو تفسیر کی ہے وہ یہ ہے کہ میرے رسول اللہ کی وحدت
کی گواہی دینے والے ہیں۔ اس کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب وہ اوّل
مخلوق ہیں تو جو جو چیز پیدا ہوتی چلی گئی وہ سب کا مشاہدہ فرماتے چلے گئے اور اللہ نے ان
پر اس لئے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعض خوبی کسی مخلوق کو حاصل ہو
اور اللہ کا رسول اس سے تہی دامن ہو۔

علم غیب پر ایک صوفیانہ نکتہ

ذرا میں ایک صوفیانہ نکتہ آپ کے سامنے عرض کروں گا

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ترجمہ:۔ کائنات کا ذرہ ذرہ کائنات کا پتہ پتہ، دریا کا قطرہ قطرہ آسمان کا تارا تارا یہ سب
کیا ہے؟ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار، یہ سب خدا تعالیٰ کی واحدیت کی دلیل ہے

اور جو جتنا ان کو جانے گا، ان کے پاس اتنے زیادہ دلائل ہوں گے تو رب تبارک و تعالیٰ
نے اپنی مخلوقات سے جس کو پیدا فرمایا، اس سے اپنے نبی کو غافل نہیں رکھا اس سے اپنے نبی کو
بے علم نہیں رکھا تاکہ کوئی توحید کی دلیل رسول کی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔ توحید کی کوئی بھی دلیل کوئی
بھی برہان، کوئی بھی حجت رسول کی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔ ملکوت سماوات والارض کو سیدنا ابراہیم
علیہ السلام کو جب دکھایا گیا۔ اس کا معنی بھی یہی تھا۔ ان کو دلائل توحید بکثرت عطا فرمائے گئے
تو حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان میں وضاحت فرماتے ہیں کہ سب کا علم
اس لئے دیا گیا کہ ایک ممکن کو (جو علم دینا ممکن ہے) ایسا نہ ہو کہ رسول کا دامن اس سے خالی ہو
لِئَلَّا يَشِذَّ عَنْهُ مَا يُمْكِنُ لِلْمَخْلُوقِ مِنْ اَسْرَارِ اَفْعَالِهٖ وَعَجَائِبِهٖ - یہ
علمائے ملت اسلامیہ اور علمائے صالحین کے ارشادات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں انہوں
نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں اپنی تفسیروں کو مکمل فرمایا ہے۔

ہر مجلس میں رسول کا پہنچنا

اچھا چھوڑو جی! رسول کریم کی طاقت کا سوال جب
آتا ہے رسول پاک کی توانائی اور اختیارات کا سوال
جب آتا ہے تو نہ جانے دنیا کیوں اضطراب اور بیقراری کے عالم میں مچلنے لگتی ہے اور ہم سے
کہا جاتا ہے ارے کبھی سوچو بھی! رسول تو ایک ہیں اور تمہارے یہاں تو لاکھوں، کروڑوں مجلسیں ہوا کرتی ہیں
تو ایک رسول ہر مجلس میں کیسے پہنچتے ہیں۔ حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول کا ہر مجلس میں پہنچنا کچھ ضروری
ہے یاد رکھنا کہ کسی مجلس میں اگر وہ پہنچ جائیں تو یہ ان کی عنایت ہے۔ کوئی ضروری ہے کہ
رسول کریم ہر مجلس میں پہنچیں، مگر اتنا میں ضرور کہوں گا کہ ہر مجلس رسول کے علم میں ہے ہم یہ تھوڑے
ہی کہہ رہے ہیں کہ رسول ہر مجلس میں ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہر مجلس رسول کی بارگاہ میں ہے۔
میں نے کہا کہ رسول کے دائرہ علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ بول پڑے ایک رسول کیسے
پہنچ گئے؟ ذرا ان سے یہ پوچھو کہ یہ حضرت ملک الموت ایک ہیں کہ دو؟ یہ مخلوق ہیں نا؟ خدا تو نہیں
ہیں؟ ایک ہیں کہ دو ہیں؟ اور دنیا میں کتنی موت ہوتی ہے کوئی امریکہ میں مر رہا ہے کوئی ہندوستان

ہیں مر رہا ہے۔ کوئی پاکستان میں مر رہا ہے۔ کوئی روس میں مر رہا ہے۔ دیکھو ہر جگہ مر رہے ہیں جب کبھی لڑائی ہوتی ہے، تو مرنے والوں کی بھی کثرت ہو جاتی ہے کوئی ڈوب کے مر رہا ہے کوئی بم سے مر رہا ہے، ادھر آفت ادھر تباہی، موت ہی موت ایک وقت میں لاکھوں اموات اور سب کے سامنے وہی حضرت ملک الموت۔ یہ ایک فرشتہ، ایک ہی مخلوق ہر جگہ کیسے پہنچ گیا؟ اب بھی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اچھا قبر میں اتارے جاؤ گے۔ روزانہ قبروں میں پہنچنے والوں کا شمار کیا ہے؟ بے شمار اتارے جاتے ہیں نا اور حضرت نکیرین وہی تو ہیں کہ دو چار لاکھ ہیں؟ دو ہی ہیں، مگر دیکھو جی ایک ہی وقت میں ہزاروں قبروں کے اندر نظر آ رہے ہیں مَنْ رَّبُّكَ تمہارا رب کون ہے؟ ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم سے پوچھ رہے ہیں الغرض ہر مرنے والا سمجھتا ہے کہ مجھی سے پوچھ رہے ہیں۔ تو خدا جب اپنے فرشتوں کو یہ طاقت دے سکتا ہے کہ ایک وقت میں وہ چند جگہ نظر آئیں، تو اگر وہ اپنے محبوب کو یہ طاقت دے دے تو اس کو اس عطا سے کون روک سکتا ہے؟ اس عطا میں کونسا شرعی یا عقلی استحالہ ہے؟

خدا تعالیٰ کی قدرت کی بات ہو رہی ہے نبی کا ہر معجزہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے ولی کی ہر کرامت خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔ بذاتِ خود نہ ولی کرامت دکھا سکتا ہے، نہ نبی معجزہ دکھا سکتا ہے یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔ میں حضرت ملک الموت کے بارے میں بتاؤں کہ ان کی شان کیا ہے؟

جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت۔ يتناول من حيث يشاء

یہ زمین ملک الموت کیلئے طشت کی طرح بنا دی گئی یعنی یہ زمین پوری ان کے سامنے حاضر ہے جیسے طشت۔ جہاں سے چاہتے ہیں، اٹھا لیتے ہیں، ایک پلیٹ آپ کے سامنے رکھ دی جائے جدھر چاہو ہاتھ بڑھا دو۔ پوری زمین حضرت ملک الموت کے سامنے ایک طشت ہے اور ذرا دیکھو ان کی تیز رفتاری مَا مِنْ اَهْلِ بَيْتِ شَعْرٍ وَّلَا مَدَرٍ اِلَّا وَمَلَكُ الْمَوْتِ يُطِيْفُ بِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ۔ کوئی خیمے والا، کوئی گھر والا، کوئی مکان والا اشارہ یہ کرتا ہے کہ کوئی متنفس ایسا نہیں ہے کہ جس کے پاس روزانہ دو مرتبہ حضرت ملک الموت نہ آئیں۔ خیال کر کہ

یہ کتنی عظیم تیز رفتاری ہے کہ حضرت ملک الموت روزانہ دو بار ہر جان والے کے پاس اور ہر گھر والے ہر مکان والے، ہر خیمے والے کے پاس آتے ہیں اور خیر یہ تو اللہ کے مقبول اور محبوب مخلوق ہیں۔ میں اس مردود اور اس رجیم مخلوق کا ذکر کروں جس کو تم شیطان کہتے ہو؟ اس کو بھی قدرت نے اتنی طاقت دے رکھی ہے کہ وہ سیر کرنے پر آئے تو تھوڑی ہی دیر میں پوری دنیا کا چکر لگائے

مگر دوستو تعجب کی بات ہے کہ شیطان کی قوت منوا تو مان لیتے ہیں شیطان کا خفیہ منوا تو مان لیتے ہیں، شیطان کا اقتدار منوا تو مان لیتے ہیں، مگر جب محبوبِ رحمان کی بات آتی ہے تو سوچتے ہیں کہ وہ تو ہمارے ہی طرح تھے نا۔ ارشادِ رسول ہے کہ مومنین، منکرین اور منافقین سب کو میں جانتا ہوں۔

دوستو آؤ سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی کبھی کچھ بات میں آپ کے سامنے عرض کروں۔ تفسیرِ خازن کے اندر یہ حدیث موجود ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ فَاُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَیَکْفُرُ بِیْ۔

یعنی ابھی میری امت آب و گل کی منزل میں تھی کہ مجھ کو بتا دیا گیا جیسے حضرت آدم علیہ السلام پر سب کچھ ظاہر کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ کون مجھے مانے گا اور کون میرا انکار کرے گا کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا منکر ہوگا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا۔ میں سب کو جانتا ہوں۔ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا یَعْرِفُنَا۔ جب منافقین نے یہ سنا یہ منافق کیا ہے! منافق کے دو چار سینگ نہیں ہوتے دو چار ٹانگیں نہیں ہوتیں یہ منافق وہی ہیں جو کلمہ پڑھتے تھے، جو نماز پڑھتے تھے، جو روزہ رکھتے تھے جو رسول کی بارگاہ میں بیٹھتے تھے جو رسول کی اقتدا کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان کو قرآن نے منافق کہا ہے۔ یعنی نام نہاد مسلمان بلفظِ دیگر مسلم نما

کافر۔ میں آج کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ یہ میں رسول کے عہد کی بات کر رہا ہوں کہ جب اس دور کے منافقین نے سنا، تو انہوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا اور مذاق کیا اڑایا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ میں نے ایمان والے کو بھی پہچان لیا اور جو مجھ سے انکار کرنے والے ہیں، ان کو بھی پہچان لیا۔ اور ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے نَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا۔ ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے — یعنی منافق یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تو ایمان والے ہیں نا۔ ہم تو جھوٹا ایمان رکھتے ہیں۔ ہم تو جھوٹا و فریب دینے والا ایمان رکھتے ہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دعویٰ ہے کہ ہم نے ایمان والے لوگوں کو بھی پہچان لیا۔ اور کفر والوں کو بھی پہچان لیا اور دیکھو ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے اور اگر وہ ہمیں کافر سمجھتے تو ہمیں مالِ غنیمت کیوں دیتے۔ ہمارے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیوں کرتے؟ ہمیں اپنی مسجد میں آنے کیوں دیتے؟ دیکھو مَا يَعْرِفُنَا ہمیں نہیں پہچانتے۔ مذاق اڑا رہے ہیں۔

حضور کا چیلنج

اس کے بعد فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّأْتُكُمْ بِهٖ۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے سنا کہ منافق ایسا کہہ رہے ہیں کہ دیکھو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گمان کر رہے ہیں کہ ہم نے سب کو پہچان لیا اور وہ ہم کو نہیں پہچانتے۔ ہم کو پہچانا ہی سمجھ رہے ہیں تو حضور منبر پر جلوہ فروز ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی اور اس کی حمد و ثنا کے بعد سرکار نے کہا: مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ ارے قوموں کا یہ کیا حال ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ کرتے ہیں۔ میرے علم پر طنز کرتے ہیں میرے علم کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ارے لوگو! آج سے قیامت تک جو پوچھنا چاہو پوچھ لو آؤ۔ آؤ مجھ سے لو۔ جو پوچھنا چاہو، پوچھ لو۔ ایک صاحب کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں

مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔ اے اللہ کے رسول بتایئے میرے باپ کا نام کیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا
حذافہ۔ حذافہ تمہارے باپ کا نام ہے تو ایک منافق نے سوچا کہ رسول اگر اس کے باپ کا نام بتا
رہے ہیں۔ تو اس میں کیا تعجب ہے! کسی سے سن لیا ہوگا۔ یہ تو ماضی کی بات ہے لاؤ مستقبل کی بات
پوچھیں۔ منافق بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا نا۔ تو سوچا رسول ہمیں مسلمان سمجھ کر جنتی بتا دیں گے تو یہ
سوچ کر وہ سوال کرتا ہے اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔ اے اللہ کے رسول میرا ٹھکانا کہاں
ہے؟ فَقَالَ النَّار۔ تو حضور نے کہا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے تم اپنے نفاق کو بہت چھپا رہے ہو اور
جب تک ہم چھوٹ دیتے ہیں، اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔ ہم رعایت کر رہے ہیں رعایت
کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔ خدا تعالیٰ کو ابھی یہ رعایت منظور ہے ایک دن ایسا آئیگا کہ ایک ایک
منافق کو نکال دیا جائے گا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ جب وہ وقت آگیا تو حضور نے ایک ایک
منافق کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو منافق ہے!
فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ اس طرح سے جتنے بھی منافقین وہاں بیٹھے ہوئے تھے حضور
نے ایک ایک کا نام لے کر نکال دیا۔ جمعہ کے دن نکالا تھا۔ ممبر پر بیٹھ کر نکالا تھا۔ کہاں سے
نکالا تھا؟ مسجد سے نکالا تھا۔ کس کو نکالا تھا جو نماز پڑھنے کی غرض سے آئے تھے ان کو نکالا
تھا۔ جمعے کے دن کی بات ہے

علامہ بدرالدین عینی کی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری دیکھو اور فتح الباری شرح بخاری
میں بھی یہ واقعہ ہے۔ بعض تفسیروں نے بھی آیۂ کریمہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ کے تحت یہ
حدیث بیان کی ہے۔ الغرض [illegible] نام لے لے کر نکالا اور یہ کہہ کر نکالا تو منافق ہے نکل جا تو
منافق ہے نکل جا۔ ایک ایک کو [illegible] منافق ہونا یہ دل کی کیفیت ہے کسی کی پیشانی پر نہیں
لکھا ہوتا ہے کہ وہ منافق ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ جب تک چھوٹ دے رہے تھے
مرتب حکم نہیں مل گیا، تو نہیں۔ جب ایک ایک منافق کی دلی کیفیتوں کو سمجھ کر نکال دیا منافق
سمجھا ہے۔ [illegible] وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ [illegible] بعد

وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْنِ فِيْنَا مذاق اڑا رہے ہیں حضور کہتے ہیں کہ مَابَالُ قَوْمٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں طعنہ کرتے ہیں اچھا دیکھو قیامت تک کے لئے چیلنج کیا گیا تھا نا اور اس میں سب چاہنے والے ہی نہیں تھے۔ منافق بھی تو تھے نا۔ کسی نے یہ کیوں نہیں پوچھ لیا۔ اے رسول قیامت کب آئے گی؟ رسول نے تو ایسا چیلنج کر دیا تھا کہ قیامت تک جو چاہو پوچھو۔ تو کتنا اچھا موقعہ مل گیا تھا کہ سوال کر لیا جائے کہ قیامت کب آئے گی؟ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ۔ قیامت کے بارے میں سوالات تو ہوہی رہے تھے تو موقعہ اچھا تھا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر کے قیامت کے بارے میں سوال کر لیا جائے مگر سنو جی جو سمجھنا پہلے سے چاہتے تھے، اس کے بارے میں کسی نے کچھ پوچھا ہی نہیں، رسول نے جتنا بتا دیا وہ بتا دیا۔ وہ بتا دیا کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی۔ محرم کے مہینے میں آئیگی۔ دس تاریخ ہوگی۔ ظہر کے وقت آئے گی۔ جو بتانا تھا، وہ بتا دیا، مگر کس سن میں آئیگی یہ نہیں بتایا تو اس وقت بڑا اچھا موقعہ تھا کہ کوئی پوچھ لیتا۔ مگر پوچھ رہے ہیں تو کیا پوچھ رہے ہیں، میرا باپ کون ہے! پوچھ رہے ہیں کہ میرا اونٹ کہاں ہے؟ جو پوچھنے کی بات تھی، جو لوگ سمجھنا چاہتے تھے وہ نہیں پوچھا۔ تو بات کیا ہے؟ یہاں سے رسول کے علم کا بھی پتہ چلا اور اختیار کا بھی پتہ چلا۔ رسول کو یہ بتانا مقصود نہیں تھا کہ قیامت کس سن میں آئے گی اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے کہ قیامت اچانک آئے گی۔ اگر قیامت کا سن بتا دیں تو اچانک نہ رہ جائے تو رسول کو بتانا مقصود نہیں تھا۔ مگر چیلنج کر دیا۔ لیکن لوگوں کے دل و دماغ کو ایسا کنٹرول میں رکھا کہ جو رسول چاہیں وہی پوچھ سکیں۔ دوسری بات ان کے ذہن میں بھی نہ آئے۔

حضور سب دیکھتے اور سنتے ہیں

وہ ناطق جس کے آگے مہر بہ لب بلبل سدرہ

وہ اُمی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی

ذرا آگے چلو۔ ترمذی شریف اٹھا کر دیکھو اس میں یہ حدیث ہے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ لَیْسَ فِیْھَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَّاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِّلّٰہِ۔ دیکھو میں اس کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھ سکتے میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ مثال بھی دے دی کہ دیکھو آسمان چرچرا رہا ہے اس میں آواز پیدا ہو رہی ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چرچرائے اس لئے کہ اس میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی پیشانی نہ ٹیکے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ کا سجدہ نہ کر رہا ہو۔ چار انگل بھی جگہ ایسی بچی ہوئی نہیں ہے تو وہ دیکھو فرشتوں کے سجدوں کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ آسمان کی آواز کو سن بھی رہے ہیں اور قوم سے کہہ رہے ہیں سنو یہ میری وہ قوتِ سماعت ہے جو تمہیں نہیں دی گئی ہے اور یہ میری قوتِ بصارت ہے جو تمہیں نہیں دی گئی ہے میں دیکھتا ہوں جسے تم نہیں دیکھتے اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ۔ علم والوں سے پوچھنا، ضابطے اور اصول کی عینک لگا کر سوچنے والوں سے پوچھنا، وہ کہیں گے کہ مَا عام ہے اور نصوص کے عموم کو اپنے خیال اور قیاس سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو جو ہم نہیں دیکھ سکتے رسول کریم سب دیکھ رہے ہیں چاہے وہ دنیا کی چیز ہو چاہے آخرت کی چیز ہو، چاہے ماضی کی چیز ہو چاہے مستقبل کی چیز ہو، میرے رسول سب دیکھ رہے ہیں اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ جو تم نہیں سن سکتے۔ جہاں تمہاری قوتِ سامعہ کام نہیں کرتی وہاں سے رسول کی قوتِ سامعہ کی ابتدا ہے اور آغاز ہے۔

رسول درود بھی سُنتے ہیں

اٹھاؤ دلائل الخیرات شریف جسے بزرگانِ دین اور اولیائے ملتِ اسلامیہ کی جان کا تعویذ بنے ہیں۔ نگاہوں کا سرمہ سمجھ لیجئے۔ اس دلائل الخیرات شریف کے اندر ایک حدیث ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

اے رسول! جو آپ سے غائب آپ پر درود بھیجتے ہیں یا جو آپ کے بعد آنیوالے ہیں آپ پر درود بھیجیں گے کیا اس درود کو آپ ملاحظہ فرماتے رہیں۔ تو حضور نے فرمایا۔

اَرَاَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ یَاْتِیْ بَعْدَکَ وَمِمَّنْ غَابَ عَنْکَ مَا حَالُہُمَا۔

میں اہل محبت کے درود خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں اور جو محبت سے نہیں پڑھتے، یوں ہی پڑھ دیتے ہیں ان کا بھی درود ضائع نہیں ہوتا۔

اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَہْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُہُمْ۔ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِہِمْ عَرْضًا

وہ بھی ہماری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ تو کیا رسول اس کو نہیں سنتے؟ ایک بات سوچو یہیں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک محبت سے پڑھ رہا ہے اور ایک بے خیالی میں پڑھ رہا ہے تو محبت والے کو سنیں اور بے خیالی میں پڑھنے والے کو نہ سنیں ایسی بات نہیں ہے دوستو، مگر ایک بات ہے کہ جو محبت سے پڑھتا ہے اس کے درود کو مقبولیت حاصل ہے اور اسی مقبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کچھ سننے کی اور کچھ نہ سننے کی ایک اصطلاحی بول چال ہوتی ہے۔ پیر صاحب بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ ذرا ہماری سنیئے اور ہم نے کہا جی نہیں، ہم آپ کی نہیں سنتے ہم تو اُن کی سن رہے ہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ کی آواز ہمارے کان میں نہیں آرہی ہے بلکہ دکھانا یہ ہے کہ اس وقت ہماری توجہ دوسری طرف ہے۔ ہماری مخصوص توجہ کا مرکز آپ نہیں ہیں آپ اگر محبت سے پڑھتے تو یقیناً آپ توجہ کے مستحق ہوتے تو حضور کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جو محبت سے پڑھے گا، اس کو میں سنوں گا اور محبت سے کون پڑھتا ہے! محبت سے پڑھنا، یہ دل کی کیفیت محبت کا تعلق دل سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمارے دل کی ہر کیفیت پر نظر ہے۔ جبھی تو محبت سے پڑھتا ہے، سرکار اس پر کرم فرماتے ہیں۔ خاص توجہ فرماتے ہیں اور جو یوں ہی پڑھ دیتا ہے سرکار اس کو بھی سنتے ہیں، مگر یہ عمل اس لائق نہیں ہوتا جو خاص توجہ کا مستحق ہو مختلف ارشادات کو جب ہم سامنے رکھتے ہیں تو عقل کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ رسول کریم ہر ایک کے درود کو سنتے ہیں اس کے باوجود ہر ایک کا درود متعدد ذرائع سے آپ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

دُرود بھیجنے کے پانچ طریقے

بارگاہِ رسالت میں درود پیش کرنے کے پانچ طریقے ہیں ایک فرشتہ حضور کے مزارِ پُرانوار کے پاس مامور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سننے کی طاقت دی ہے کوئی کہیں سے بھی دُرود پڑھے وہ بارگاہِ رسالت میں عرض کر دیتا ہے کہ اے اللہ کے رسول فلاں ابن فلاں نے آپ پر دُرود بھیجا ہے۔ بس اسی کام کیلئے اس کو مقرر کر دیا گیا ہے کچھ گشتی فرشتے ہیں جو گشت کرتے رہتے ہیں تو اگر کوئی رسول پر درود بھیجتا ہے تو وہ فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں اے اللہ کے رسول فلاں ابنِ فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے ہر آدمی کے ساتھ پانچ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں۔ آپ نے تو دو ہی سنے ہوں گے ایک ادھر ایک اُدھر مگر پانچ رہتے ہیں ایک دائیں ایک بائیں ایک سینے کے سامنے، ایک پشت کے پیچھے ایک پیشانی کے سامنے دائیں والا نیکی لکھتا ہے، بائیں والا بُرائی لکھتا ہے۔ سامنے والا نیکیوں کی تلقین کرتا ہے نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور پیچھے والا برائیوں سے روکنے کی تلقین کرتا ہے اور پیشانی کے سامنے والا جو فرشتہ ہے اس کا کام یہ ہے کہ آپ کا دُرود بارگاہِ رسالت میں پہنچا دے اور روزانہ کے اعمال جو رسول کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اس میں درود بھی جاتا ہے اور ہفتے ہفتے کے جو اعمال پیش ہوتے ہیں اس میں دُرود بھی جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دُرود پڑھو تو پیشی پر پیشی۔ ادھر تو مزار شریف کے فرشتے نے کہا کہ حضور فلاں نے درود پڑھا گشتی نے کہا حضور فلاں نے پڑھا پیشانی والے نے کہا حضور فلاں نے پڑھا۔ دن کے اعمال لکھنے والے نے کہا حضور فلاں نے پڑھا ارے دوستو تم ایک مرتبہ رسول پر دُرود پڑھو تو اس شاہی دربار میں بار بار تمہارا نام لیا جائے

تو یہ تو رسولِ کریم کا کرم ہے کہ خود سُن رہے ہیں، مگر انتظام ایسا فرمایا ہے کہ فرشتے بھی نام لیں۔ فرشتے بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کو بہت چاہتے ہیں۔ تو جب اُمت کا درود لے کر ہم رسول کی بارگاہ میں جائیں گے تو سرکار کی نظرِ عنایت ہم پر بھی رہے گی۔ ان کو بھی تو اپنے اوپر فضل و کرم چاہیے۔

کراماً کاتبین کی ضرورت کیا؟

مگر کہتے ہو اگر رسول سنتے ہیں تو اتنا سانے کی ضرورت کیا! ہم یہ کہتے ہیں پھر بتاؤ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے کہ نہیں؟ سب کے اعمال جانتا ہے۔ ایک ایک حرکت کو جانتا ہے اس کا علم لامحدود، اس کا علم غیر متناہی۔ دیکھا آپ نے جب سب کچھ جاننے والا ہے تو پھر یہ دو فرشتے لکھتے کیوں ہیں؟ یہ نیکی بدی لکھنے کی فرشتوں کو کیا ضرورت ہے؟ یہ روز کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں کیوں پیش ہوتے ہیں۔ کیوں خواہ مخواہ کیلئے حکمتوں کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔ یہ تو حکیم کی حکمت ہے۔ وہ جانتا بھی ہے اور پیشی بھی کراتا ہے۔

اور آگے میں تم کو لے چلوں۔ دیکھو شفا شریف حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اپنے وقت کے عارف کامل اور جیّد عالمِ دین نائبِ رسول ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔

اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ اور جب تم اپنے گھر میں جاؤ اور تمہارے گھر میں کوئی نہ ہو، جب دروازہ کھول کے داخل ہو تو یہ کہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ۔ اے نبی آپ پر سلامتی ہو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔	اس لئے کہ نبی کی روح مسلمانوں کے گھر میں موجود رہتی ہے۔

علمِ رسول پر سب سے پہلا معترض

ان تمام معقولی اور منقولی دلائل و براہین کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ رسول کے علم کے متعلق علمائے ملتِ اسلامیہ کا عقیدہ کیا ہے؟ اکابرینِ امت کا عقیدہ کیا ہے حدیث سے ہمیں کون سا عقیدہ ملتا ہے؟ قرآنِ کریم سے ہمیں کون سا عقیدہ ملتا ہے؟ اب یہ بھی پتہ چل گیا کہ رسولِ کریم کے علم پر اگر کوئی طعنہ کرنے والا تھا تو وہ منافق تھا منافقین نے مذاق اڑایا تھا! کہ ہم ان میں سے ہیں، مگر ہمیں پہچانتے نہیں ہیں۔ یعنی ہم

کو بیوقوف بنا رہے ہیں، تو سب سے پہلے علمِ رسول پر اعتراض کس نے کیا؟ منافقوں نے کیا پھر ان منافقوں کو جواب کس نے دیا؟ رسولِ کریم نے دیا۔

معترضین کو جواب دینا سنّتِ رسول ہے

دیکھو ترتیب پر غور کرنا رسول نے اپنے علم کا اظہار کیا، منافقین نے اعتراض کیا۔ رسول نے جواب دیا۔ تو اب جو رسول کے علم کی کثرت کو بیان کرے، وہ سنتِ رسول ادا کر رہا ہے اور جو اعتراض کرے وہ منافقین کی روش پر چل رہا ہے اور پھر جو جواب دے، وہ سنّتِ رسول ادا کر رہا ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ؛ یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ؛ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے

جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

اب کھڑے ہو جایئے بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے۔

خطبہ (۶)

رحمتِ عالم

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ❊ اَيَّدَهٗ بِاَيْدِهٖ اَيَّدَنَا بِاَحْمَدَا
اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجَّدًا ❊ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے ❊ یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بلکہ یوں کہیے ؎

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں ❊ بہ فیض رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے
کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو ❊ تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو
شریکِ عیش و عشرت سب ہیں لیکن ❊ مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

درود شریف تین بار۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :۔ اے محبوب! ہم نے تجھے نہیں بھیجا، لیکن سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر۔
میں نے جس مشہور و معروف آیہ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کر دیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں سارے عالم کیلئے صرف رحمت بنا کر بھیجا یہ ارسال بھی عجیب چیز ہے میں ہلکی زبان میں آپ سے ایک بات عرض کروں جس کو آپ بھیجنا

کہتے ہیں۔ بھیجنا، وہ بھیجنا بھی ایک عجیب چیز ہے لوگ یہی بولتے ہیں۔ یہ بھیجا، فلاں نے بھیجا اس لیے بھیجا، یہاں سے بھیجا، وہاں تک بھیجا۔ آج ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ بھیجنے کا وجود کب پایا جاتا ہے۔ یہ بھیجنا کب پایا جائے گا۔ بھیجنے کیلئے چند باتوں کا وجود بہت ضروری ہے بھیجنے کیلئے ایک بھیجنے والا ضروری ہے۔ کوئی بھیجنے والا ہی نہ ہو تو یہ بھیجنا کیسے پایا جائے گا! اس طرح بھیجنے کیلئے ایک چیز اور ضروری ہے جس کو بھیجا جائے اگر کوئی ایسی چیز ہی نہ ہو تو بھیجنا کیسے پایا جائے گا۔ آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہی نہیں جسے آپ بھیجیں تو یہ بھیجنے کا وجود کیسے ہوگا۔

الغرض بھیجنے کیلئے دو چیزوں کا ضروری ہونا ظاہر ہوگیا ایک جو بھیجنے والا اور ایک جو وہ جس کو بھیجا جا رہا ہے۔ اس لئے بھیجنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک وہ جس کی طرف بھیجا جائے۔ اگر ایسا کوئی نہیں، تو پھر کدھر جائے گا۔ یوں ہی یہ بھی ضروری ہے کہ جو بھیجنے والا ہو وہ دوسرا ہو اور جدھر بھیج رہا ہو وہ اور ہو۔ تو یہ چیز جو بھیجی جا رہی ہے۔ اگر اس کو بھیجنے والے سے ملا دیا تو غلطی ہوگی۔ بھیجنے والا اور ہے اور یہ چیز جو بھیجی جا رہی ہے، وہ اور ہے اور جدھر بھیجی جا رہی ہے وہ اور ہے تو جب سب اور ہے تو نہ اس کو ادھر سے ملا سکتے ہیں، نہ دھر سے ملا سکتے ہیں۔ الغرض جب یہ سارے امور جمع ہو جائیں گے، اسی وقت بھیجنے والے کا وجود ملے گا۔

مُرسِل اور مُرسَل

علمار اگر بولیں گے مولانا عبدالوہاب صاحب اگر یہ مسئلہ آپ کے سامنے رکھیں گے تو کہیں گے، سنو جی ارسال کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔ جس کا نام مُرسِل اور ارسال کیلئے ایک دوسری چیز ضروری ہے، جس کا نام ہے مُرسَل۔ اور ارسال کیلئے ایک تیسری چیز ضروری ہے جسکا نام ہے مرسل لیہ مرسل بھیجنے والا۔ مُرسَل جس کو بھیجا جائے اور مرسل الیہ جس کی طرف بھیجا جائے اس مفہوم کو میں ہلکے انداز میں عرض کر رہا ہوں۔ ایک ہے بھیجنے والا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس آیۂ کریمہ میں ایک ارسال کا ذکر ہے ایک بھیجنے والے کا ذکر ہے۔ بھیجنے والا ہے کون۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ یہاں سے دو باتیں ملیں۔ اے محبوب! ہم نے بھیجا اور صرف تمہیں بھیجا معلوم ہوا!

کہ بھیجنے والا ہے خالق کائنات اور جس کو بھیجا جا رہا ہے وہ ہیں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہمیں تلاش یہ کرنا ہے کہ کس کی طرف بھیجا ہے اور پھر بھیجنے والے نے کیا بنا کے بھیجا ہے۔ تو بنا کے بھیجا۔ رحمۃ للعالمین عالمین کی طرف بھیجا۔

عالمین کی تشریح

یہ عالمین کیا ہے؟ ذرا مختصر سا لفظ ہے اور چند حروف سے بنا ہوا ہے، مگر آپ نے دیکھا نہیں یہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم جمادات، عالم ناسوت، عالم جاغوت عالم ملکوت، یہاں کا عالم، وہاں کا عالم، شمال کا عالم، جنوب کا عالم، مشرق کا عالم، مغرب کا عالم، جوانی کا عالم، بچپنے کا عالم، جتنے بھی عالم ہو سکتے ہیں ان سب کو سمیٹو تو عالمین بنتا ہے ماسوا اللہ تمام عالم کو سمیٹتے چلے جاؤ۔ یہ عالمین بھی ایک اعتبار کے تناسب سے کہا گیا ہے ورنہ یہ عالمین کا لفظ عالم کے اجمال میں موجود ہے۔ الغرض تمام عالم کو سمیٹ لو تو تب جا کر ایک عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے سمجھو۔ تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جو سارے عالم کا رب ہے۔ تو اب عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو اس آیت سے سمجھو کہ عالمین کا دائرہ کتنا بڑا ہے تو ان سارے عالمین کو ایک منزل پر رکھو یہ وہ ہیں جن کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ رسول عربی وہ ہیں جن کو بھیجا جا رہا ہے خالق کائنات وہ ہے جو بھیج رہا ہے۔ اس مقام پر ایک بات اور بھی کہتا چلوں۔ خدا بھیج رہا ہے یہ خدا کا بھیجنا ہے اس کیلئے بھی ایک بات ضروری ہے۔

مثال کے طور پر حضرت مولانا حمید صاحب کہیں جا رہے تھے، ان کی جیب میں ایک لفافہ تھا۔ اس پہ کچھ لکھا تھا۔ انہوں نے پتہ وغیرہ نوٹ کیا تھا۔ میں نے ان کی جیب سے نکالا اور نکال لینے کے بعد جا کر لیٹر بکس کے اندر اس کو ڈال دیا۔ کیا اسے میرا بھیجنا کہا جائے گا؟ ہرگز نہیں، اس لیئے کہ یہ میرا لفافہ نہیں ہے۔ اس پہ میری تحریر نہیں تھی۔ میں نے اس کو اپنا نہیں بنایا تھا۔ الغرض میرا بھیجنا اس وقت کہا جائے گا جب میں پہلے اپنا بناؤں تب بھیجوں کسی کی

جیب سے نکال کر بھیجا تو یہ میرا بھیجنا نہیں ہوگا یا کسی نے مجھے دے دیا کہ جاکر پوسٹ کرا دو یہ بھی میرا بھیجنا نہیں ہوگا بلکہ اصل میں بھیجنے والا وہ ہے جس کی وہ ملکیت تھی جس نے اس کو اپنا بنایا تھا، جس نے اس کو اپنا قرب دیا تھا۔ جس نے اپنی صحبت سے نوازا تھا جس کی تحریر اس پر درج ہے جس کا نام اس پر لکھا ہے، اسی کا بھیجنا کہا جائے گا تو معلوم ہوا کہ بھیجنے سے پہلے اپنا بنانا بھی ضروری ہے۔

نازک فرق

المختصر خالقِ کائنات نے سرورِ کائنات رسولِ عربی کو عالمین کی طرف بھیجا۔ تو اب سب کے مقام کو اپنی جگہ پر سمجھو۔ اب اگر تم رسول کو خدا سے ملاؤ گے جب بھی غلطی ہوگی اور عالمین میں رکھ کر دیکھو گے تب بھی غلطی ہوگی یہاں اس نازک فرق کو سمجھ لو کہ رب نے بھیجا، رسول کو بھیجا۔ عالمین کے لئے بھیجا تو عالمین وہ ہیں جو مُرسَلَ اِلَیہِم ہیں۔ رسول مرسل ہیں۔ اب اگر مرسل کو مرسل الیہم کے اندر رکھ کر دیکھا جائے گا تو کوئی اسے سمجھ سکے گا؟ تو کیا کوئی اس کا عرفان حاصل کر سکے گا کیا کسی کو اسکی معرفت حاصل ہو سکے گی تو الغرض رب تبارک وتعالیٰ کے اس بھیجنے سے پتہ چل گیا کہ جتنے دائرے کیلئے میرے رسول کو بھیجا گیا ہے وہ دائرہ اور ہے جس کے لئے رسول کریم کو کسی مصلحت سے رحمت بنا کر بھیجا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محتاج تھے کسی رحمت کے کسی مہربانی کے، کسی فضل کے۔ رب تعالیٰ نے کہا اے محبوب ہم نے تجھے اپنا فضل بنا کے بھیجا ہے تو اب ذرا غور کرو ایک وہ ہے جو رحمت ہے اور ایک وہ ہے جو رحمت کے چاہنے والے ہیں۔ اگر اس رحمت کو ان محتابوں کے بیچ میں رکھ کر دیکھا جائے گا تو کوئی کیا سمجھے گا!

بھیجنے سے پہلے اہتمام

رب تبارک وتعالیٰ نے اپنا بنا کے بھیجا۔ دیکھئے اسی لئے بھیجنے سے پہلے بڑا اہتمام برتا گیا اور رسول کریم نے بہت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلی میری مخلوق میرا نور ہے کنت نبیا وادم بین الروح والجسد میں نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح و

جسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ کنت نبیاو اٰدم لمنجدل فی طینتہ میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ کنت نبیاو اٰدم بین الماء والطین۔ میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

ذرا غور تو کرو۔ معلوم یہ ہوا کہ بھیجنے والے نے بھیجنے سے پہلے اپنے قریب کیا اور بہت قریب کیا۔ اور ایسے وقت میں قریب کیا کہ کائنات کی کسی چیز کا وجود ہی نہ تھا میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس قربت کے انوار و برکات اور حسنات و تجلیات کے ظہور کا عالم کیا تھا اتنا قریب، کس کے قریب قادرِ مطلق کے قریب، کس کے قریب عالم الغیب والشہادۃ کے قریب۔ کس کے قریب! خالقِ کائنات کے قریب۔ کس کے قریب! مختارِ کائنات کے قریب۔ نورِ مطلق کے قریب اب اس قربت سے کیا فائدہ مرتب ہوا! آپ نہیں کہہ سکتے کہ خدا نے کوئی بات بے حکمت و بے مصلحت کی۔ میں ایک بہت ہی دہقانی اور دیہاتی مثال عرض کروں کہ قربت سے فائدہ اگر سمجھ میں نہ آسکے تو تھوڑی دیر کیلئے ایک ایسے ماحول میں پہنچ جائیے، جہاں ایک لوہا آپ کے سامنے ہو اور وہ لوہا آگ کے اندر نظر آرہا ہو۔ سیاہ فام لوہا سخت مزاج لوہا تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نکلا تو آپ لوہے سے پوچھیں گے، بول تجھے آگ کی قربت سے کیا ملا؟ تو پھر وہ یہی جواب دیگا کہ سنو جی پہلے میرا رنگ بالکل سیاہ تھا۔ اب میری رنگت بالکل سرخ ہے۔ پہلے میرے اندر یہ حرارت نہیں تھی اب میرے اندر اتنی حرارت آگئی ہے سنو جی مجھ میں اثر قبول کرنے کی طاقت موجود تھی اور میں جس کے قریب ہوا، اس میں اثر دینے کی طاقت تھی تو میری باتوں کو اس نے نکال دیا اور اپنی خاصیت مجھے عطا کر دی۔ سرخی اس میں تھی اُس نے مجھے دے دی۔ حرارت اس میں تھی، اس نے مجھے دے دی۔ گرمی اس میں تھی اُس نے مجھے دے دی۔ میں تو لوہا ہی ہوں۔ مگر اب اس کا جو کام ہے وہ میں کروں گا۔ اگر وہ جلائے گی تو میں بھی جلا دوں گا اگر اس سے حرارت ملتی ہے تو مجھ سے بھی حرارت لی جا سکتی ہے۔

چنبیلی کا تیل

الغرض اس نے میرے اندر جو تھا وہ نکال دیا۔ اور اپنے اندر جو تھا وُہ مجھے دے دیا اور آگے چلئے۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ یہ چنبیلی کا تیل ہے۔ یہ فلاں چیز کا تیل ہے۔ بولیئے یہ چنبیلی کیسی ہوتی ہے! کبھی چنبیلی کا دانہ آپ نے دیکھا ہے؟ چنبیلی کا پھول تو ضرور سنا ہوگا، مگر چنبیلی کا تیل کیا ہوتا ہے! اچھا آئیے سُنیئے یہی جسے آپ تِل کہتے ہیں۔ اسی تِل کو چنبیلی میں بساتے ہیں۔ اور بسانے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ چنبیلی کے پھولوں کو پھیلا دیا چاندنی رات میں۔ کھلی ہوئی فضا میں اور اس پر تِل کے دانے کو ڈال دیا۔ اس پر پھر پھولوں کو بچھا دیا۔ پھر دانے ڈالے۔ پھر اس پر چنبیلی کے پھول بچھائے ان سب کو کھلے آسمان کے نیچے کئی دن تک رہنے دیا اس کے بعد وہی دانے نکال لئے گئے

اب آؤ وہ تِل جو پھیلائے گئے تھے اس کے دانے کو لے آؤ۔ اور یہ تِل جو چنبیلی میں بسا ہوا ہے اس کے دانے کو لے آؤ۔ بالکل سامنے رکھ دو۔ نہ قد و قامت میں فرق ہے اور شکل و صورت میں۔ نہ وزن میں فرق ہے نہ اور کسی بات میں۔ بالکل ایک ہی چیز معلوم ہوتی ہے مگر ذرا پیس کر دیکھو۔ تیل نکال کر کے دیکھو، تو اس میں تِل کا تیل نکلتا ہے اور اسمیں چنبیلی کا تیل نکلتا ہے۔ دونوں کی حقیقت ہی بدلی ہوئی نظر آرہی ہے۔ دیکھو یہ دونوں دانے ایک ہی پودے سے نکلے تھے بس آپ نے اتنا کیا کہ ایک کو چنبیلی سے بسا دیا اور ایک کو دور رکھا۔ تو جو دور رہا۔ اس سے جو تیل نکلا اس کو آپ تِل کا تیل کہتے ہیں اور جو تِل کے دانے چنبیلی کے قریب رہے ان دانوں سے جو تیل نکلا اس کو آپ چنبیلی کا تیل کہتے ہیں۔ قیمت بدل گئی حقیقت بدل گئی۔ مہک بدل گئی۔ صورت بدل گئی وزن بدل گیا اثر بدل گیا یہ اتنی تبدیلیاں کہاں سے آئیں؟ پوچھو، اس تِل کے تیل سے آخر تم بھی اسی درخت سے نکلے تھے۔ تم بھی تو اسی درخت میں پھولے پھلے تھے۔ تِل کے دانو بتاؤ تمہارے اندر یہ بات کہاں سے آگئی؟ تو وہ جواب دیں گے، سوچی کچھ دن چنبیلی کی صحبت مل گئی تھی، جو میرے اندر تھا وہ نکل گیا جو اس کے اندر تھا وُہ مِل گیا۔ اس میں تعجب مت کرو۔ شکل و صورت سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ایک جیسا دیکھ کر

فریب مت کھاؤ۔ یہ بھی تو دیکھو کہ یہ کس کی بارگاہ قرب سے آرہا ہے۔

عقلی استحالہ پیش کرو

دوستو آج تک کوئی عقلی استحالہ پیش نہ کر سکا کہ سارے دانے تو ایک ہی ہیں۔ پھر ایک سے تل کا تیل کیسے کیسے اور دوسرے سے چنبیلی کا تیل کیسے بن گیا؟ بلکہ آگ میں اثر دینے کی قدرت ہونا اور لوہے میں اثر لینے کی صلاحیت ہونا۔ یوں ہی چنبیلی کے پھولوں کا موثر ہونا اور تل کے دانوں کا متاثر ہونا اور پھر اس قربت وصحبت کے لازمی اثرات کا مرتب ہونا سبھی تسلیم کرتے ہیں مگر جب رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قربِ خداوندی کی بات آتی ہے تو پھر سمجھی بوجھی حقیقت بھی سمجھ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔ اب یا تو صاف صاف کہہ دو کہ عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ نہ اسے اثر دینے کی قدرت ہے اور نہ رسولِ کریم میں اثر لینے کی صلاحیت اگر تم یہ بات کہتے ہو کہ اس کو قدرت نہیں اور ان میں صلاحیت نہیں تب تو بات سمجھ میں آئے گی کہ ہاں آئے اور خالی جائے۔ عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ سے آئے اور بیٹھکے پیچھے سے بے خبر آئے۔ قادرِ مطلق کی بارگاہ سے آئے اور مجبورِ محض بن کر آئے۔ مقتدرِ اعلیٰ کی بارگاہ سے آئے اور اقتدار کا کوئی گوشہ ہاتھ میں نہ رہ سکا۔ یہ سب ایسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اسے اثر دینے کی قدرت نہ ہو اور ان میں اثر لینے کی صلاحیت نہ ہو اور اگر وہ دینے پر قادر ہے اور یہ لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو چنبیلی دے دے اور خدا تعالیٰ نہ دے سکے۔

کیا یہی معراجِ رسول ہے

میں آپ کو بتاؤں دوستو ایک مسئلہ میرے ذہن میں تھا۔ جب رسول کی معراج کا ذکر علمائے کرام کرتے تھے، تو میں سوچتا تھا کہ آخر اس میں رسول کی معراج کیا ہے؟ علمائے کرام ذکر کرتے تھے در معراج کا سفر مکہ شریف سے شروع کرتے تھے۔ اس کے بعد مدینے سے ہوتے ہوئے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں پر انبیاء کرام کی امامت کرائی اور پھر وہاں سے اٹھایا میرے سرکار کو۔ ذکر کر رہے ہیں اور بتاتے جا رہے ہیں۔ یہ پہلا آسمان، یہ دوسرا آسمان۔ معراج کا

ذکر کرنیوالے تفصیلات اور اس کے کوائف پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور میں سوچ رہا ہوں اس میں کون سی معراج کی بات ہے۔ اگر میرا رسول مکے سے سفر کو نکلا۔ یہ رسول کی معراج نہیں۔ مدینے پہنچا یہ رسول کی معراج نہیں بیت المقدس پہنچا۔ یہ رسول کی معراج نہیں رسول نے اگر انبیاء کی امامت فرمائی، یہ کوئی معراج کی بات تو نہیں۔ آسمان پر گئے یہ کوئی معراج کی بات نہیں۔ آسمان پر جانا۔ یہ رسول کی معراج نہیں۔ عرش پر جانا یہ رسول کی معراج نہیں جنت میں جانا رسول کی معراج نہیں۔ جہنم کا مشاہدہ فرمانا، یہ رسول کی معراج نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ پر جانا یہ رسول کی معراج نہیں۔ میں کیسے معراج مان لوں۔ معراج جانتے ہو، کسے کہتے ہیں؟ معراج تو کہتے ہیں کہ اپنے مقام سے کوئی بلند ہو جائے جو اس کا واقعی مقام ہو، اس سے کوئی بلند ہو جائے تو اسے اس کی معراج کہی جائے گی۔ اس لئے تو میں سوچ رہا تھا کہ عرش پر جانا رسول کی معراج نہیں خاک کے وہ ذرے جو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک سے لگے ہوئے ہیں، وہ عرش سے بھی افضل ہیں اور کعبے سے بھی افضل ہیں تو جب جسم مبارک سے لگے ہوئے خاک کے ذرے جس عرش سے افضل ہوں اس عرش پر آپ کا پہنچنا کیا آپکی معراج ہو گی؟ رسول کے خدام جنت میں رہیں گے تو کیا رسول جنت میں جائیں گے تو رسول کی معراج ہو گی؟ آسمانوں پر جو فرشتے ہیں، وہ سب خدام ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہاں تو غلام رہتے ہیں۔ یہ چلے جائیں گے تو یہ کوئی معراج نہیں ہے۔ میں یہی سمجھ رہا تھا، نہیں، یہ رسول کی معراج نہیں ہے۔ رسول گر مدینے گئے تو یہ مدینے کی معراج ہے رسول اگر بیت المقدس گئے تو یہ بیت المقدس کی معراج ہے۔ رسول اگر آسمان پر گئے تو یہ آسمان کی معراج ہے رسول اگر عرش پر گئے تو یہ عرش کی معراج ہے۔ رسول اگر جنت میں گئے تو یہ جنت کی معراج ہے یہ معراج کی رات ہے رسول کی معراج نہیں، کائنات کی معراج ہے۔ ساری دنیا کی معراج ہو رہی ہے ذرے ذرے کو رسول کریم اپنے قدموں سے معراج دے رہے ہیں سب کو عروج بخش رہے ہیں۔ سب کو ارتقاء کی منزلوں سے ہم آغوش کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی غور کیجئے کہ ذرا ہمیں

رسول کی معراج کیا ہوئی؟ سنبھل کر جواب دینا۔ اس لئے کہ سرکار عربی کی تعریف کرنے میں بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ احتیاط کی بات کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اکثر تعریف کرنے والے لوگ مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور یہ مبالغہ بھی جائز ہے یعنی کسی کی آپ تعریف کچھ بڑھا چڑھا کے کریں کسی نے محبوب کی تعریف کی۔ چہرے کی تشبیہ چاند سے دے دی کسی نے پسینے کی تشبیہ گلاب کی مہک سے دے دی۔ تو اس طرح سے مبالغہ شعر و شاعری میں بھی جائز ہے کچھ خوبیاں ہوں اور جب اسے آپ بیان کریں، تو اس میں تھوڑا سا بڑھا کر بیان کریں۔

مگر میں آپ کو بتاؤں دوستو! رسول کی ذات ایسی ذات ہے کہ رسول کے صفات و کمالات کا جب ذکر ہو تو وہاں مبالغہ کرنا جائز نہیں۔ مگر میں اور بھی گہرائی میں اترا اور گہرائی میں اترتے اترتے اس منزل تک پہنچا کہ میرے ضمیر نے آواز دی کہ یہ رسول وہ رسول ہیں کہ جن کے کمالات میں اگر تم مبالغہ کروگے تو کفر ہو جائے گا۔ دیکھو ساری دنیا کے اہل کمال کے کمال کو بیان کرو اور تھوڑا مبالغہ کر دو تو یہ جائز ہے۔ بالکل جائز ہے کسی بھی نبی کی تعریف کرو اور کوئی ایسی خاص بات پیش کرنا ہو کہ تھوڑی سی بات آگے بڑھتی ہوئی نظر آئے بالکل جائز ہے۔ کسی بھی خوبیوں والے کی تعریف کرو تو تھوڑا سا آگے بڑھا کر مثال دے دو بالکل جائز ہے مگر میرے رسول کی تعریف کے اندر اگر تم مبالغہ کروگے تو کفر ہے۔ رسول کی تعریف میں تم مبالغہ نہیں کر سکتے اسلئے کہ رسول کی تم جو تعریف کروگے اور جتنی تعریف کروگے وہ مبالغہ نہیں بنے گا وہ تو حقیقت سے بھی کچھ کم ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر تو خدا تعالیٰ کے بعد جو کہو گے، وہ حقیقت بنے گی مبالغہ نہیں بنے گا اب مبالغے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ مصطفےٰ کو کبریا کہہ دو یہ یقیناً کفر ہے ممکن کو واجب کہہ دو، یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ عطائی والے کو ذاتی بنا دو، یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلئے کہ رسول کمالات کی اس منزل پر ہیں کہ اب آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ع۔ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تو ایسے رسول کی معراج کیا ہو گی؟ مقام دنیٰ فتدلّٰی پر پہنچے تو کیا یہ رسول کی معراج ہے!
نہیں یہ اس مقام کی معراج ہے جسے میرے رسول نے قدم ناز سے نوازا۔ عقل نے آواز دی کہ یہاں
کہاں چکر لگا رہے ہو! یہ کائنات میں گھومنا۔ یہ کائنات کی سیر کرنا۔ قرآن نے کب کہا ہے کہ یہ
رسول کی معراج ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ رسول کی سیر ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ،
پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو جو لے گیا اپنے بندے کو۔ یہ تھوڑا ہی کہا ہے
کہ جس نے معراج کرائی، تو یہ سیر بندے کی ہے اور معراج کائنات کی ہے۔

رسول کی معراج کیا ہے

اب سیر کی حقیقت بھی سمجھ لیجئے۔ سیر کہتے ہیں ٹہلنے کو
ایسا ٹہلنا جو طبیعت کو بوجھل نہ بنا دے۔ اسی لیئے
وہیں تک کا سفر سیر و تفریح کے دائرے میں آتا ہے جہاں کا جانا اور آنا آسان ہو۔ تھکاوٹ اور
گرانی طبع کا باعث نہ ہو۔ تو اب جس کو معراج کہا جا رہا ہے، وہ تو رسول کریم کی ایک معمولی سیر
ہے تو اب رسول کی معراج کیا ہے؟ دوستو! رسول کی معراج یہ ہے کہ جب سرکار مقام دنیٰ فتدلّٰی
پر پہنچے تو ایک تو ان کا انتقال مکانی تھا اور دوسرا ان کے قرابت کا انتقال تھا۔ روحانی سفر تھا دونوں
میں عظیم فرق ہے، میرے رسول نے صرف مکانی سفر نہیں کیا، بلکہ صفاتِ الٰہی کی بھی سیر شروع کی
اب دیکھو رسول کی معراج کہاں سے ہو رہی ہے میرے رسول نے صفاتِ الٰہی کی سیر شروع کی
صفتِ الٰہیہ کی سیر کا کیا مطلب؟ کبھی صفت الرحیم سے گزر رہے ہیں۔ کبھی صفت الغفور سے گزر
رہے ہیں کبھی صفت القادر سے گزر رہے ہیں۔ کبھی صفت العالم سے گزر رہے ہیں اور کبھی صفت
المختار سے گزر رہے ہیں۔ ہر ہر صفت سے گزر رہے ہیں اور جس صفت سے گزرے وہ
کمال لے کر اترے۔ صفت الکریم سے گزرے تو کریم بن گئے۔ صفت الرحیم سے گزرے تو رحیم
بن گئے۔ صفت القادر سے گزرے تو قادر بن گئے صفت المختار سے گزرے تو مختار بن گئے تو
وہ صفاتِ الٰہیہ کی سیر کر رہے ہیں اور کمالاتِ الٰہیہ کے مظہر بن رہے ہیں دیکھا آپ نے یہ ہے
میرے رسول کی حقیقی معراج جس نے مؤثر و متاثر کی قدرت و صلاحیت سے حجابات اٹھا دیئے

الغرض قریب کر کے بھیجا، پہلے اپنا بنایا، اس کے بعد بھیجا۔ اس کو اپنا بنانے والے ہیں اس کو اپنے قریب میں رکھنے میں کیا مصلحت؟ اس کی طرف میں نے اشارہ کردیا اب ہمارے سمجھنے کیلئے ایک چیز یہ رہ گئی کہ دیکھو ہر ایک کو منزل پر رکھو خدا ذمے ہے جو بھیجنے والا ہے رسول وہ مرسل ہیں اور عالمین وہ ہیں جو مرسل الیہم ہیں۔ تو نہ اس رسول کو خدا سے ملا کر دیکھنا اور نہ اس رسول کو عالمین میں رکھ کے دیکھنا۔ اگر تم دیکھو گے تو سمجھ نہ پاؤ گے کہ بھیجنے والا کون ہے کس کو بھیجا ہے؟ اور کدھر بھیجا؟ اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے۔

پانچ روپے منی آرڈر

جب چیز بھیجی جاتی ہے تو کچھ اہتمام بھی کیا جاتا ہے مثلاً پانچ روپیہ اگر کوئی کہیں بھیجے۔ پانچ روپیہ کیا اگر ایک پیسہ بھیجنا چاہیں تو اس کے ساتھ اتنا بڑا فارم ہوتا ہے۔ پانچ روپے ہم نے اپنے بھائی کے نام بھیجے، تو ہم اور پانچ روپیہ اور ہمارا بھائی اور اب اگر کوئی بھائی کو پانچ روپے کر دے تو وہ بد دماغ ہی ہوگا۔ اگر ایسے ہی کوئی کہہ دے کہ بھیجنے والا ہی پانچ روپے ہے تو اس کو بھی مفقود العقل کہا جائے گا۔ تو یہ جو چیز جا رہی ہے، وہ اور ہے۔ اس کی حقیقت اور ہے اس کی ماہیت اور ہے، اس کا مقام اور ہے۔ اس کی منزل اور ہے یہ ظاہر ہو چکا کہ پانچ روپے یوں ہی نہیں بھیجتے۔ ایک فارم ساتھ ہوتا ہے۔ اس فارم میں کیا ہوتا ہے؟ فلاں نے بھیجا اور فلاں کی طرف بھیجا کس نے بھیجا اس کا پورا پتہ؟ کہاں بھیجا جا رہا ہے اس کا پورا پتہ؟ اس فارم میں اتنا ہی ہوتا ہے اور ایک کوپن ہوتا ہے اس پر آپ اگر کچھ خیریت لکھنا چاہیں تو وہ بھی لکھ سکتے ہیں جس کے پاس آپ بھیج رہے ہیں۔ اسکے پاس کوئی پیغام پہنچانا چاہیں تو لکھ سکتے ہیں میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ پانچ روپے بھیجنے کیلئے اتنے بڑے فارم کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ سمجھ میں آجائے کہ یہ پانچ روپے کہاں جا رہے ہیں کوئی بھیج رہا ہے تاکہ ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے اتنا اہتمام ہم کر رہے ہیں اب رب العالمین رحمۃ للعالمین کو بھیج رہا ہے۔ تو بہت ہی ضرورت ہوگی کہ ان کے ساتھ بھی کوئی چیز چلے کہ جو یہ بتلائے کہ کون بھیج رہا ہے؟ کس کے پاس بھیج رہا ہے۔ کیا بنا کے بھیج رہا ہے

تو دوستو! یہاں ایک فارم سے کام نہیں چلتا تھا۔ اسی لئے تیس (۳۰) پارے اُتار دیئے گئے کہ اگر سمجھنا ہے تو دیکھ لو کہ کون بھیج رہا ہے؟ کس کو بھیج رہا ہے؟ کیا بناکے بھیج رہا ہے؟ کس لیے بھیج رہا ہے؟

رحمت کسے کہتے ہیں؟

ارشادِ ربانی ہے کہ رحمت بناکر بھیجا۔ یہ رحمت کیا چیز ہے؟ رحمت کہتے ہیں مہربانی کو ۔ عالمین کی وسعت تو آپ سمجھ چکے، مگر کچھ لوگ عالمین کو بھی مختصر کر رہے ہیں۔ بھئی عالمین سے مراد پورا عالم نہیں۔ ذرا غور تو کیجئے۔ بولا گیا عالمین اور مراد ہیں صرف ماننے والے۔ بولا گیا عالمین اور مراد ہیں صرف اطاعت کرنے والے۔ ہم نے کہا کہ اگر اپنی طبیعت سے عالمین کی بے پایاں وسعت پر اسی طرح سے آپ نے قینچی چلانے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نے بتایئے کہ الحمد للہ رب العالمین میں عالمین سے مراد کیا خدا کے ماننے والے ہیں؟ عالمین سے مراد کیا خدا کے چلنے والے ہیں؟ خدا انہیں کا رب ہے، دوسروں کا رب نہیں ہے؟ اور جب رب العالمین کے عالمین میں تخصیص کرنے کی تم میں جرأت نہیں ہے تو رحمۃ للعالمین کے عالمین میں اتنی کمی کیوں نکال رہے ہیں؟ اس سے پتہ چلا کہ عالمین کی وسعت میں تو کمی نہیں ہوئی۔ عقیدت کی وسعت میں ضرور کمی ہے

ہر شے کیلئے رحمت

سارے عالم کیلئے رحمت۔ اچھا مولانا عبدالوہاب سے پوچھئے گا۔ صبح کے وقت رحمت کہ شام کے وقت رحمت۔ کوئی وقت ہے۔ فلاں ٹائم رحمت ہیں اور فلاں ٹائم نہیں ہیں صبح کو ہیں شام کو نہیں دن کو ہیں رات کو نہیں، رات کو سوتے تو ہوں گے نا۔ رات کو تھوڑی ہی رحمت ہیں زمین پر ہیں، آسمان پر نہیں۔ عالمِ برزخ میں نہیں یہاں نہیں وہاں نہیں کوئی ایسی تخصیص۔ سنو جی قرآن جب مطلق بولے تو اس کے اطلاق پر قیاس اپنا الگ، اپنی عقل الگ۔ اطلاق کتاب میں خبر واحد سے بھی کمی نہیں کی جاسکتی۔ مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ۔ اچھی طرح سے سمجھ تو آپ اس کے دائرے کو اپنے عقل و قیاس سے کم نہیں کر سکتے تو ظاہر ہو گیا کہ رسول سارے عالم کیلئے

مہربانی، ہر وقت کیلئے مہربانی، ہر ٹائم کیلئے مہربانی۔ ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی ہر ہر لمحے کیلئے مہربانی قرآن نے مطلق رکھا ہے۔ ہم اپنی عقل سے اس میں قید نہیں لگا سکتے۔ مطلق رکھا ہے سارے عالم کیلئے تو جس وقت جس چیز پر عالم کا اطلاق ہوگا۔ رسول اس کے لئے مہربانی ہوں گے۔ جو عالم ہیں رسول اس کیلئے مہربان ہوگئے۔ تو ہر وقت کیلئے مہربانی ہر ایک کیلئے مہربانی۔ اس میں اپنے پرائے کی بھی بات نہیں ہے۔ کافر کیلئے بھی مہربانی اور مومن کے لئے بھی مہربانی۔ ہر ایک کیلئے مہربانی۔ اچھی طرح سمجھو۔

رحمت کیلئے حاضر و ناظر ہونا

اب ذرا غور کرو ہر ایک کیلئے مہربان ہونے کیلئے ضروری کیا ہے! ساری کائنات جس میں ماضی و مستقبل سب شامل ہیں جس میں اولین و آخرین سب شامل ہیں۔ جس میں ابتدا انتہا سب شامل۔ ابتدائے کون سے انتہائے کون تک شامل۔ اس کیلئے مہربان ہونے کیلئے کیا چیز ضروری ہے پہلے یہ بتاؤ کہ ایک صاحب آپ کیلئے مہربان ہے مان لو ان کا وجود ہی نہ ہو تو کیا وہ آپ پر مہربانی کر سکیں گے؟ وہ تو بیچارے خود مہربانی کے محتاج ہو گئے وہ کیا مہربانی کریں گے معلوم یہ ہوا کہ مہربانی کیلئے موجود ہونا ضروری ہے میں صرف لفظ رحمت کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ الغرض مہربانی کیلئے موجود مہربان کا ہونا ضروری ہے جو عالم میں موجود نہ ہو، وہ کسی کیلئے مہربان نہیں بن سکتا۔ تو مہربان کیلئے باحیات ہونا زندہ ہونا، موجود ہونا ضروری ہے۔ اچھا موجود تو ہیں مگر اتنے دور ہیں کہ تمہارے اوپر جب تکلیف آتی ہے، تو اس کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ یاد رکھنا ہر آن کیلئے مہربانی۔ ہر ہر لمحے کیلئے مہربانی۔ ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی۔ بات یہیں سے چل رہی ہے تو اگر وہ ہم سے قریب نہیں ہے تو ہم یہاں تڑپ رہے ہیں ہم یہاں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں وہ کیا مہربانی کرے گا اس کو تو خبر بھی نہ ہوگی۔ تو معلوم یہ ہوا کہ ہر ہر عالم، ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی ہونے کیلئے ضروری ہے کہ تمام موجوداتِ عالم کے قریب بھی ہو۔ تمام موجوداتِ عالم کے قریب حاضر ہو

ورنہ وہ مہربان نہیں ہو سکتا۔

اچھا صاحب حاضر تو ہے، مگر آنکھ میں روشنی ہی نہیں ہے دیکھ ہی نہیں رہا۔ آنکھ بند کئے ہوئے حاضر ہیں اور آپ لوٹ رہے ہیں، وہ دیکھ ہی نہیں رہا ہے تو کیا وہ مہربانی کریگا؟ معلوم ہوا کہ ہر ہر ساعت کے لئے مہربان ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو، دیکھ بھی رہا ہو کہ مصیبت زدہ کا کیا حال ہے؟ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں اسکے چہرے سے پسینہ بہہ رہا ہے۔ کیا کیفیت ہے اس کو دیکھ بھی رہا ہے رحمت کیلئے ہر زبان کا علم ہونا ضروری ہے۔ اچھا صاحب دیکھ تو رہا ہے، مگر مصیبت زدہ کی بولی نہیں سمجھ رہا ہے، جب بھی کیا مہربانی کرے گا؟ مثال کے طور پر ایسا سمجھئے کہ ایک شخص بہت پیاسا ہے اور ہے بیچارہ عرب کا اور پہنچ گیا ہمارے دیہات میں اور پہنچ کر کہتا ہے جب مُوْیَا۔ آپ لوگ ہنس رہے ہیں اس کی بات پر، اور وہ چلاتا جا رہا ہے جب مُوْیَا۔ جب مُوْیَا۔ اَلْعَطَش۔ اَلْعَطَش۔ سب لوگ گھبرا گئے کیا کہہ رہا ہے؟ گالی دے رہا ہے یا ہمارا مذاق اڑا رہا ہے! لوگ پریشان ہیں معلوم ہوا کہ اس کی پریشانی دور نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ سننے والے اسکی زبان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بیچارہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پانی دو، میں پیاسا ہوں: لوگ سمجھ ہی نہیں رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس بیچارے کیلئے ہمارے علاقے والے کیا مہربان بنیں گے جب زبان ہی نہیں سمجھتے کوئی انگریزی میں کچھ چلا رہا ہے، کوئی گجراتی بول رہا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ صرف حاضر ہونے سے بھی کچھ کام نہیں چلتا۔ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہونا چاہیے ورنہ کوئی پانی مانگے اس کو زہر دے دے کوئی کھانا طلب کرے تو پانی پلائے اور پانی چاہے تو کھانا آگے آئے تو اس سے معلوم کیا ہوا؟ کہ کوئی مہربان جہاں جہاں کیلئے رحمت ہے، مہربانی ہے وہاں وہاں کی زبان بھی سمجھے۔ میسوری بولے تو بھی سمجھ لے، گجراتی بولے تو بھی سمجھ لے بنگالی بولے تو بھی سمجھ لے۔ برطانیہ کا بولے تو بھی سمجھ لے، ہندوستان کے کسی خطے میں کوئی بولے تو بھی سمجھ لے۔ فرنچ بولے تو بھی سمجھ لے اگر ہر زبان کا عالم نہیں ہے تو سب کیلئے مہربانی نہیں بن سکتا۔

توضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہو۔

رحمت کیلئے قدرت واختیار والا ہونا ضروری ہے

اچھا صاحب زبان تو جانتا ہے، خوب جانتا ہے اتنی ساری زبان سیکھ رکھی ہے۔ سکھانے والے نے سکھادی ہے مگر یہ نہیں سمجھا کہ مرض کیا ہے؟ بے چارہ مریض تڑپ رہا ہے اور وہ سمجھ ہی نہیں رہا ہے کہ مرض کیا ہے اس کا علم ہی نہیں تو کیا مہربانی کرے گا؟ معلوم ہوا کہ ہر ہر تکلیف کو وہ سمجھے اور اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مریض کو مرض کیا ہے؟ اگر یہ علم نہیں ہے، تو وہ سب کیلئے مہربان نہیں ہو سکتا تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کے لئے عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ غور کرتے چلے جایئے اچھا صاحب عالم بھی ہو گئے۔ معلوم ہوا پیٹ میں درد ہے مگر علاج کیا ہے، اس کا پتہ ہی نہیں اب عالم ہو کے وہ کیا کرے گا۔ معلوم یہ ہوا کہ مہربان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ مرض کو بھی جانے اور علاج کو بھی جانے۔ اچھا صاحب علاج کو تو جانتا ہے کہ فلاں جڑی بوٹی اس کو کھلائی جائے تو اس کا پیٹ اچھا ہو جائے گا۔ مگر وہ جڑی بوٹی کہاں ہے؟ اس کا اسے پتہ ہی نہیں تو وہ اس وقت کیا مہربانی کرے گا؟ صرف لفظوں سے مہربانی نہیں ہوتی تو اشد ضروری ہے کہ جو علاج ہو وہ کائنات کے جس گوشے میں ہو، وہ اس کی نظر میں ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ کیا مہربانی کرے گا! اچھا جناب معلوم بھی ہے کہ جڑی بوٹی امریکہ میں ہے، مگر اسے لائے کیسے؟ بہت مشکل ہے قدرت ہی نہیں ہے ایسی صورت میں یہ مریض پر کیا مہربانی کر سکے گا؟ تاتریاق از عراق آوردہ شود، مار گزیدہ مُردہ شود تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کیلئے صرف اتنا ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ جانے کہ علاج کیا ہے اور کہاں ہے، بلکہ وہاں سے لانے پر بھی قادر ہو۔ ایسا قادر کہ اشارہ کر دے تو وہ چیز خود ہی دوڑتی ہوئی چلی آئے۔ اور ایک بات اور بھی ہے کہ کبھی قدرت ہوتی ہے اختیار نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر میں اس بات پر قادر ہوں کہ مولانا عبدالوہاب صاحب کی ٹوپی چھین لوں اور کسی اور کو دے دوں۔ قدرت ہے کہ نہیں؟ لیکن کیا مجھے اس بات کا اختیار ہے کہ کسی کی

ٹوپی کسی کو دے دوں ؟ پیر صاحب کا صافہ اتار کر ان کو دے دوں ! قدرت تو ہے مگر اختیار نہیں ہے ۔ اس لیئے کہ دینے والا با اختیار تو اس وقت ہو گا کہ جب وہ مالک بھی ہو ۔ صرف قدرت کا کام نہیں ہے ۔ بلکہ جو بھی علاج ہم کریں اور جس کیلئے کریں اور جس طرح سے کریں ان تمام باتوں کے ہم مالک بھی ہوں ۔ پتہ نہیں کائنات کی کس چیز کی ہمیں ضرورت پڑ جائے کسی پر مہربانی کیلئے ہو سکتا ہے کہ کبھی چاند کے ٹکڑے کرنے پڑ جائیں ۔ کبھی سورج پلٹانا پڑ جائے کبھی کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا پڑ جائے ۔ کبھی ہمیں درخت کو بلانا پڑ جائے ۔ ارے میاں یہ بھی تو مہربانی ہے کہ بلائیں گے تو ایمان لائیں گے ۔ تو معلوم نہیں اس مریض کے مرض کو دور کرنے کیلئے ہمیں کیا کرنا پڑے ؟ لہٰذا ساری کائنات پر قادر بھی ہونا چاہیے ۔ ساری کائنات پر مختار بھی ہونا چاہیے ۔ ساری کائنات میں حاضر و ناظر بھی ہونا چاہیے ، ساری کائنات کا مالک بھی ہونا چاہیے ۔ ساری کائنات کا عالم بھی ہونا چاہیے ۔ ساری کائنات میں موجود بھی رہنا چاہیئے ساری کائنات میں باحیات بھی رہنا چاہیے ۔ تو جب یہ سب ہو گا تب وہ جا کے سب کیلئے رحمت بن سکیں گے ۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ کی محققانہ تشریح

اب ذرا ترجمہ تو کرو اس آیہ کریمہ کا وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

اے محبوب ! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو لیکن سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر ۔

لہٰذا جب تک عالم رہے گا اس وقت تک تم موجود رہو گے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ رسول کے سوا آدم بھی پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے کہ نورِ محمدی کو پیدا کر دیا گیا ۔ اوّل ماخلق اللّٰہ نوری ۔ میرا نور خدا کی پہلی مخلوق ہے یعنی عالم پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ عالم ہو اور وہ رحمت نہ ہوں اب اگر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نور مبارک کی تخلیق کے بعد فرمائی جاتی تو ایک ساعت تو ضرور ایسی مل جاتی جب کہ عالم ہوتا مگر رحمتِ عالم نہ ہوتے ۔ ایسی صورت میں حقیقی معنوں میں رسول کریم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے اسلئے کہ عالم کی بعض چیزیں اپنے بعض اوقات میں دائرہ رحمت سے الگ نظر آتیں مگر رب

نے یہ منظور نہ کیا۔ پہلے نورِ رحمت عالم کو پیدا کیا اور پھر عالم کو پیدا کیا پھر عرش کی پیشانی پہ سترہ بنا دیا پھیرے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ تو معلوم یہ ہوا کہ سرکارِ عربی جب سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔ سارے عالم کیلئے مہربانی ہیں تو اپنے وجود میں سب سے مقدم بھی ہیں۔

اب آیت کا تفصیلی ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب! ہم نے تجھے سارے عالم میں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مختار بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں موجود بنا کر بھیجا ہے سارے عالم کا عالم بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مالک بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مقتدرِ اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا یہ سب بنا سکتا ہے؟ جب خدا تعالیٰ یہ سب بنا سکتا ہے؟ تو اب کون رہ گیا کہ نہ بنائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
تو سب کچھ بنا کے بھیج دیا، مگر ایک بات تو سنو!

ارشاد ہے کہ ہم نے بنا کے بھیجا معلوم ہوا کہ یہاں آ کے نہیں بنے ہیں وہیں بنا دیئے گئے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ گلدستہ بنا کے بھیجا تو کیا یہ گلدستہ یہاں آ کے بنا۔ گلدستہ تو اسی وقت بن گیا تھا جب ہمارے پاس تھا ہم نے کتاب لکھ کر بھیجی۔ تو کتاب یہاں آئی تب لکھی گئی ایسا نہیں بلکہ لکھی گئی پھر ہمارے پاس بھیج دی گئی۔ مگر یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ کیا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا گیا تھا۔ یعنی خاتم النبیین، سید المرسلین امام الانبیاء شفیع المذنبین۔ یہ سب صفاتِ رسول کو پہلے مل گئے تھے۔ بہت ہی پیچیدہ بات ہے اور بہت ہی باریک بات ہے۔ میں بہت ہی ہلکے انداز میں عرض کرنے کی کوشش کروں گا کہ حضور کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا گیا یعنی رسول آئے بھی نہیں اور شفیع المذنبین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور امام الانبیاء بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور سید المرسلین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور خاتم النبیین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور مختارِ کائنات بن گئے آپ کہیں گے کبھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ابھی امامت بھی نہیں کی اور امام ہو گئے۔

سپہ سالار اور پہلوان

اس نکتے کو سمجھنے کیلئے یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک ہوتا ہے کسی کمال کا ثبوت اور ایک ہوتا ہے کسی کمال کا ظہور۔ ثبوت اور ہے، ظہور اور ہے۔ کمال ثابت ہوجاتا ہے کہیں اور اس کا ظہور ہوتا ہے کہیں اور مثلاً کافروں سے لڑنے کیلئے آپ کو جانا ہے۔ آپ نے فوج بنائی۔ فوج بنا کر اس میں ایک کو سپہ سالار بنا دیا۔ تم ہو اس فوج کے سپہ سالار اور تمغہ لگا دیا۔ وردی پہنا دی یہ سب فوجی ہیں اور یہ سپہ سالار ہے۔ تو سپہ سالار اپنا فن سپہ سالاری تو میدان میں دکھلائے گا مگر سپہ سالار یہیں بن گیا۔ تمغہ یہیں مل گیا۔ سند یہیں مل گئی مقام یہیں مل گیا منصب یہیں ہاتھ آگیا۔ منصب سپہ سالاری یہیں ثابت ہو گیا، مگر اس کا ظہور میدانِ جنگ میں ہوگا، جب وہ عملاً سپہ سالاری کر رہا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بعض خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ثابت پہلے سے ہوتی ہیں اور ظاہر بعد میں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہونا اور ہے ثابت ہونا اور ہے۔

ایک اور مثال پیش کروں! ایک پہلوان آج تک کسی سے لڑا ہی نہیں تھا۔ پہلوانی کرتا رہا، اب گیا لڑنے کے لئے۔ لڑنے کے بعد جب مقابلہ ہوا تو لوگ دیکھ رہے ہیں پہلوان بھی نہیں سمجھ رہا ہے کہ میں جیتوں گا کہ نہیں جیتوں گا۔ میں اپنے مخالف کو پچھاڑ دوں گا کہ نہیں پچھاڑ لوں گا۔ اس کے بعد جب مقابلہ ہوا تو اس نے پچھاڑ دیا۔ واہ واہ ہوگئی شور مچ گیا بڑا بہادر ہے بڑا بہادر۔ بڑی شجاعت والا، بڑی شجاعت والا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ شجاعت ابھی آئی ہے یا پہلے سے موجود تھی۔ آپ جواب دیں گے موجود تو پہلے سے تھی مگر ظاہر اب ہو رہی ہے، پہلے اس کو بھی معلوم نہیں تھا کہ میرے اندر کیا ہے! پہلوان پہلے نہیں کہہ سکتا کہ میں بہت بہادر ہوں مگر جب اس نے اپنے مدمقابل کو چت کر دیا تو اب وہ بھی سمجھ گیا کہ میں بہادر ہوں لوگ بھی سمجھ گئے۔ دیکھا آپ نے شجاعت کا ثبوت اور ہے اور شجاعت کا ظہور اور ایسے ہی میرے اندر قوتِ برداشت ہے کہ نہیں؟ کسی کو پتہ نہیں قوتِ برداشت مولانا حنیف صاحب میں ہے؟ پتہ نہیں ان کو بھی پتہ نہیں کہ ہم کتنی بات برداشت کر سکیں گے جس کو "حلم" کہتے ہیں، یعنی قوتِ برداشت۔ یہ حلیم ہیں؟

یہ صابر ہیں؟ یہ پتہ نہیں۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر مولانا حنیف صاحب کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ پھر اس کے بعد یہ خاموش دیکھ رہے ہیں اور وہ چلا گیا یہ خاموش ہیں انہوں نے کچھ نہیں کیا تو مجمع کہتا ہے مولانا بہت ہی صابر ہیں۔ مولانا بہت ہی حلیم ہیں۔ بڑی قوتِ برداشت رکھتے۔ تو کیا یہ قوتِ برداشت ابھی ملی ہے۔ نہیں قوت پہلے تھی، ظاہر اب ہوئی ہے یہ چیز پہلے ان کے سرشت میں تھی۔ ثابت ہونا اور ہے اور ظاہر ہونا اور ہے تو سنو میرے رسول کو سارے منصب پہلے ہی دے دیئے گئے۔ وہ شفیع المذنبین بھی ہیں، امام الانبیاء بھی، صاحبِ اسریٰ بھی ہیں خاتم النبیین بھی ہیں، مگر شفاعت کا ظہور قیامت کے میدان میں ہو گا۔ امامت کا ظہور بیت المقدس میں ہوا اور نبوت کا ظہور سرزمین مکہ میں ہوا۔ ظہور تو مختلف وقت میں ہوا، مگر ثبوت تو پہلے ہی ہو گیا تھا

سرکارِ عربی کی حیاتِ طیبہ

رہ گئی رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تو اس وقت یاد آ گئے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اگر تم رسول کی حیاتِ طیبہ کے متعلق ان سے سوال کرو تو وہ کہیں گے سنو جی! رسول کی حیات کا مسئلہ تو ایسا مسئلہ ہے جس میں کبھی علمائے امت کو اختلاف رہا ہی نہیں ہے کہ رسول حقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز تو ہم تاویل زندہ اور باقی ہیں اسمیں کوئی شک کی بات نہیں ہے، سرکارِ عربی کے بارے میں اس میں کسی کو اختلاف نہیں رہا ہے کہ ان کو اللہ نے بالکل اسی جسمانی حیات کے ساتھ باقی رکھا ہے۔ ہاں وہ سنو: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ موت کا ذائقہ تو سبھی نفس کو چکھنا ہے۔ مگر کیا ذائقہ چکھنے کیلئے ہمیشہ مرنا بھی ضروری ہے۔ کیا ذائقہ چکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو مرے اور مرا ہی رہ جائے۔ نہیں ذائقہ اس طرح سے بھی چکھا جا سکتا ہے کہ موت طاری ہو اور پھر اس کو حیاتِ ابدی دی جائے کہ اس کی موت ہی مر جائے۔

حاضر و ناظر پر چونکنے والو

اے محبوب! ہم نے تجھے سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تجھے عالم بنا کر بھیجا ہے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے جہاں حاضر و ناظر کا لفظ سنتے ہیں، تو لوگ چونک جاتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ خدا کو تو حاضر و ناظر کہتے ہو نا پھر کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ قرآن کریم نے خدا کو حاضر و ناظر کہا ہے۔ کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ حدیث میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا گیا ہے بات تو سمجھ گئے ہوں گے۔ آپ چونک تو گئے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کیلئے قرآن کریم میں شہید کا لفظ تو ضرور ہے۔ حفیظ کا لفظ ضرور ہے۔ سمیع کا لفظ ضرور ہے، بصیر کا لفظ ضرور ہے۔ مگر خدا حاضر و ناظر ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تلاش کر کے بتاؤ۔ یہ لفظ تلاش کر کے بتاؤ حدیث سے ہم اگر خیال کریں تو قرآن و حدیث سے دلیل مانگو اور اتنا بڑا عقیدہ رکھتے وقت بھی نہ قرآن دیکھا نہ حدیث دیکھی اور جس لفظ کو خدا تعالیٰ استعمال نہیں کیا، تم نے کس بنیاد پر استعمال کیا جس لفظ کو خدا تعالیٰ کے رسول نے خدا کیلئے استعمال نہیں کیا تو تم اس رسول کا کلمہ پڑھ کر کس بنیاد پر اس لفظ کو خدا تعالیٰ کیلئے استعمال کر رہے ہو! میں بہت ہی پیچیدگی کی طرف آپ کو لیتا گیا۔ دیکھو مسئلہ علماء کے سامنے آیا تھا کہ خدا تعالیٰ کو جو کوئی کہے یا حاضر یا ناظر تو وہ کیا ہے؟ کہیں وہ کافر تو نہیں ہو گیا؟ شامی کے اندر ایک فیصلہ کیا ہے کہ کفر نہیں ہے۔ ہم تاویل کریں گے اس کے قول کی۔ یا حاضر و ناظر، یا علیم و یا خبیر کے معنی میں ہے۔ یَا مَنْ عَلِمَ یَا مَنْ رَأٰی لہٰذا ہم کہنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔ کتنا سنگین مسئلہ ہو گیا۔ سوال کرنے والا پوچھ رہا ہے یہ کفر ہوا کہ نہیں تو اب جواب دینے والے کہہ رہے ہیں، کافر تو ہم نہیں کہیں گے اسلئے کہ وہ حاضر و ناظر جو کہتا ہے، وہ علیم و خبیر کے معنی میں کہتا ہے۔ دیکھا آپ نے جس لفظ کو تم زوردار انداز میں خدا کے لیئے استعمال کر رہے تھے، اس لفظ کیلئے کتنا ہیبت ناک سوال پیش کیا گیا۔ میں بتاؤں یہ سوال سوال کرنے والے نے کیوں کیا؟ اچھا سنو حاضر کسے کہتے ہیں۔ آپ حاضر ہو کہ نہیں؟ آپ کے لیے حاضر کا لفظ بولا گیا نہیں۔ آپ ناظر ہیں کہ نہیں؟ ہم کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں! لیجئے صاحب آپ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں۔ میں بھی آپ لوگوں کی محفل میں حاضر ہوں اور آپ لوگوں کا ناظر ہوں رہے نا۔ دیکھئے حاضر و ناظر کا لفظ بہت بولا جاتا ہے۔ فلاں صاحب حاضر ہیں کہ نہیں تو حاضر کہتے ہیں کسی مکان میں موجود کو۔ حقیقتِ لغوی میں بات کر رہا ہوں۔ لغت میں حاضر کے

معنی ہیں الموجود فی المکان جو کسی مکان میں موجود ہو۔ وہ ہے حاضر اور ناظر کے معنی ہیں
جو اپنی ان آنکھوں سے دیکھے۔ مادی آنکھوں سے دیکھے وہ ہے ناظر تو خدا تعالیٰ تو مکان و
مکانیات سے پاک ہے تو وہ کیسے حاضر ہوگا؟ اور خدا ان مادی آنکھوں سے پاک ہے تو وہ
کیسے ناظر ہوگا۔ سائل کا منشا یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا جو حقیقی معنی ہے، وہ یہ ہے حاضر کے معنی ہیں
مکان میں موجود ہونے والا۔ اور ناظر کے معنی سر کی آنکھوں سے دیکھنے والا اور جو جسم و جسمانیات
سے پاک ہو، وہ حقیقی معنوں میں نہ حاضر ہو سکتا ہے نہ ناظر ہو سکتا ہے تو علماء نے کہا سنو جی!
حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ حاضر و ناظر کی تاویل کی علیم و خبیر یا من علم یا من رای کے معنی ہیں

کیا خدا حاضر و ناظر ہے؟

اب اچھی طرح سمجھ لو کہ لغت کا جو حقیقی معنی ہے اس
معنی میں اگر کوئی خدا کو حاضر و ناظر کہے گا تو وہ کافر
ہو جائے گا، لہٰذا جو خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے ہیں، وہ تاویل والا معنی لے کر کہتے ہیں علیم و خبیر
والا معنی لے کر کہتے ہیں تو حقیقی معنی میں کون حاضر و ناظر ہوگا؟ خدا تعالیٰ تو نہیں ہو سکتا؟
حقیقی معنی میں وہی حاضر ہوگا نا جو مکان میں ہو سکے حقیقی معنوں میں وہی ناظر ہوگا جو سر کی
آنکھوں سے دیکھ سکے تعجب کی بات ہے خالق کو تم حاضر و ناظر کہہ رہے ہو اور وہاں علماء فتویٰ
دے رہے ہیں، جواب دے رہے ہیں، تاویل کر رہے ہیں۔ اسی لیے لفظ حاضر و ناظر قرآن میں
خدا تعالیٰ کیلئے کہیں نہ پاؤ گے۔ لفظ حاضر و ناظر حدیث میں خدا تعالیٰ کے لئے کہیں نہ پاؤ گے
وہاں شہید کا لفظ ضرور ملے گا، وہاں حفیظ کا لفظ ضرور ملے گا وکیل کا لفظ ملے گا۔ علیم و خبیر کا
لفظ ملے گا۔ سمیع و بصیر کا لفظ ملے گا۔ اس لئے کہ حاضر و ناظر کے لفظ کے اندر ایک پیچیدگی تھی
اگر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے تو ہم اس کو ناجائز قرار نہیں دیتے۔ علماء اس کی تاویل کر رہے
ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ لفظ بولا جائے گا تو تاویل کر کے بولا جائیگا اور اگر بلا تاویل بولنا ہو
حقیقی معنی میں بولنا ہو تو اس معنی میں رسول حاضر و ناظر ہوں گے جو مکان میں بھی رہیں۔ سر کی آنکھ
سے بھی دیکھ سکیں، تو اس لفظ سے زیادہ چونکنا نہیں ہونا چاہیے۔

ایک اور بات میں بتاؤں ویسے تو سرکار اپنے مزارِ مبارک سے آئیں اور ہماری محفلوں کو رونق بخشیں، یہ سرکار کیلئے کوئی بعید نہیں، مگر حاضر و ناظر ہونے کیلئے یہ ضروری چیز بھی نہیں کہ حضور تشریف ہی لائیں ہی۔ یہ سمجھ لینا رسول کو علم ہونا چاہیے چاہئے یہاں آ کے ہو؟ چاہے وہاں رہ کے ہو۔ رسول کو دیکھنا چاہیے چاہے یہاں آکے دیکھیں، چاہے وہاں رہ کے دیکھیں سمجھنا چاہیے چاہئے یہاں آکے سمجھیں، چاہئے وہیں سمجھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ سرکار یہاں آئیں گے تبھی سمجھیں گے وہ تو گنبدِ خضریٰ ہی سے دیکھ رہے ہیں۔ تو اب زیادہ مناسب ہے کہ یوں کہو کہ ہم سب رسول کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور رسول ہم سب کے ناظر ہیں۔

رحمت و رحیم میں فرق

تو اے رسول! ہم نے ساری کائنات کیلئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مہربانی بنا کے بھیجا ہے، دوست کے لئے بھی دشمن کیلئے بھی۔ ایک بڑی پیاری بات ہے کہ جس رسول کو رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کو رحیم بھی کہا گیا ہے۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ مومنین کیلئے رؤف و رحیم اور عالم کیلئے رحمت ہیں۔ رحمت عجیب چیز ہے۔ اگر حضور کے لئے تنہا رحیم کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مفہوم کچھ اور تھا، مگر سرکار صرف رحیم ہی نہیں رحمت بھی ہیں اور رحمت ہیں تو سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔ یہ رحیم و رحمت کا فرق سمجھا آپ نے۔ یہ رحیم کیا چیز ہے؟ یہ رحمت کیا چیز ہے۔ بات بہت علمی ہے، مگر میں ہلکے انداز میں عرض کروں گا رحیم کہتے ہیں رحمت والے کو۔ جس کے قریب رحمت ہو جائے وہ رحیم ہے تو کیا رحیم سے رحمت دور ہو سکتی ہے۔ ارے بھئی کیوں نہیں ہو سکتی۔ کبھی ایسا ہو سکتا ہے نا کوئی بہت رحیم ہو، مگر کبھی غصہ آہی جائے۔ رحیم سے رحمت دور ہو سکتی ہے؟ رنگین کسے کہتے ہیں رنگ والا ایک کپڑا ہے اسے رنگ دے دو تو کپڑا ہو جائے گا؟ رنگین اور ظاہر ہے کہ رنگین سے رنگ جدا کیا جدا ہو سکتا ہے؟

الغرض خوشبو والے سے خوشبو چھینی جا سکتی ہے۔ چاند سے چاندنی ہٹائی جا سکتی ہے۔ سورج سے روشنی دور ہو سکتی ہے۔ رنگین سے رنگ اڑایا جا سکتا ہے۔ مہکنے والے سے مہک جُدا کی جا سکتی ہے۔ رحیم سے رحمت الگ ہو سکتی ہے۔ مہربان سے مہربانی دور ہو سکتی ہے۔ مگر رنگ سے رنگ دُور نہیں ہو سکتا۔ رحمت سے رحمت الگ نہیں ہو سکتی۔ شیریں سے شیرینی الگ ہو سکتی ہے مگر ذرا مٹھاس سے مٹھاس کو دور کر دو؟ رنگ سے رنگ کو دور کر دو؟ رحمت سے رحمت کو دور کر دو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو دکھانا یہ تھا کہ رسول کو اگر صرف رحیم کہا جاتا تو شبہ ہوتا کہ کبھی یہ غصے میں بھی آجائیں گے۔ کبھی کبھی یہ جدل بھی کریں گے۔ کبھی کبھی یہ زیادتی بھی کریں گے معاذ اللہ کبھی کبھی یہ ہمارے اوپر غضبناک بھی ہو سکیں گے۔ تو ایسا نہیں کہا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ یہ رحمت ہیں اور جب رحمت ہیں تو رحمت سے رحمت کبھی جدا ہی نہیں ہوگی۔ سلب الشیئ عن نفسہٖ۔ کہاں جائز ہے، کوئی چیز اپنی ذات سے الگ نہیں ہو سکتی۔ پانی سے ٹھنڈک دُور ہو سکتی ہے۔ ٹھنڈک سے ٹھنڈک دور ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتی۔ گرم سے گرمی نکالی جا سکتی ہے، مگر گرمی سے گرمی کیسے نکالی جائے گی۔ تو رحیم سے رحمت کو لیا جا سکتا ہے، رحمت سے رحمت نہیں نکل سکتی۔ تو رسول تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو کہ کبھی تمہارے دامن سے مہربانی الگ نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت تم رحمت ہو اور ہر آن میں تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو، اپنے لئے بھی رحمت ہو، پرائے کیلئے بھی رحمت ہو۔ دشمن کے لئے بھی رحمت ہو۔ دوست کے لیے بھی رحمت ہو سارے عالم کیلئے رحمت ہو، اس میں دوست اور دشمن میں کوئی تفریق نہیں ہے یاد رکھو، انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگانی کا مطالعہ کرو۔ ان کی حیثیت سمجھو۔ وہ روحانی وجسمانی معالج وطبیب ہیں، اور جو جسمانی وروحانی طبیب ہوا کرتا ہے، وہ مریض کا دشمن نہیں ہوتا۔ وہ بھی کوئی حکیم ہے جو مریض کا دشمن ہو؟ حکیم وہی ہے جو مریض کا دشمن نہ ہو بلکہ مرض کا دشمن ہو اور اگر کوئی حکیم صاحب مریض کے دشمن ہو جائیں تو آبادیاں اجڑ جائیں گی، اور قبرستان آباد ہو جائے گا۔

ایک حکیم صاحب کا منہ چھپانا

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک حکیم صاحب کا ذکر کیا ہے۔ وہ جب قبرستان میں جاتے تھے تو اپنا چہرہ چھپا لیا کرتے تھے اور چادر ڈھانک لیا کرتے تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا حکیم صاحب آپ جب قبرستان جاتے ہیں تو چہرہ چھپا لیتے ہیں، یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا مجھے اس قبرستان کے مُردوں سے شرم آتی ہے، اس لئے کہ یہ سب میری ہی دوا سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ چہرہ چھپا لوں۔ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ حکیم صاحب نے وہاں بھی نہیں چھوڑا اور یہاں بھی آ گئے ہیں۔ اب یہ کونسی دنیا ہم سے آباد کروائیں گے الغرض حکیم کو مریض سے دشمنی نہیں ہوتی، مرض سے دشمنی ہوتی ہے۔

اچھی طرح سے سمجھ لو انبیائے کرام کافر کے دشمن نہیں تھے، کفر کے دشمن تھے۔ مشرک کی ذات کے دشمن نہیں تھے، شرک کے دشمن تھے۔ منافق کی ہستی کے دشمن نہیں تھے۔ نفاق کے دشمن تھے۔ وہ معالج تھے۔ وہ روحانی طبیب تھے۔ وہ مرض کے دشمن تھے، مریض کے نہیں اسی لیے ان کی نگاہِ کیمیا اثر میں یہ اثر تھا کہ چہرے پر نظر ڈالتے تھے اور دل کی دھڑکنوں کو شمار کر لیا کرتے تھے۔ وہ بھی کوئی حکیم ہے جو نبض پر ہاتھ رکھے اور دل کی دھڑکنوں کو شمار نہ کر سکے۔ چہرے کو دیکھے اور مرض کو نہ سمجھ سکے۔ آجکل تو یہی حال ہے۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ وربہت ہی توجہ کے ساتھ سر جھکا کر کچھ دیر تک سوچتے ہیں پھر پوچھتے ہیں اچھا بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ جناب جب مجھ سے ہی پوچھنا تھا تو اتنی زحمت آپ نے کیوں کی؟ تو ایسا حکیم آبادیوں کو اجاڑتا ہے اور قبرستان کو آباد کرتا ہے۔ حکیم وہ ہے جو علیم بھی ہو۔ حکیم وہ ہے جو مرض کو سمجھتا ہو اور دشمن ہو تو مرض کا دشمن ہو، مریض کا دشمن نہ ہو۔

رحمۃ للعالمین روحانی حکیم ہیں

میں ایک روحانی حکیم کی بات سنا رہا ہوں میں رحمۃ للعالمین کا ذکر کر رہا ہوں۔ کیا تم اس واقعہ کو فراموش کر دو گے جب میرے رسول کے گلے میں پھندا ڈال کر دشمنوں نے کھینچا تھا، تو

قریب تھا کہ آنکھیں اُبل آئیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو فوراً رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں اور بڑے ہی پُرجلال انداز میں وہ کہنا ہی چاہتی تھیں۔ تَبًّا لَکُمْ۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے مگر ابھی تبا کا لفظ ہی استعمال کیا تھا کہ میرے رسول نے کرب و اضطراب کے عالم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر اپنے دست شفقت کو رکھ دیا۔ اے بیٹی ہلاکت کیلئے دُعا مت کرو، ہدایت کی دعا کرو۔

اے بیٹی! یہ مریض ہیں، ان میں جو چڑچڑا پن ہے، ان کے دل کے مرض کا چڑچڑا پن ہے ان کی جو شدت ہے، ان کے مرض کا تقاضا ہے۔ ان کے مرض کو دور کرنے کی دعا کرو۔ ان کی ہلاکت کی دُعا نہ کرو۔ میں حکیم ہوں، مجھے مرض سے دشمنی ہے، مریض سے دشمنی نہیں ہے حکیم کو مرض سے دشمنی ہوا کرتی ہے، مریض سے دشمنی نہیں ہوا کرتی۔ واقعی دوستو! میرے رسول ساری کائنات کیلئے روحانی حکیم ہیں اور معالج جسمانی بھی ہیں اور صحابہ کرام نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا اور بتا دیا۔

میں اس سلسلے میں ایک بات اور عرض کروں گا۔ مریض کا مزاج عجیب ہوتا ہے۔ مریض اعتراض ضرور کرتا ہے، مگر بعد میں ممنونِ احسان ہوتا ہے۔ ایک مریض جس کو ناسور ہو گیا ہے۔ حکیم جب جاتا ہے تو باتیں بڑی میٹھی کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر کیا کیا؟ نکالا نشتر۔ ناسور ہو گیا ہے نا۔ مریض بہت تڑپ رہا ہے اس ناسور کی وجہ سے۔ نشتر کو دیکھتے ہی وہ مریض حکیم کو گالیاں دینے لگتا ہے مگر حکیم خوش ہے مریض سے اگر ہوسکے تو حکیم کے گریبان کو نوچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ممکن ہوسکے تو دو چار چانٹے بھی لگا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ذرا یہ دیکھو کچھ لوگ مریض کو پکڑے ہوئے ہیں۔ یہ پکڑنے والے کون ہیں؟ اس کا شفیق باپ ہے اس کے مہربان بھائی ہیں۔ ہر طرف سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ارے کیا ساری دنیا اس کی مخالف ہو گئی ہے! کوئی اس کی چیخ و پکار کو نہیں سن رہا ہے اور وہ گالیاں دے رہا ہے مگر حکیم تو ہے وہ مسکرا مسکرا کر نشتر لگا رہا ہے۔ اس کے فاسد مادوں کو نکال رہا ہے۔ اب اس کے بعد ہم نے آ کر حکیم صاحب

سے کہا، اتنی گالیاں تو آپ نے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ ایک گالی کا بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ گالیوں کے جواب میں مسکرا رہے تھے۔ وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ اس کو تسکین دے رہے تھے۔ کیا سوچی وہ جو بول رہا تھا، مریض نہیں بول رہا تھا، وہ تو مرض بول رہا تھا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ یہ تو ابتدائی منزل تھی۔ مرض کا مزاج یہی ہوتا ہے۔ چڑچڑاپن ہوتا ہے، شدت آتی ہے اور حکیم اپنا کام کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ حکیم صاحب اپنے مطب میں پہنچ گئے اور دو روز کے بعد جب اسے اطمینان و سکون کی نیند آئی، تو وہی مریض جس نے حکیم کو گالیاں دی تھیں۔ دوڑ ہوا آیا حکیم صاحب کے پاس۔ اے حکیم صاحب آپ نے بڑی مہربانی کی۔ رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ میں بہت پریشان تھا، مگر آپ نے بہت اچھا کر دیا۔ اب دیکھئے میں اپنے پیروں پر چل کے آیا ہوں۔

اب ذرا غور کرو۔ وہ بولی مرض کی تھی اور یہ بولی مریض کی ہے یہ صحت مند مریض کی بولی ہے مرض ایسے ہی بولا کرتا ہے۔ اس پر جب نشتر چلاؤ گے تو مریض چیخ پڑے گا کیوں؟ اسلئے کہ مرض بول رہا ہے۔ جب مرض اچھا ہو جائے گا تو آکے شکریہ ادا کریگا۔ بہت اچھا کیا ہے جو آپ نے کیا ہے۔ ہمارے ناسور کو ختم کیا ہے تو سوچی حکیم جو شدت کرتا ہے یہ بھی رحمت کا تقاضا ہے۔ فاسد مادوں کو نکالنے کیلئے حکیم جو شدت کرتا ہے تو اسے شدت مت کہو اسے زیادتی مت کہو اسے ظلم مت کہو۔ اگر حکیم ایسا نہیں کرے گا تو یہ مریض اچھا کیسے ہو گا؟ تو یہ علمائے ملتِ اسلامیہ جو ہیں کیا ہیں؟ اسی حکیم کے نائب ہیں، وارث ہیں ان کو بھی طریقہ علاج بتایا گیا ہے۔ بہت سے ایسے مریض ہیں جن کے اندر عقیدے کی برائیاں ہیں نظریات کی خامیاں ہیں۔ خیالات کی برائیاں ہیں۔ تو یہ حکیم جب ان خیالات کو نکالنے کیلئے ان خیالات کے ناسور پر نشتر چلاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مولانا عبدالوہاب صاحب تو ممبر پہ گالی دیتے ہیں مولانا محمد حنیف صاحب تو ممبر پر گالی دیتے ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب تو ممبر پہ گالی دیتے ہیں یہ مرض بول رہا ہے۔ ——— مرض اچھا ہو جائیگا تو کہیں گے بہت اچھا

آپ نے سمجھایا تھا، ہم تو رسول کے دشمنوں میں جا رہے تھے، آپ نے بچا لیا۔

کیا ہم گالیاں دیتے ہیں؟

جب تک ناسور رہے گا، جب تک کہ مادے رہیں گے، بو لی بھی رہے گی۔ تو دیکھو مولانا بھی خفا نہیں ہوتے، چاہے جو کچھ کہہ لو۔ مجھ سے پوچھا گیا تھا ایک مقام پر مولانا کا نام لے کر کہ مولانا عبدالوہاب کے بارے میں سنا گیا ہے کہ گالیاں دیتے ہیں اور وہ بھی ممبر پر گالیاں دیتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں نے بھی تمہارے بارے میں کچھ سنا ہے۔ کہا کیا سنا ہے؟ کہ تم نماز میں گالی دیتے ہو۔ وہ تو ممبر پر گالی دیتے ہیں، تو تم نماز میں گالی دیتے ہو۔ کہاں گالی دیتا ہوں؟ میں نے کہا تم نماز میں نہیں پڑھتے! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بولو شیطان کو گالی دی کہ نہیں دی شیطان کو رجیم کہا کہ نہیں کہا؟ شیطان کو مردود بتایا کہ نہیں بتایا؟ تو تم تو نماز میں گالی دیتے ہو۔ ہم تو صرف ممبر ہی پر گالی دیتے ہیں کہا کہ نہیں صاحب شیطان تو رجیم ہے ہی، لہٰذا اسے رجیم کہنا گالی نہیں ہے تو ہم نے بھی کہہ دیا کہ مولانا عبدالوہاب صاحب جن گمراہوں کو جو کہتے ہیں، وہ واقعی وہی ہیں، لہٰذا یہ گالی نہیں ہے۔

دو طرح کے مریض

تو اچھی طرح سمجھ لو حکیم جو برتتا ہے، وہ مرض کے ساتھ برتتا ہے مریض کے ساتھ نہیں برتا کرتا، مگر اتنا ضرور ہے کہ مریض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فرمانبردار مریض ہوتا ہے اور ایک نافرمان مریض ہوتا ہے جو بڑا چڑچڑا ہوتا ہے۔ فرماں بردار مریض حکیم کی ہر ہدایت بخوشی قبول کر لیتا ہے دواؤں کی تلخی اور کرواہٹ کی شدت کو برداشت کر لیتا ہے۔ اس کے برخلاف نافرمان مریض بڑا ہی ضدی ہوتا ہے۔ اس کے مزاج میں بڑی گستاخی رہتی ہے جو حکیم کے چہرے کو دیکھتا اور گالی شروع کر دیتا ہے۔ ابھی تو اس نے کچھ کیا بھی نہیں۔ ابھی تو کچھ بولے بھی ہیں، اس نے گالی شروع کر دی اتنا ضدی ہے سنو جی! رحمت تو ان کی سب کے ساتھ ہے، مگر محبت سب کے ساتھ نہیں ہو سکتی محبت تو فرمانبرداروں کے ساتھ ہو گی۔ محبت تو اطاعت شعاروں کے ساتھ ہو گی۔ محبت تو

ماننے والوں کے ساتھ ہوگی۔ محبت تو اشارۂ ابرو پر چلنے والوں کے ساتھ ہوگی ہاں یہ اور بات ہے، رحمت سب کے ساتھ ہے۔

رحمت و محبت کا فرق

رحمت و محبت کا فرق میں بتاؤں۔ دیکھو تین منزلوں سے آدمی گزرتا ہے۔ ماں اور بچے کی مثال سے سمجھاؤں ایک ہے تربیت اور ایک ہے رحمت اور ایک ہے محبت۔ ماں نے بچے کو دودھ پلا دیا تربیت کا حق ادا ہوگیا، مگر ماں بچے کو صرف دودھ پلا کے بات ختم نہیں کرتی۔ سینے سے لگا کے سُلاتی بھی ہے یہ رحمت ہے۔ دودھ پلانا تربیت اور گود میں رکھ کر سلا دینا یہ رحمت ہے اور اس کے بعد جب بچہ سو گیا، تو اس نے لے جا کر جھولے پر ڈال دیا اور جھولے میں ڈال کر ماں کام میں چلی گئی، مگر مڑ مڑ کے دیکھ رہی ہے کہیں بچہ جاگ تو نہیں گیا، کہیں ایڑیاں تو نہیں رگڑ رہا ہے تو دیکھو دودھ پلانا تربیت ہے گود میں لے کے سلا دینا رحمت ہے، اور غافل نہ رہنا یہ محبت ہے، تو محبت اور چیز ہے۔

رسول کی رحمت کفارِ مکّہ سے پوچھو

میرے رسول کی رحمت تو عام ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ اگر رسول کی رحمت پوچھنا چاہتے ہو تو جاؤ کفارِ مکّہ سے پوچھو اور اس منظر کو یاد کرو کہ میرا رسول مکّے کی سرزمین پر فاتحانہ شان سے آیا تھا۔ یہ اس قوم میں آیا جس قوم نے رسول کو اپنے وطن میں رہنے نہ دیا۔ یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کے چاہنے والوں کے سینے پر پتھر رکھا یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کو مدینے میں بھی چین سے رہنے نہ دیا تھا۔ یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کے چاہنے والوں کو آگ کے حوالے کیا تھا۔ آج یہ قوم محکوم اور مفتوح کی حیثیت سے سامنے ہے اور سیدنا خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوشِ شجاعت شباب پر ہے جوشِ غضب ابال کھا رہا ہے۔ الیوم یوم الملحمۃ۔ آج خون بہانے کا دن ہے۔ آج انتقام لینے کا دن ہے۔ حضرت خالد یہ کہہ رہے ہیں، مگر میرا رسول یہ کہہ

رہا ہے۔ الیوم یوم المرحمہ۔ الیوم یوم المرحمہ آج رحمتوں کا دن ہے آج احسان کرنے کا دن ہے۔ آج معاف کرنے کا دن ہے۔ آج مہربانی کا دن ہے اور رسول واقعی آپ سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔

اور سوچی! میرے رسول کہتے ہیں سنو جو ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو امان جو ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو امان۔ یہ حضرت سفیان کون ہیں؟ یہ وہی ہیں جنہوں نے ہر غزوہ میں شریک ہو کر اسلام کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرت ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہی ہیں جو ایمان لانے سے پہلے رسول کی دشمنی کا پورا حق ادا کرتے رہے۔ یہ ابو سفیان وہی ہیں جن کے گھر میں اسلام کے بڑھتے ہوئے وقار کو مٹانے کے منصوبے بنتے تھے۔ یہ حضرت ابو سفیان وہی ہیں جن کے گھر میں نہ جانے کتنے فتنوں کے پروگرام بنتے تھے۔ یہ حضرت ابو سفیان وہی ہیں جن کا گھر دارِ فتنہ بنا ہوا تھا۔ مگر میرا رسول کہہ رہا ہے جو ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے۔ یعنی دیکھو دنیا کے سلطانوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ کہیں جاتے ہیں تو دارِ امن کو دارِ فتنہ بنا دیتے ہیں اور یہ نبی کی رحمت ہے کہ دارِ فتنہ کو دار الاماں بنا رہی ہے ؎

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

میدانِ طائف سے پوچھو

رسول کی رحمت کو اگر دیکھنا ہے تو چلو میدانِ طائف میں دیکھو۔ یہ قوم جس نے رسول کو تقریر نہ کرنے دی۔ جس نے آپ کے اوپر پتھر برسائے۔ ذرا غور کرو، ذرا سوچو، کتنا ظلم کیا اور پھر ایک وقت آیا کہ ملک جبال، پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ کی قوم نے کیا کیا؟ رب سب دیکھ رہا ہے۔ اسی سمیع و بصیر نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ حکم دیں کہ اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ حکم دیجئے آپ جو چاہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کو اگر چاہیں تو میں ملا دوں؟ یہ قوم ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جائے۔

ذرا غور تو کرو۔ ایسے وقت میں انتقامی جذبہ کتنا جوش و شباب پر ہوا کرتا ہے مگر میرے رسول نے کہا سنو میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ ہلاک ہو جائیں۔ ان پر قوم نوح کا عذاب آ جائے ان پر عذاب قوم لوط آ جائے۔ ان پر عذاب قوم مدین آ جائے۔ میں نہیں چاہتا اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے عذاب نہ دے، نجات دے دے ہدایت دیدے۔ اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے ، تو راہِ مستقیم پر لگا دے۔ کیا پیارے الفاظ ہیں میرے رسول کریم کے۔ بل ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لا شریک بہ شیئاً۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کو مٹا دیا جائے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کو نیست و نابود کر دیا جائے میں یہ نہیں چاہتا کہ دھرتی سے ان کے نام و نشان کو مٹا دیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اولاً تو انہیں ایمان والا بنا دیا جائے اور اگر ان کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو کم سے کم ان کی پیٹھ میں سے ایک ایسی قوم نکلے جو ایک خدا کی پجاری ہو، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ سنو جی علماء کرام کہتے ہیں کہ رسول کی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ یہ ایمان والے ہیں اور ان کی پشت میں ایمان لانے والے بھی ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ابھی پشت ہی میں ہیں اور ابھی سے پکار رہے ہیں۔

تو نیکوں نے بُروں کو بچا لیا اور جو بُرے تھے مگر ان کے مقدر میں نیکی تھی۔ انہوں نے نیکی کو اختیار کر لیا ؎

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا!
کرم سب پہ ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے "رحمۃ للعالمین" ہو

اے محبوب ہم نے تجھے سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ | وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس میں دوست و دشمن کی تفریق نہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور

ہے انبیاء کرام آئے ایک قوم کیلئے رحمت ایک زمانے کیلئے رحمت، ایک ماحول کیلئے رحمت بن کر۔ مگر میرا رسول آیا تو سارے عالم کے لیے بن کر رحمت اولین و آخرین کیلئے رحمت۔ انبیاء و مرسلین کے لیے رحمت۔ تمام کائنات کے لئے رحمت۔ مگر رحمت اور ہے، محبت اور ہے۔ محبت و رافت کی جب بات آئے گی تو بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ تو مومنین کا مقدر بن چکی ہے۔ اگر رسول کی محبت ہو گی تو ایمان والوں سے ہو گی رحمت تو سبھی کے ساتھ ہے۔ مگر محبت صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے اور واقعی ایمان والا تو رسول کی محبت ہی کا بھوکا ہے۔ رسول کی محبت اگر ہو گی تو ایمان والوں کو ہو گی انہیں جنت چاہے ملے یا نہ ملے صرف یہی بات نہیں ہے کہ میں صرف جوشِ محبت میں یہ بات کہہ رہا ہوں، بلکہ یہیں تو یاد پڑ گیا کہ ایک صحابیِ رسول جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کیلئے مدینے بھیجا تھا، ور وہاں سے بہتر نفوسِ قدسیہ بارگاہِ رسالت میں آئے تھے اور ایمان لے آئے رسول پر اور پوچھا اس کا کیا اجر ملے گا؟ کیا صلہ ملے گا۔ جب حضور نے جنت کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ سرکار آپ کہاں ہوں گے؟ جنت کے ذکر سے انہیں اطمینان نہ ہوا۔ جنت کے ذکر سے انہیں سکون نہ ہوا لیکن جب ان مدینے والوں نے یہ سنا کہ سرکار تو انہیں کے ساتھ ہوں گے تو بس ان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ ان کو سکون مل گیا۔ تو دیکھو جو ایمان والے ہیں، وہ رسول کی محبت کے بھوکے ہیں۔ اور اگر ان کو یہ یقین ہو جائے کہ جنت میں سب کچھ ہو گا، مگر رسول نہ ہوں گے، تو ایسی جنت کو یہ چھوڑ دیں گے۔

میدانِ قیامت میں رحمت

اگر اب رسول کی محبت بھی سب کیلئے عام کر دی جائے تو ایمان والوں کے لئے طرۂ امتیاز کیا رہے گا؟ ایمان والوں کی خصوصیت کیا رہے گی؟ ایمان والے جو رسول کے چاہنے والے ہیں وہ بہرحال ممتاز رہیں گے۔ یہاں پر چلتے چلتے ایک شبہ لاکر ڈال دیا۔ شبہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنے امتی کیلئے رحمت اور جب ایسا ہے، تو پھر کیا بات ہے کہ جب میدانِ قیامت میں تو یہ انبیاء کرام

کے حضور میں جائیں گے اور عرض کریں گی کہ حضور ہمارے لئے آپ سفارش کردیں۔ تو یہ کہیں گے
اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ میرے غیر کے پاس جاؤ۔ یہ رحمت کے خلاف بات ہوئی کہ نہیں ارے
کم از کم دُعا تو کردینا چاہیے تھی۔ یہ دوسرے کے پاس کیوں بھیج رہے ہیں؟ واقعی غور کرو۔ انبیا کا
یہ فرمانا کہ میرے غیر کے پاس جاؤ، یہ بھی رحمت ہے اس لئے کہ وہ جان رہے ہیں کہ یہ شفاعت
کبریٰ ہے اس کا دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں کھولیگا۔ جبھی کہتے ہیں کہ
یہاں کیوں آئے ہو! وہاں جاؤ جہاں جانا چاہیے، تو رسول کے پاس بھیجنا یہ بھی رحمت کا تقاضا تھا
یہاں نام پاس کرانے سے کیا فائدہ تھا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ سارے عالم کے
لئے رحمت۔ دوستو موضوع تو بہت ہی وسیع ہے مگر چلتے چلتے ایک آخری بات اور کہہ کر کلام کو مختصر کردوں

قصور کس کا ہے

طوفانِ نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ؟
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں۔

اگر اثر کریں تو دو آنسو بھی کافی ہیں اور نہ اثر کریں تو دن بھر کا رونا بے کار ہے دیکھو سوال یہ ہے
جب رسول سب کیلئے رحمت ہیں تو اس رحمت سے سب کو فائدہ ہوا کہ نہیں؟ اس سلسلے میں بس دو
مشہور حدیث سنا دوں؛ جیسے علماء سے آپ نے سنا ہوگا۔ دیکھو بارش سب کیلئے رحمت۔ بارش ہوتی تو
ہر جگہ ہے رئیسوں کے ایوانوں پر بھی غریبوں کی جھونپڑیوں پر بھی چٹیل میدانوں پر بھی اور سبزہ زاروں
پر بھی۔ برسنے کا ایک ہی انداز، مگر کیا سب کو یکساں فائدہ ملتا ہے؟ اور اگر سب فائدہ حاصل نہ کرسکیں تو
کیا قصور فائدہ دینے والے کا ہے؟ یہ کیا بات کہ اسی آگ میں لوہا گیا تو سرخ ہو کر نکلا اور پتھر گیا تو سیاہ ہو کر
نکلا جس آگ نے لوہے کو سرخی دی تھی، اس نے پتھر کو سیاہی کیوں دی! تو یہی جواب دوگے لوہا سرخ
ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا پتھر کے مقدر میں سیاہی تھی۔ جس رسول نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
آسمانِ صدق و صداقت کا آفتاب بنایا، وہاں سے ابوجہل کچھ نہ لے سکا۔ جس رسول نے فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرقِ انسانیت کا تاجدار بنایا، اس رسول سے ابولہب کچھ نہ لے سکا تو معلوم یہ ہوا
کہ دینے والا تو سبھی کو دینے آیا تھا۔ لینے والوں میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ دینے والا ایک ہی انداز

سے دیا کرتا ہے الغرض بارش ہر جگہ ہوئی اب اگر کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو بارش کا کیا قصور؟ دریا کے کنارے کوئی پیاسا مر جائے تو دریا کا کیا قصور؟ دسترخوان لگا ہوا ہے کوئی بھوکا مر جائے تو کھانے کا کیا قصور؟ ہاتھ میں دوا لیئے ہو اور بے دوا کھائے مر جائے تو اس میں دوا کا کیا قصور؟ جنابِ والا! اپنے قصور پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے۔

بارشِ نبوت کے تالاب

بارش تو ہوتی ہے ہر جگہ، مگر فائدہ کس کو ملتا ہے؟ اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک گڑھے والی زمین یہ مولانا حنیف صاحب۔ یہ مولانا عبدالوہاب صاحب۔ یہ ہمارے شیخ طریقت پیر نورانی میاں صاحب یہ مولانا نیاز صاحب۔ یہ مولانا احمد سعید صاحب یہ جو علمائے کرام ہیں یہ گڑھے والی زمین ہیں اور ایک وہ زمین ہے جو گڑھے والی نہیں ہوتی اس میں گڑھا نہیں، مگر نرم و نازک ہوتی ہے۔ یہ جتنے اہل ایمان ہیں وہ سب ایسی ہی زمین ہیں اب جو گڑھے والی زمین ہوتی ہے جب بارش ہوتی ہے تو وہ خوب ٹھنڈی بھی ہو جاتی ہے اور پانی بھی جمع کر لیتی ہے اور پانی جمع کر کے دوسروں کی پیاس بجھاتی ہے۔ یہ گڑھے والے لوگ ہیں یہ دوسروں کی پیاس بجھاتے ہیں یہ بارش نبوت کے تالاب ہیں حدیث نے علماء کو بارشِ نبوت کے تالاب فرمایا ہے اسی لیے مچھلیاں ان کی زندگی کی دعائیں کرتی ہیں۔ اب اگر کچھ لوگ ان کیلئے بد دعا کریں تو کچھ حرج نہیں۔ ساری مخلوق دعا کرتی ہے کہ علماء کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اب جن کو بارش کی ضرورت نہیں تو انہیں علماء کی بھی ضرورت نہیں، مگر جنہیں بارش کی ضرورت ہے وہ علماء کی حیات کیلئے دعا کرتے ہیں اگر عالم نہیں ہوں گے، تو بارش بھی نہیں ہو گی۔ رب تبارک و تعالیٰ ان کی برکت سے بارش کا نزول فرماتا ہے تو اب یہ گڑھے والے ہیں۔ بارشِ نبوت کے تالاب یہ خود بھی سیراب ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کر رہے ہیں اور ایک وہ ہیں جو نرم و نازک ہیں۔ بارشِ نبوت سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ان میں سبزیاں بھی اگ آتی ہیں، لہٰذا سرسبز و شاداب رہتے ہیں، مگر یہ گڑھے والے نہیں ہیں یعنی وہ دوسروں کو سیراب نہیں کر سکتے۔ الغرض جب بارش ہوتی ہے تو یہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ یہیں دیکھ لو ذکرِ رسول سے

تمہاری پیشانیاں چمک اٹھیں۔ تمہارا دل خوش ہو گیا، مگر یہ مت سمجھو کہ تمہاری طرح سبھی خوش ہوتے ہیں، اسی طرح ذکر سے تو تم خوش ہوتے ہو، مگر کچھ لوگ جلتے بھی ہیں۔

اسی پر مجھ کو وہ لطیفہ بار بار یاد آتا ہے۔ میں اکثر کہہ دیا کرتا ہوں کہ جب شمع جلتی ہے تو تین جلتے ہیں ایک تو خود شمع جلتی ہے۔ دوسرا اس پر پروانہ جلتا ہے۔ دو جلے اور تیسرا ان کے تعلق کو دیکھ کر ایک اور بھی جلتا ہے۔ بغیر آگ کے جلتا ہے شمع اپنی لو میں جل رہی ہے پروانہ شمع کی لو سے جل رہا ہے اور وہ دور ہی دور سے جل رہے ہیں۔ عجیب جلن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پروانہ جلا تو اس کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ باز وجل گئے، مگر شمع کے قدموں میں جگہ ملی۔ مگر یہ دور دور سے جلنے والے ان کی نہ ادھر کی جگہ نہ ادھر کی جگہ۔

نبوت کی بارش سے فائدہ

یہ زمین جو ہمارے سامنے ہے، اہلِ ایمان کی زمین یہ وہ زمین ہے جس پر بارشِ نبوت ہوئی تو یہ ہری بھری ہو گئی اور ایک زمین اور ہے، بڑی سخت زمین ہے، بہت سخت پتھر کی طرح سخت۔ گنبد کی طرح گول ہوتا ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو پانی اس سے ٹکرا کر نیچے چلا گیا اور اسے کوئی فائدہ نہ مل سکا دیکھا نہیں آپ نے کہ پہاڑ پر بارش ہو رہی ہے پانی نیچے آ رہا ہے۔ برستا اس پر ہے اور فائدہ نیچے والے کو ملتا ہے اب اگر فائدہ گنبد والے کو نہ پہنچے تو برسنے والے کا کیا قصور؟ اگر تمہیں فائدہ لینا تھا کہ تو گنبد کیوں بنے؟ فائدہ لینا تھا تو سخت پتھر کیوں بنے؟ محبت کی نرمی کیوں پیدا نہیں کی؟ عشق کا گداز کیوں نہیں پیدا کیا؟ تم گڑھے والے کیوں نہیں بن گئے؟ تم تالاب کیوں نہیں بن گئے؟ فائدہ لینا تھا تو کیوں نہیں بنے کو اس قابل بنایا؟ برسنے والے کا قصور نہیں، مگر ایک بات آپ سوچیں گے یہ جو سخت پتھر ہیں۔ اگر ان کو رسول کی رحمت سے کچھ نہیں ملا، تو رسول رحمۃ للعالمین کیسے ہوں گے؟ یہ بھی تو عالم میں ہیں۔ تو میں کہوں گا سوچو ان کو بھی کچھ ضرور ملا۔ جب دیکھو گنبد پر بارش ہوتی ہے تو گنبد کے کلیجے کو ٹھنڈک تو نہیں ملتی مگر گنبد کے اوپر جو گرد و غبار ہے، وہ چھٹ جاتا ہے کہ نہیں؟ چمک آ جاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ چہرہ بدل جاتا ہے۔ نقشہ بدل جاتا ہے۔ دل میں ٹھنڈک پہنچے یا نہ پہنچے چہرہ بدل جائے گا۔ لباس بدل

جائے گا تو میں کہتا ہوں یہ بھی رسول کی رحمت ہے کہ جو لوگ رسول کی عداوت و دشمنی رکھتے تھے چہرے ان کے بھی بدلے ہوئے ہیں۔

کچھ نقشہ تو بدل گیا ہے نا اور ایسا بدلا ہوا ہے کہ لوگ مولوی صاحب بھی کہتے ہیں مولانا صاحب بھی کہتے ہیں امام صاحب بھی کہتے ہیں۔ حافظ جی بھی کہتے ہیں تو یہ بھی رسول کی رحمت ہے کہ گرد و غبار اڑ گئے ہیں، دل میں ٹھنڈک پہنچے یا نہ پہنچے۔ یہ کون دیکھتا ہے، کم سے کم چہرہ تو بدل گیا

نجد کا ترجمہ

دیکھو دوستو! ایک کتاب ہے "غیاث اللغات" اس کا نام ہے جو لکھنؤ چھپے میں لکھی گئی نہ بریلی میں۔ اس کے مؤلف مولانا عبدالوہاب صاحب بھی نہیں۔ مولانا محمد حنیف صاحب بھی نہیں، غیاث اللغات لغت کی کتاب ہے ڈکشنری ہے اس کو اٹھا کر تو دیکھو اس میں لکھا ہے نجد کے معنی ہیں سخت ابھری ہوئی زمین۔ اس ترجمے کو دیکھا تو ایمان تازہ ہو گیا۔ اے رسول آپ کی رحمت تو ہر جگہ برسی۔ یمن میں برسی، شام میں برسی۔ مدینہ میں برسی، مکے میں بھی، نجد میں بھی۔ آپ ہر جگہ کیلئے رحمت ہیں، مگر وہ ابھری سخت زمین اسے کچھ نہ ملا۔ یمن والے بازی لے گئے۔ شام والے بازی لے گئے، مکے والے بازی لے گئے مدینے والے بازی لے گئے، مگر نجد محروم رہا۔ وہاں برسا اور وادی والے فائدہ اٹھا لے گئے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اے محبوب ہم نے آپ کو سارے عالم کیلئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں، وہ ہر عالم میں رہتے ہیں ؎
بہ فیضِ رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے

اب کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیجئے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر ∴ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ∴ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ∴ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ∴ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہوگیا محدود

درود پاک تین بار :۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ :۔ یہ رسول ہیں ان میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے شرفِ ہمکلامی سے مشرف فرمایا اور بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے درجوں بلند کیا ہے
اگر میں آپ سے کہوں کہ اس مجمع کے اندر بعض وہ ہیں جن کو بعض پر فضیلت حاصل ہے تو آپ کو اسے مان لینے میں کوئی انکار نہیں ہوگا، ظاہر ہے کہ اتنا بڑا مجمع ہے تو اس میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہی ہوگی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے سمجھنے میں کوئی دشواری ہو، لیکن اگر میں یہ کہوں

کہ اسی میں ایک ایسا ہے جو ان سب پر درجوں فضیلت رکھتا ہے، تو اب اس ایک کا سمجھنا بہت دشوار ہے۔ آخر وہ ایک کون ہے جو ان تمام پر درجوں فضیلت رکھتا ہے۔ ہم نے نام نہیں لیا ہم نے کوئی وصف ذکر نہیں کیا۔ کوئی وصف مخصوص اگر ذکر کر دیتے تو ذہن ادھر چلا جاتا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ اگر کوئی خاص بات اس کی طرف جو مشہور تھی، ذکر کر دیتے تو ذہن اس کی طرف چلا جاتا، مگر ہم نے یہ انداز بیاں اختیار کیا ہے۔ نہ نام لیا ہے نہ کسی کمال کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کسی صفت کا ذکر کیا ہے۔ بس مجمل طور پر اتنا ہی کہہ دیا ہے کہ اس پورے مجمع میں ایک ایسا ہے جو اپنے ماسوا پر درجوں بلند ہے بتاؤ کتنی دشواری ہے۔ اس ایک نکتے کو سمجھنے کیلئے کس قدر پریشانی ہے۔ اس ایک کا علم حاصل کرنے کیلئے ہے نا پریشانی ہے کوئی جو جواب دے سکے۔ ہے کوئی جو بتا سکے کہ وہ کون ہے جو درجوں بلند ہے۔ مگر دوستو! دشواری کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ فرض کر لو اس مجمع میں ایک ایسا انسان ہے جس کی بلندی جانی پہچانی ہو، جس کی رفعت کے پرچم لہرا چکے ہوں جسکی عظمت کا سکہ لوگوں کے دل و دماغ پر بٹھایا جا چکا ہو۔ اگر کوئی ایسا انسان اس مجمع میں ہے تو یقین جانو نہ نام لینے کی ضرورت ہے نہ اس کی کسی صفتِ مخصوصہ کے ذکر کی ضرورت ہے۔ ہم صرف یہ کہیں گے کہ یہاں ایک ایسا ہے جو درجوں بلند ہے، تو سب کا ذہن اسی طرف چلا جائیگا۔ وہ درجوں بلند ہونے والا وہی ہے، وہ رفعت والا وہی ہے۔ وہ شوکت والا وہی ہے۔ وہ برتری والا وہی ہے وہ افضیلت والا وہی ہے جس کی افضیلت کے پرچم ہمیشہ لہراتے رہے جس کی افضیلت کے ترانے گانے والے ہمیشہ گاتے رہے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے کہ نام نہ لو، ذہن ادھر چلا جائے ایسے بلند بہت کم ہوا کرتے ہیں کہ بلندی کا ذکر ہو اور خیال ان کی طرف چلا جائے۔

درجات کی بلندی

تو آؤ تلاش کیا جائے کہ قرآنِ کریم نے جس کو درجوں بلند بتایا ہے، وہ کون ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ میں تو ارشاد ملتا ہے کہ شرفِ ہمکلامی سے مشرف ہونے والے سیدنا کلیم علیہ السلام ہیں، مگر وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ ہم نے جس کو درجوں بلند کیا ہے، وہ کون ہے؟ یہ رفعت والا کون

ہے؟ یہ عظمت والا کون ہے؟ ایک چیز یہاں ذہن نشین کرتے چلیے۔ دیکھیے یہ جو فضیلت کی بات ارشاد فرمائی جا رہی ہے، وہ انسانوں کے مابین فضیلت کی بات نہیں کہ انسانوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ وہ پڑھے لکھے لوگوں یا عبادت گزاروں کے درمیان فضیلت کی بات نہیں کہ پڑھے لکھے لوگوں پر بعض کو بعض پر فضیلت دی یا عبادت کرنے والوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی بلکہ آیت کریمہ میں رسولوں کا ذکر ہے کہ رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور یہ جو درجوں بلند ہونیوالا ہے وہ عام انسانوں پر نہیں، بلکہ ان بلند ہونے والوں پر درجوں بلند ہے۔ اب آؤ جن کے بعض پر بعض کو فضیلت دی گئی ہے۔ پہلے ان بلند ہونے والوں کو سمجھو، پہلے حضرت آدم کو سمجھو پہلے حضرت خلیل کو سمجھو پہلے حضرت اسمٰعیل کو سمجھو۔ پہلے حضرت کلیم کو سمجھو پہلے حضرت مسیح کو سمجھو پہلے سارے انبیاء سابقین کو سمجھو اور جب تم ان کے مقام کو جہاں تک سمجھ سکو سمجھ لو۔ تو اب آؤ اور اس کو سمجھو جو ان بلند ہونے والوں درجوں پر بلند ہے۔ اس کے علم کو دیکھو گے؟ تو پہلے علم والوں کو سمجھو، اس کے کمالات کو سمجھنا چاہتے ہو تو پہلے فضیلت والوں کو سمجھو، اختیار والوں کو سمجھو۔

الغرض بلند کرنے والے نے انبیاء و مرسلین پر اس کو درجوں بلند کیا۔ یہ تو بعد میں تحقیق ہوگی کہ آخر یہ بلند ہونیوالا کون ہے؟ مگر اس مقام پر غور کرو کہ جب یہ حضرت کلیم پر درجوں بلند ہیں جب یہ حضرت خلیل پر درجوں بلند ہیں۔ جب یہ حضرت مسیح پر درجوں بلند ہیں جب یہ حضرت نوح پر درجوں بلند ہیں۔ تو ہم سے کتنے بلند ہوں گے اس کا کچھ اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ ہُما وشما پر بلند ہونے والا کتنا بلند ہوگا۔ اب کتنے شرم کی بات ہے کہ جو حضرت خلیل پر درجوں بلند ہو جو حضرت مسیح پر درجوں بلند ہو۔ اس کے متعلق آپ یہ سوچنے لگیں کہ ہماری طرح چلتا پھرتا ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اس کو آپ اپنے سے ملانے سے پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ تم اس طرح سب انبیاء پر درجوں بلند ہو۔ تمہارا طرز فکر بتا رہا ہے کہ تم پستی کی بدترین منزل میں ہو اور نہیں میاں ہم تو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ تم پستی کی کس منزل میں ہو۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرما رہا ہے جن کی رفعت و بلندی میں ذرا برابر شک کی بات نہیں ہے۔

فضیلت کسے کہتے ہیں

اچھا آئیے ایک علمی نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں۔ الفاظ ملتے جلتے ہیں، مگر تھوڑا تھوڑا معنوی فرق ہے۔ یہ عظمت ہے، یہ کرامت ہے، یہ شرافت ہے، یہ رفعت ہے، یہ فضیلت ہے۔ الفاظ بالکل ملتے جلتے ہیں، مگر تھوڑا سا فرق میں آپ کو بتا تا جاؤں۔ یہ فضیلت کس بات میں ہوتی ہے! فضیلت ہوتی ہے علمی حیثیت سے۔ کسی کو علم میں اگر برتری حاصل ہو تو اس کو کہیں گے یہ صاحب فضیلت ہے۔ فضیلت ملتی ہے علم سے۔ اسی لیے آپ مدرسوں میں دیکھتے ہیں کہ دستارِ فضیلت کے جلسے ہوتے رہتے ہیں، مگر دستارِ شرافت کے اجلاس نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ فضیلت ملتی ہے علم سے اور شرافت ملتی ہے نسب سے۔ اسی نسب کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں فلاں بڑی ہی شرافتِ نسبی والا ہے اور کرامت ملتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وہ جس کو چاہے کرامت والا بنا دے۔ تو کرامت ملتی ہے اللہ و رسول کے حکم و فیضان سے اور عظمت ملتی ہے خدا اور رسول کی طرف نسبت سے۔

رفعت کی تعریف

اور جو رفعت ہے، وہ ان سب کو شامل ہے۔ رفعت میں عظمت بھی ہے، شرافت بھی ہے فضیلت بھی ہے، کرامت بھی ہے تو پتہ یہ چلا کہ یہ جو بتایا جا رہا ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے وہاں فضیلت سے علم مراد ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ اب اگر رفع بعضھم کی جگہ فَضَّلَ بَعْضَھُمْ کا فقرہ ہوتا، تو ہم سمجھتے کہ ہمارا رسول انبیاء کے گروہ میں، انبیاء کے جھرمٹ میں صرف علم میں ممتاز ہے، مگر وہاں رفعت کا ذکر استعمال فرما کے یہ بتایا کہ ہمارا محبوب جو ہے وہ فضیلت میں بھی ممتاز ہے، شرافت میں بھی ممتاز ہے۔ کرامت میں بھی ممتاز ہے۔ معجزے میں بھی ممتاز ہے۔ کمالات میں بھی ممتاز ہے۔ الغرض ہر چیز میں ممتاز ہے۔ وَ رَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ)۔ ہم نے بعض کو درجوں بلند کیا۔ ہم آپ کو زیادہ اجمال میں نہیں رکھنا چاہتے۔

بندا مفسرین کرام کا یہ ارشاد آپ کے سامنے عرض کر دیتے ہیں کہ بعض سے مراد ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کائنات سرمدین کو پورے طور پر نگاہ میں رکھو اور پھر سوچو کہ سرکار عربی کو ان سب پر درجوں بلند کیا گیا ہے۔ کتنے درجے بلند کئے؟ ذرا شمار کیا جائے۔ مگر دوستو! یہاں ابہام کا معاملہ ہے۔ لینے والے نے لیا اور دینے والے نے دیا۔ بات پوشیدہ کی پوشیدہ ہی یہی ایک جگہ نہیں، بلکہ بہت سی جگہ بات مبہم رکھی گئی ہے۔ ہم ہر جگہ پریشان ہیں۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى دے دیا اپنے بندے کو جو دے دیا۔ کیا دیا پتہ نہیں۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے محبوب! ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ کتنا بلند کیا پتہ نہیں۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اے محبوب! جو تم نہیں جانتے تھے، سب سکھا دیا۔ کتنا سکھا دیا پتہ نہیں۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اے محبوب! خدا نے تجھے درجوں بلند کر دیا۔ کتنا بلند کیا پتہ نہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ میرے رسول کو جو حقیقی بلندی و رفعت حاصل ہے۔ ہمارے الفاظ اس کو بیان کرنے سے عاجز ہیں یا یہ کہ ہم اسے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ جیسا دماغ ہے، ویسا ہی ہمیں سمجھایا۔ اس رفعت کو ہم میں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں جو رفعت ملی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔

رسول کے وسیلے سے دُعا مانگنا

مگر آپ یہ دعویٰ کریں گے کہ بعض کا ترجمہ انہوں نے جو کیا ہے کس روشنی میں کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اسی اصول کو سامنے رکھو جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ وہ کون ہے جس کی عظمت و رفعت جانی پہچانی ہے تو آؤ دیکھو اس رسول کو آج ہی لوگوں نے نہیں جانا۔ اس رسول کو لوگ بہت پہلے ہی سے جان رہے تھے یہی وہ رسول ہیں کہ جس کے وسیلے سے دعائیں کرانے والے یہ الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ نَعْتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ	اے اللہ ہمیں ان پر غلبہ دے اس نبی کے واسطے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والا اور جن کی صفتیں ہم توریت کے اندر پاتے ہیں

ذرا غور کرو حضرت کلیم علیہ السلام کا ماننے والا کلمہ پڑھ رہا ہے حضرت کلیم کا اور واسطہ دے رہا ہے نبی آخرالزمان کا۔ ذرا سوچو حضرت مسیح علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والا حضرت مسیح کا کلمہ پڑھ رہا ہے اور واسطہ دے رہا ہے نبی آخرالزمان کا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کے ہر دور میں نبی آخرالزمان کا بڑا چرچا تھا۔ ہر طرف ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمہیں ایسا کوئی نبی نہیں ملے گا جس نے اس نبی کو یاد نہ کیا ہو جس نے اس نبی کا ذکر نہ کیا ہو۔ تو جب سارے گروہ انبیاء میں اس کا چرچا ہی چرچا ہے تو اب اگر کوئی ہم سے کہے گا کہ انہیں میں ایک ایسا ہے جو درجوں بلند ہے۔ ذہن اسی کی طرف توجہ دے گا، وہ درجوں بلند ہونے والا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، مگر میں بہت سارے مباحث کو نظرانداز کر کے آپ کی توجہ خاص قرآنِ کریم کی طرف لے جانا چاہتا ہوں پہلے اس درجوں بلند ہونے والے کو سمجھو۔ میں کوشش یہ کروں گا کہ قرآنِ کریم سے آپ سمجھیں کہ وہ درجوں بلند ہونے والا کون ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اس نے بعض کو درجوں بلند کیا۔ یہ بعض کون ہے؟ قرآنِ کریم سے پوچھو۔

حضرت خلیل کا معروضہ

دیکھو گروہِ انبیاء کا معاملہ ہے۔ انہیں میں ایک پر دوسرے کو فضیلت دینے کا معاملہ ہے۔ لہٰذا گروہِ انبیاء کے احوال و کوائف قرآنِ کریم سے ہمیں حاصل کرنا ہے اور ہم یہ کوشش کریں گے کہ جو کچھ عرض کریں، وہ قرآنی آیات کی روشنی میں عرض کریں۔ دیکھو حضرت خلیل کی جلالتِ شان کو کون نہیں جانتا۔ اللہ کے خلیل بارگاہِ خداوندی میں کیا عرض کر رہے ہیں۔ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ اے اللہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ فرمانا۔ سیدنا خلیل کے رسوا ہونے کا سوال ہی کیا ہے؟ یہ نبی و رسول اور اللہ کے خلیل ہیں۔ نہ جانے کتنے کو ان کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے رسوائی سے نجات ملے گی۔ ان کے رسوا ہونے کا کیا سوال! مگر یہ ان کی شانِ عبدیت یہ ان کا بارگاہِ الٰہی کا قرب ہے کہ عرض کر رہے ہیں۔ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ۔ الٰہ العالمین مجھے قیامت کے

دن رسوانہ فرمانا۔ سوچو ایک نبی جلیل معبود برحق کی بارگاہ میں معروضہ پیش کر رہا ہے اور بندے
کو حق ہے کہ اپنے مالک کی بارگاہ میں جس طرح سے چاہے اپنے معروضات کو پیش کرے ولا تخزنی
یوم یبعثون اے رب العالمین قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ یہ حضرت خلیل علیہ السلام عرض
کر رہے ہیں۔ ایک منظر تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرا منظر یہ دیکھتے ہیں رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد
فرمایا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ۔ سنو قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اللہ
اپنے نبی کو، نبی تو نبی جو دامنِ نبوت سے وابستہ ہو جائیں، ان ایمان والوں کو بھی رسوا نہ فرمائے گا۔ کیا
مطلب؟ حضرت خلیل نے اپنی زبان مبارک سے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ اے رب
ہمیں رسوا نہ فرمانا۔ اور حبیب کو بولنے بھی نہیں دیا جا رہا ہے۔ میرا رسول بھی اگر کہتا تو کچھ حیرت
کی بات نہ تھی، کچھ تعجب کی بات نہ تھی۔ حضرت خلیل ایک مرتبہ معروضہ پیش کر چکے تھے تو اب رسول
کو زحمت نہیں دی جا رہی ہے کہ اے محبوب! تم بھی وہی بات کہو جو حضرت خلیل کہہ چکے ہیں۔
انہوں نے کہا تھا۔ لا تخزنی یوم یبعثون۔ وہ دعا کر رہے ہیں اور اے محبوب! میں تجھے مژدہ سنا رہا
ہوں زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ مجھ سے معروضہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے
اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کو ظاہر فرما رہا ہے کہ قیامت کے دن اے محبوب! وہ تمہیں رسوا نہ کریگا اور تمہاری
رسوائی کا کیا سوال ہے؟ جو تمہارے دامن سے وابستہ ہو جائیں ان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ
رسوا نہ فرمائے گا۔ جب ایمان والوں کو رسوا نہ فرمائیگا تو جانِ ایمان کو رسوا فرمانے کا سوال ہی کیا ہے
واقعی دوستو! رب کی شانِ ستاری و غفاری دیکھو۔ کتنا کرم فرما رہا ہے، اُمتِ محمدیہ کے اوپر۔ مجھے تو
ایک حدیث یاد آگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے تھے تو
رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا، اے محمد! کیا تمہیں اس بات کا غم ہے کہ میں نے تم کو سب کا
آخری نبی بنایا ہے۔ سارے نبیوں کے آخر میں بھیجا ہے۔ تو سرکارِ عربی نے کہا، نہیں مجھے اس کا کوئی
رنج نہیں ہے۔ کیا تمہاری امت کو اس بات کا رنج ہے کہ میں نے اسے خیر الامم بنایا ہے۔ ساری
امتوں کے آخر میں بنایا ہے۔ تو سرکار نے عرض کیا۔ نہیں میری امت کو بھی اس کا رنج نہیں۔ رب

تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محمد جاؤ اپنے ماننے والوں کو سنادو، انہیں خبر کر دو کہ ہم نے تمہیں سب کے آخر میں اس لئے بھیجا ہے، ساری امتیں تمہارے سامنے رسوا ہوں، مگر تم کسی کے سامنے رسوا نہ ہو۔ تمہارا کوئی مذاق نہ اڑائے۔ یہی تو ہو رہا ہے کہ ہم بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ قوم ثمود کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں قوم عاد کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ قوم مدین کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ مگر جب ہمارا نبی آخری نبی ہے۔ تو بعد میں کوئی امت اور آئے گی ہی نہیں، جو ہمارے کرتوتوں کا ذکر کرے اور ہنسے۔

تو دیکھو رسول آخری نبی اور امت آخری امت۔ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ آخر میں کیوں بھیجا تاکہ کوئی نئی امت ہمارا مذاق نہ اڑا سکے۔ ہمارے اوپر طنز نہ کرسکے۔ ہمارے اوپر استہزا نہ رہ سکے۔ دوستو الفاظ حدیث تو اپنی جگہ پر ہیں، مگر اس سے تو مجھے ایک اشارۂ رحمت ملتا ہے جب رب تبارک وتعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اُمتِ محمدیہ کسی ایک امت کے سامنے رسوا ہو تو قیامت میں وہ اس امت کو کیسے رسوا فرمائے گا۔ وہاں تو ساری امتیں موجود ہوں گی تو یہ رسول کی رحمت ہے جو ہمیں یہاں بھی رسوائی سے بچا رہی ہے اور وہاں بھی رسوائی سے بچا رہی ہے، يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ذرا غور تو کرو رسوائی سے بچنے کا مژدہ ہے۔ ایمان والوں کے رسوا ہونے کا ذکر ہی کیا۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ رسول کی امت کو اد سرفراز کیا جارہا ہے، سربلند کیا جارہا ہے۔ نوازشات کا مرکز بنایا جارہا ہے۔

میدانِ حشر میں کفار کا اقرار

ذرا میدانِ محشر کا وہ جانا پہچانا منظر سامنے لے آؤ جو علمائے کرام سے آپ سن چکے ہیں۔ حشر میں انبیاء کرام اس بات کے مدعی ہوں گے الٰہ العالمین ہم نے تیرے پیغام کو تیرے بندوں تک پہنچایا اور کفار انکار کریں گے کہ نہیں پہنچایا۔ حضرات انبیاء کرام اپنی دلیل میں گواہ بنا رہے ہیں اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ جب کفار کے خلاف اور انبیاء کے حق میں اُمتِ رسول گواہی دے گی تو اس وقت کافروں کو یہ اعتراض ہوگا کہ یہ اُمت ہمارے زمانے

میں نہیں تھی۔ ان کی بے دیکھی گواہی قابلِ قبول نہیں تو امت اپنے رسول کی ذات کو پیش کریگی کہ ہم کو یہ بات ہمارے رسول نے بتائی۔ اب سرکارِ عربی کو گواہ بنایا جائے گا۔ سرکارِ عربی جب گواہ ہوں گے تو اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ مگر سوچو! جن کافروں نے امتِ رسول کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ ہمارے زمانے میں نہیں تھے۔ ان میں سے کسی میں یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اے رسولِ عربی! آپ بھی تو ہمارے زمانے میں نہیں تھے۔ جب آپ بھی نہیں تھے تو آپ کی گواہی بھی سُنی ہوئی ہے، دیکھی ہوئی نہیں ہے۔ ہمیں دیکھا ہوا گواہ چاہیے۔ ہم سننے والے کی نہیں سنتے کہنا چاہیے تھا نا دوستو! ابوجہل جیسا دشمن بھی کھڑا نہ ہو سکا۔ ابولہب جیسا گستاخ بھی کچھ نہ بول سکا خیر یہ تو رسول کے زمانے میں موجود تھے۔ ان سے پہلے آنیوالے فرعون و نمرود بھی نہ کھڑے ہو سکے قارون و ہامان بھی نہ کھڑا ہو سکا۔ کوئی تو کھڑا ہو کر کہتا۔ آپ کیسے گواہ نہیں۔ رسول کی شانِ رسالت سے وہ ڈر گئے۔ رسول کی شانِ نبوت سے وہ ڈر گئے ایسی بات مت کہو اگر وہ شانِ نبوت سے ڈرنےوالے ہوتے تو کیا حضرت کلیم کے ساتھ جلالتِ رسالت نہیں تھی؟ کیا حضرت مسیح کے ساتھ جلالتِ رسالت نہیں تھی؟ نہیں، وہاں تو انکار کا جذبہ تھا۔ انکار کر سکتے تھے، مگر سارے اہلِ محشر خاموش رہ کر بتا رہے ہیں اور اپنے عمل سے ظاہر کر رہے ہیں کہ امت کی گواہی تو بے دیکھی تھی، مگر اس امت والے کی گواہی تو بے دیکھی نہیں تھی۔ یہ دیکھ کے گواہی دے رہے ہیں۔ مشاہدہ فرما کر گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ وہ وہاں مسترد کر سکتے تھے۔ آج دنیا انکار کا حوصلہ رکھے تو انکار کرے آج جس قدر تم انکار کرو کر سکتے ہو آج سرکشی و تمرد کی جس راہ پر چلو چل سکتے ہو، مگر قیامت میں تمہیں بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ رسول کی گواہی دیکھی ہوئی ہے اور جب دیکھی ہوئی گواہی ہوتی ہے تو پھر کسی اور گواہ کا انتظار نہیں ہوتا۔

نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق

میں نے تفسیر روح البیان اٹھا کر دیکھی، تو اس میں لفظ شاہد کی ایک بہت پیاری تفسیر تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ لَمَّا کَانَ اَوَّلُ مَخْلُوْقٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شَاھَدَ بِوَحْدَانِیَّۃِ الْحَقِّ وَشَاھَدَ بِمَا اَخْرَجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ۔

چونکہ نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ نہیں کہا کہ اللہ کا مشاہدہ فرمایا، بلکہ یہ کہا کہ اللہ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمایا۔ دیکھئے ایک ہے واحد کا دیکھنا اور ایک ہے وحدانیت کا دیکھنا۔ ایک ہے احد کا دیکھنا اور ایک ہے احدیت کا دیکھنا بات بہت باریک ہے، مگر عرض کر کے آگے بڑھوں۔ اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ یہاں سب سے پہلے کون آیا؟ کیا میں بتا سکوں گا؟ اس لئے کہ میں خود ہی پیچھے آیا تو میں کیا بتا سکوں گا کہ سب سے پہلے کون آیا! اور اگر میں بتاؤں گا بھی تو یہ ظن و تخمین کی بات ہوگی۔ علم کی بات ہوگی، مگر مشاہدے کی بات نہیں ہوگی۔ اور اگر میں سب سے پہلے یہاں موجود ہوتا اور پھر آنے والا ایک ایک کر کے آتا۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے کہ پہلے کون آیا، تو میں یہ فیصلہ کرتا، وہ مشاہدے کا فیصلہ ہوتا۔

تو دیکھو یہ نوعِ انسان مخلوقات میں سب سے آخری نوع ہے، سب سے آخری مخلوق ہے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے زمین کا فرش بچھایا جا چکا تھا۔ آسمان کا شامیانہ لگایا جا چکا تھا چاند وسورج کے چراغ جلائے جا چکے تھے ستاروں کی قندیلیں روشن کی جا چکی تھیں عرش و فرش سب موجود ساری چیزیں موجود۔ اب نوعِ انسانی کی تخلیق ہوئی۔ اب اگر کسی انسان سے پوچھو کہ سورج پہلے تھا کہ چاند پہلے، زمین پہلے کہ آسمان پہلے یہ پہلے کہ وہ پہلے۔ تو اب جو اس کا فیصلہ ہوگا، وہ علم کا فیصلہ ہوگا۔ مشاہدے کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خود سب کے آخر میں آیا اور میرے رسول کو جب پیدا کرنے والے نے پیدا فرمانا چاہا تو نورِ محمدی کو سب سے پہلے تخلیق فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلی مخلوق میرا نور اور جب سب سے پہلی مخلوق نورِ محمدی ہوا ایسا کہ نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ چاند نہ سورج نہ زمانہ نہ زمانے کے حرکات، نہ زمانہ نہ زمانیات، نہ مادہ نہ مادیات۔ نہ مکان نہ مکانیات۔ تو اب وہ نور کیا دیکھتا ہے؟ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ واحد ہے اور اسکی وحدانیت احد ہے اور اس کی احدیت یاد رہے کہ جنت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ واحد کو ضرور دیکھیں گے احد کو ضرور دیکھیں گے، مگر واحدانیت کو تو صرف میرے رسول نے دیکھا ہے اور احدیت کو تو صرف میرے نبی نے دیکھا ہے۔ تو میرا رسول جو یہ کہہ رہا ہے: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ تو یہ دیکھے ہوئے کا فیصلہ ہے سنے ہوئے کا فیصلہ نہیں ہے ہم دیکھ چکے ہیں نہیں ہے کوئی الوہیت والا۔ نہیں کوئی الہیت والا۔ تباؤ جی دیکھا ہوا گواہ اگر آجائے تو پھر کیا اس کے بعد گواہ کی ضرورت ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ آپ مفتی صاحب کے پاس آئے اور کہا مفتی صاحب چاند نکل آیا چاند نکل آیا؟ تم نے دیکھا۔ میں نے نہیں دیکھا ہے۔ مفتی صاحب فلاں سے سُنا ہے۔ اچھا بلاؤ اس کو جس سے سُنا ہے وہ بھی آیا کیوں جی چاند نکل آیا؟ تم نے دیکھا؟ نہیں میں نے نہیں دیکھا، فلاں سے سُنا ہے، مفتی صاحب کاغذ لئے بیٹھے ہیں، مگر قلم نہیں چل رہا ہے ایک پہ ایک آرہا ہے فلاں سے سُنا ہے۔ فلاں سے سُنا ہے اور اس کے بعد ایک آگیا جیسی گواہی کی ضرورت تھی مل گئی۔ دو شاہد عدل آگئے انہوں نے کہا مفتی صاحب ہم نے دیکھا۔ تم نے دیکھا؟ ہاں ہم نے دیکھا۔ اب مفتی صاحب کچھ نہیں پوچھ رہے ہیں اور کسی کا انتظار نہیں کر رہے ہیں قلم حقیقت قرطاس پر چل پڑا۔ کاغذ پر انہوں نے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا۔ شہادت شرعی ان کو مل گئی۔ حکم شریعت کو ظاہر کرنے لگے۔ اب اگر اس دیکھنے والے کے بعد کوئی آئے اور کہے مفتی صاحب ہم نے بھی سُنا۔ مفتی صاحب یہی کہیں گے کہ بیوقوف جب تو نے سنا تھا تو تجھے پہلے ہی آجانا چاہیے تھا۔ اب تو دیکھنے والا آگیا ہے دیکھنے والے کے بعد کوئی سننے والے کی سنا نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ تو اپنے سننے میں بھی صادق نہیں ہے سچا نہیں ہے اگر تو واقعی سننے والوں میں ہوتا تو تجھے دیکھنے والے سے پہلے آنا چاہیے تھا بعد میں تیری ضرورت کیا رہ جاتی ہے معلوم ہوا کہ سننے والوں کی گواہی بھی مکمل ہوتی ہے تو دیکھنے والے کی گواہی پر اور اگر دیکھنے والے کا پتہ نہ چلے تو گواہی تکمیل کیلئے ایک دیکھنے والے کی منتظر ہوا کرتی ہے کہ کس نے دیکھا ہے؟ الغرض میرا رسول آگیا۔ آخری نبی بنا کر بھیجا گیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ دکھا کے بھیجا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اب دیکھنے والا آچکا ہے اور جب دیکھنے والا آچکا ہے تو سننے والوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اب میرے نبی کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کوئی بیوقوف احمق انسان اگر یہ کہے کہ میں نبی ہوں، یا بالکل ایسے ہی ہے جیسے ڈالڈا یہ کہے کہ میں دیسی گھی ہوں

امتِ محمدیہ کو امتِ وسط کیوں کہا گیا

دیکھو بات دوسری طرف چلی گئی
میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب رسول کی نبوت
پر بات ختم ہونے والی تھی، تو ڈائریکٹ انبیاء نے رسول کو گواہ کیوں نہیں بنایا بات تو وہیں ختم ہوتی
ہے تو یہ کیا ہے کہ امت کو گواہ بنائیں اور امت نبی کو گواہ بنائے۔ اس قدر گھوم کر بس ایک بات کو ثابت
کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ گواہ جس کا گواہ ہوتا ہے اس کا محبوب ہوتا ہے۔ بڑی دعوتیں ہوتی
کی جاتی ہے یہ تو آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کون ہے جو گواہ کی دلجوئی نہ کرتا ہو۔ اگر آپ کو جس
اپنے گواہ کو عدالت میں لے جانا ہو تو راستے میں خوب کھاتے پلاتے لے جائیں گے۔ بڑے آرام سے لے
جائیں گے۔ بہت ہی عزت کے ساتھ لے جائیں گے خوب تواضع کرکے لے جائیں گے۔ ہاں یہ اور
بات ہے کہ دنیا والوں کا نقشہ ہی عجیب ہے کہ جب بے چارہ گواہ گواہی دے دیتا ہے تو پھر اس کے
پلٹنے کا خیال نہیں ہوتا۔ اب چاہے پیدل ہی جائے کوئی حرج نہیں، مگر جب تک گواہی نہیں دیتا اس
کی خدمت جتنی اہمیت کیجئے ہے خیر یہ تو آپ کی عادت ہے اور یہ آپ کی بات ہے اگر دامانِ امت
رسول کو انبیاء کا گواہ بنا کر شاہد گواہ بنا دیا گیا ہے اور جب دیتا ہے گواہ ہے تو وہ محبوب انبیاء
ہوئے۔ انبیاء کے منظورِ نظر ہوئے اور اس کے بعد انبیاء کے ماننے والوں کے بھی محبوب بنے
آج بھی اسی ارشادِ ربانی کی ایک توجیہہ ہے جس میں امتِ محمدیہ کو امتِ وسط یعنی بیچ کی امت
فرمایا گیا ہے۔ علماء کرام اس کے بہت سارے معانی بیان کرتے ہیں اگر قیامت کے میدان میں
بیچ کی امت کا ایک نیا معنی سمجھ میں آگیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امتِ محمدیہ آخری امت ہے اس
لئے کہ یہ آخری نبی کی امت ہے تو بیچ کی امت اس وقت کہی جائے گی جب اس کے بعد کوئی
امت ہو تو جب یہ آخری امت ہے تو اسے امتِ وسط یعنی بیچ کی امت کیوں کہا گیا؟ اس
سوال کا جواب ظاہر ہو گیا میدانِ قیامت میں۔ میدانِ قیامت کا منظر دیکھو۔ انبیاء گواہ بنے
رہے ہیں امت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تم نے دیکھا ہوگا اس ترازو کو جس کے بیچ
میں کانٹا ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس علاقے میں وہ ترازو ہے کہ نہیں، اس لئے کہ اس کو

اوپر سے پکڑتے ہیں۔ بیچ میں ایک کانٹا ہوتا ہے ادھر ادھر اس کے پلڑے ہوتے ہیں اور کانٹے پر سب کی نظر ہوتی ہے جدھر وہ کانٹا جھک جاتا ہے، وہی وزن دار کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے، اسی کی جیت ہے، اسی کا غلبہ ہے۔ تو نظر بھی ٹ ہی پر ہوتی ہے جو خریدتا ہے، اس کی بھی نظر کانٹے پر جو بیچ رہا ہے اس کی نظر بھی کانٹے پر۔ پلڑے کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ دیکھ یہ رہا ہے کہ یہ کانٹا کدھر جھکتا ہے۔ یہ کانٹا جدھر جھک جائے گا، ادھر کا پلڑا وزنی ہوگا۔ واقعی گواہ کی پوزیشن کچھ ایسی ہی ہوا کرتی ہے جیسے بیچ کا کانٹا ہے، مگر یہ سمجھ لینا کہ یہ کانٹا خود نہیں جھکا کرتا۔ جھکانے والا وہ ہے جو پلڑے کے اندر موجود ہے۔ یعنی یہ تو انبیاء کرام خود ہی ہم کو جھکا لیتے ہیں، ہم خود نہیں جھکتے، یہ جدھر چاہیں جھکا لیتے ہیں اور ہم جھک کر بتا رہے ہیں کہ ہماری جبینِ عقیدت اگر جھکے گی، تو وہ انبیاء اور اولیاء ہی کی طرف جھکے گی ادھر ادھر نہیں جھک سکتی۔

اب آؤ دیکھو اہلِ محشر کا مرکزِ نگاہ اسی بیچ کے کانٹے یعنی امتِ رسول پر ہے سارے انبیاء کی نظر امتِ رسول پر ہے۔ رحمتِ خدا کی نظر امتِ رسول پر ہے سردارِ انبیاء کی نظر اپنی امت پر ہے۔ گویا سارے اہلِ محشر کا مرکزِ نگاہ بنا دیا گیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو دیکھا آپ نے حقیقت واضح ہوگئی۔ اس فرمان کی کہ اے محبوب! اللہ تعالیٰ نہ تمہیں رسوا فرمائے گا، نہ تمہارے چاہنے والوں اور محبت کرنے والوں کو رسوا فرمائے گا۔ امتِ رسول کو یہ شرف کیسے ملا۔ کیا خاص بات ہے تمہارے اندر؟ کون سی ایسی بات ہے؟ تو سوائے اس کے تم کیا کہو گے کہ ہم آخر الانبیاء کی امت ہیں۔ ہم افضل المرسلین کی امت ہیں تو فضیلت ادھر سے آئی ہے ورنہ ہمارے اندر کون سی خوبی کی بات ہے؟ اگر وہ نظر ہٹالیں تو ہمارے پاس کیا رہ جاتا ہے، یہ ان کی نظرِ کرم ہے یہ ان کا فضل ہے یہ ان کا فیضان ہے يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔

الغرض وہ حضرت خلیل ہیں جو دعا کر رہے ہیں اور یہ حبیب ہیں جنہیں مژدہ سنایا جا رہا ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

سیدنا خلیل کا پیارا انداز

اب آؤ اور حضرت خلیل علیہ السلام کا ایک دوسرا پیارا انداز دیکھو۔ حضرت خلیل السلام کہتے ہیں۔

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۔ میں جانے والا ہوں اپنے رب کے حضور اِنِّیْ ذَاهِبٌ۔ میں جانے والا ہوں اپنے رب کے حضور۔ ذرا غور تو کرو حضرت خلیل کہتے ہیں، میں جانیوالا ہوں مگر حبیب کیلئے کہا جا رہا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حبیب نہیں ہے جانے والا، بلکہ میں خود لے جانے والا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات۔ حضرت خلیل کہہ رہے ہیں۔ میں جا رہا ہوں اور رب جلیل کہہ رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو لے جا رہا ہوں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں جا رہا ہوں تو آپ کی نظر مجھ پر پڑے گی کہ میں کتنا جا سکوں گا۔ میرے بازو میں قوت کتنی ہے؟ میرے پیروں میں توانائی کتنی ہے! میں جا رہا ہوں تو مجھ پر اور میری قوت پر آپ کی نظر ہے۔ مگر اگر میں یہ کہوں کہ میں نہیں جا رہا ہوں، مولانا سلیم صاحب مجھے لے جا رہے ہیں اب آپ کی نظر مجھ سے ہٹ جائے گی اب لے جانے والے کو دیکھیں گے یہ کتنا لے جا سکتے ہیں، یہ کہاں تک پہنچا سکتے ہیں اب تو جانے والے کو نہیں دیکھنا ہے بلکہ لے جانے والے کو دیکھنا ہے۔ تو دیکھو حضرت خلیل کہیں گے کہ میں جا رہا ہوں تو نظر حضرت خلیل پر جمے گی کہ حضرت خلیل کہاں تک جا سکتے ہیں اور جب رب جلیل کہے گا کہ میں لے جا رہا ہوں تو نظر قدرت خداوندی پر جمے گی کہ رب جلیل کہاں تک لے جا سکتا ہے اب تم فیصلہ کرو کہ میرا خدا کہاں تک لے جا سکتا ہے؟ سُبْحَانَ الَّذِیْ حبیب کو مت دیکھنا۔ جانے کو مت دیکھو، لے جانے والے کو دیکھو۔ کہاں تک قدرت لے جا سکتی ہے سمجھ سکتے ہو؟ تو جب قدرت کی انتہا نہیں معلوم، تو رسول کے مقام رفعت کی انتہا کیا معلوم ہو سکتی ہے کہ کہاں تک گیا جانے والا؟

کیا عبدیت رسالت سے افضل ہے؟

میں تمہیں ایک علمی بات کی طرف لے جاتا ہوں۔ ارشاد پاک ہے، وہ ذات جو

لے گئی اپنے بندے۔ (کو وہاں) بلایا تو کہا تو بندے کو لے گیا۔ اس لفظ بندے پر لوگوں کا بڑا دھوکا ہو گیا سوچنے لگے کہ رسول کو بھی بندہ کہا اور ہم بھی بندے ہیں، لہٰذا ہم نفس عبدیت میں رسولِ کریم جیسے ہو گئے۔ اس باطل خیال کو دور کرنے کیلئے آؤ اور سمجھو کہ رسولِ کریم کی شانِ عبدیت کیا ہے۔ بڑے اطمینان سے آپ سماعت فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لے گیا اپنے بندے کو اور وہاں پر جب دیا تو کہہ کے دیا فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى اپنے بندے کو دیا جو دیا۔ الغرض لے اپنے بندے کو لے گیا، اپنے بندے کو دیا۔ یہ سب اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب رسول کو اوپر بلاتا ہے، مگر اسی بندہ کو جب بھیجتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ۔ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا تو بھیجتا ہے تو رسول کہہ کے بھیجتا ہے اور بلاتا ہے تو بندہ کہہ کے بلاتا ہے فرق کو محسوس کیجئے بھیج رہا ہے تو رسول کہہ کر بھیج رہا ہے اور بلا رہا ہے تو بندہ کہہ کر بلا رہا ہے۔

اب مجھے کہنے دو، یہاں ذمہ دار علمائے کرام بیٹھے ہوئے ہیں اور میں پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کر رہا ہوں۔ بات ہے صوفیاء کی، بات ہے عارفین کی، اس لیے اس کو میں کہہ کر تھوڑی دیر آپ کی خاص توجہ چاہوں گا تاکہ میں اس کو آپ کے ذہن میں اتار سکوں۔ فرماتے ہیں۔
اَلْعُبُوْدِيَّةُ اَفْضَلُ مِنَ الرِّسَالَةِ۔ عبدیت رسالت سے افضل ہے۔ مگر یاد رکھنا یہاں ہماری تمہاری عبدیت کا ذکر نہیں ہو رہا ہے، بلکہ رسول کی عبدیت کا ذکر ہو رہا ہے اس کو یوں سمجھو کہ جو رسول ہے، وہ عبد بھی ہے اور رسول بھی۔ الغرض رسول میں عبدیت بھی ہے اور رسالت بھی ہے، مگر رسول کی عبدیت خود ان کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ یاد رکھنا ہماری تمہاری عبدیت کا سوال نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ خود رسول کی صفت عبدیت اسی رسول کی صفتِ رسالت پر افضل ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ عبد ہوتا ہے معبود کا۔ رسول ہوتا ہے مخلوق کا۔ عبدیت چاہتی ہے ادھر جانا رسالت چاہتی ہے ادھر آنا۔

عبدیت چاہتی ہے وصال، رسالت چاہتی ہے فراق۔ عبدیت چاہتی ہے کہ وہ مقام قرب ملے۔ رسالت چاہتی ہے کہ مکے کی گلی ملے۔ رسالت زمین پر اترنا چاہتی ہے اور عبدیت مقام

دَنیٰ فَتَدَلّٰی پر پہنچنا چاہتی ہے اسی لئے میرا خدا جب بلاتا ہے تو کہتا ہے کہ بندے کو لے گیا، اور جب بھیجتا ہے تو کہتا ہے کہ رسول کو بھیجا۔ معلوم یہ ہوا کہ رسول کی صفت عبدیت کا جو مقام ہے وہ اور ہے وہ رسول کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ تبادُ جی مجھے الفاظ سے تباؤ کیا کوئی اپنی ذات و صفات اور تمام کمالات کے شمولیت کے ساتھ رسول کی صفتِ رسالت کے برابر نہیں ہو سکتا، تو رسول کی اس عبدیت کے برابر کیا ہوگا جو اس رسالت سے افضل ہے تو صرف لفظوں کے اشتراک سے دھوکہ مت کھاؤ کہ تم اپنے کو بھی بندہ کہہ رہے ہو اور رسول نے بھی اپنے کو بندہ کہا۔ بلکہ یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ رسول کی عبدیت کی حقیقت اور ہے اور تمہاری عبدیت کی حقیقت اور ہے۔ رسول کی بشریت کی حقیقت اور ہے تمہاری بشریت کی حقیقت اور ہے۔ تمہاری حقیقت میں بشریت داخل ہے مگر رسول کا صرف لباس بشری ہے۔

اسی لئے علماء نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ اِنَّ الْبَشَرِیَّۃَ فِیْ نَبِیِّہٖ اِضَافِیَۃٌ وَعَارِضِیَۃٌ لَاحَقِیْقِیَّۃٌ۔ بشریت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر اضافی ہے اور عارضی ہے حقیقی نہیں ہے۔ رسول کی تو بشریت کی شان کیا ہے؟ ہم سے مت پوچھو سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے پوچھو کہ حضور آپ تو ملکوتی صفات والے ہیں؟ ذرا کچھ رسول کے بشری حالات تو بتائیں تو کہیں گے نہیں سنا، ہم تو ٹھہر گئے تھے سدرہ ہی پر۔ تم نے غور نہیں کیا کہ ملکوتی صفات والا ٹھہر گیا اور بشری صفات والا آگے پہنچ گیا، تو ہماری ملکوتیت ان کی بشریت کا جواب نہیں ہے۔

دیکھ لیا آپ نے حضرت خلیل علیہ السلام کہتے ہیں۔ اِنِّیْ ذَاھِبٌ میں جانے والا ہوں اور خدا کہہ رہا ہے کہ نہیں محبوب نہیں جا رہے ہیں، ہیں لے جانے والا ہوں اور یہاں پر تو ہم کو ایک جلنے والا اور یاد آگیا۔ حضرت کلیم علیہ السلام، یہ بھی گئے تھے طور پر۔ بڑا فضل ان پر اللہ تعالیٰ کا ہوا۔ بڑی رحمتیں ان پر برسیں، مگر خود گئے تھے طور پر اور اسی لیے ہم نے دیکھا کہ جلوے کی کتنی تڑپ ہے، کتنی طلب ہے مگر جلوے ہیں کہ لَنْ تَرَانِیْ سنا رہے ہیں۔ آپ نے

غور کیا کہ جانے والا جب خود جاتا ہے، تو جلوے کی طلب کیا کرتا ہے اور جب کسی کو بلایا جاتا ہے تو گویا خود جلوے اسے طلب کرتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر مجھے کلیم اور حبیب میں یہی فرق محسوس ہوا کہ کلیم وہ ہے جو کہے اے خدا دکھا دے اپنا جلوہ اور حبیب وہ ہے کہ خدا خود کہے کہ اے محبوب! آ دیکھ جا۔

بلانے کا اہتمام

اس سلسلے میں ایک بات اور بھی عرض کروں۔ یاد رکھو، خود کا جانا اور ہے اور کسی کا بلانا اور ہے اور اگر میں خود سے یہاں آتا، تو کیا کوئی میرے لئے سواری کا اہتمام کرتا۔ ہرگز نہیں، بلکہ دریا سے سفر کرنا پڑتا اور جگہ جگہ بسوں کو بدلنا پڑتا اور ہوتے ہوتے آپ کے شہر ڈیوزبری آتا۔ نہ جانے کتنے لوگوں سے پوچھتے ہوئے آدم بھائی کے مکان پر جاتا اور ممکن تھا کہ مکان پر تالا لگا ہوا پاتا۔ اس کے بعد اگر دروازہ کھٹکھٹاتا اور اندر سے آواز آتی اور پھر دروازہ کھلتا تو یہ دیکھتا کہ ساری چیزیں بے ترتیبی سے پڑی ہوئی ہیں اور کوئی انتظام نہیں ہے اسکے بعد یہ بھی پریشان ہوتے کہ آئے بھی تو ٹھیک بارہ بجے آئے اب بہت مشکل ہے کہ جلدی جلدی بڑا انتظام کرنا پڑے گا مگر یقین جانو دوستو کہ جب میں یہاں خود سے نہیں آیا، بلکہ لایا گیا ہے، تو اہتمام کا عالم یہ ہے کہ جہاں میں تھا وہیں سواری پہنچ گئی تھی۔ ایک آدمی منتظر رہا۔ نیلسن کے اجلاس کو خطاب کر کے جب میں اسٹیج سے اتر کر ہال کے باہر آیا تو گاڑی لگی ہوئی ملی اور بڑے اطمینان سے سفر کرتا ہوا جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو دیکھا کہ یہاں پر سب تیار ہیں، سارے بستر لگے ہوئے ہیں۔ سارا انتظام ہے۔ وہیں سے سمجھ میں آیا کہ اپنا جانا اور ہے کسی کا بلانا اور ہے۔ جب کوئی بلائے گا تو سواری بھی بھیجے گا۔ حضرت کلیم خود سے گئے تھے تو سواری کی کیا ضرورت تھی مگر حبیب کو جب بلانا ہے تو اسے جبرائیل جاؤ براق لے کر جاؤ۔ حضرت میکائیل بھی ہیں، ساتھ ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ بڑے اہتمام سے یہ معاملہ ہو رہا ہے اور بلانے والا بلا رہا ہے اور بڑے اہتمام سے بلا رہا ہے۔ ادھر بھی بیت المقدس میں استقبال کرنیوالوں کو پہلے ہی بھیج دیا گیا ہے۔ انبیاء کرام وہاں موجود ہیں۔ اس لئے کہ یہ خود سے نہیں جا رہے ہیں، بلایا جا رہا ہے، اور اس کے

بعد جب یہاں سے اوپر اٹھایا گیا، تو وہاں پر بھی انتظام تیار ہے سب معاملہ تیار ہے دروازے پر ملائکہ لگے ہوئے ہیں۔ استقبال کرنے والے کھڑے ہوئے ہیں۔

جب حضرت جبرئیل نے ساتھ چھوڑ دیا

اور یہاں سے وہاں تک حضرت جبرئیل بھی ساتھ ہیں اور سدرہ پر انہوں نے بھی کہا بس اب آگے میں نہیں جا سکتا۔ یہ تو عجیب بات ہے کہ کوئی ہم کو لنکاسٹر سے لے چلے اور کہے کہ لندن لے جا رہے ہیں، مگر لے جاکر کہیں بیچ میں چھوڑ دے کہ اب آپ آگے جائیے ہم نہیں جاتے اور حال یہ ہے کہ ہم کو راستہ نہیں معلوم تو اگر بیچ میں چھوڑ دیگا تو ہم کہیں گے کہ تم کو جب یہیں چھوڑنا تھا تو لنکاسٹر سے لے کر کیوں چلے؟ لہٰذا بہتر یہی تھا کہ تم وہیں چھوڑ دیتے یہ کوئی ساتھ ہے؟ یہ کوئی رفاقت ہے۔ ایسی جگہ چھوڑ دیا۔ رات کا وقت ہے اور اندھیرا ہے۔ راستہ جانا پہچانا نہیں ہے۔ ایسے وقت میں ایسی جگہ چھوڑ دیا۔ یہ کیسی بات ہے؟ مگر دوستو نہیں! رسول یہ بات نہیں کہہ رہے ہیں کہ اے جبرائیل تم یہیں سدرہ پر کیوں چھوڑ رہے ہو؟ ادھر کا راستہ میرا دیکھا بھالا نہیں ہے۔ جانا بوجھا نہیں ہے جب یہاں ہی چھوڑنا تھا، تو مکہ ہی میں کیوں نہیں چھوڑ دیا اگر بیت المقدس ہی میں چھوڑ دیا ہوتا، تو کسی نہ کسی طور پر میں مکے پہنچ جاتا۔ یہ کیا ہے کہ یہاں آکے چھوڑ دیا؟

واقعی دوستو! اگر رسول کریم بھی ایسے ہی ہوتے کہ ان کا راستہ دیکھا بھالا نہ ہوتا تو یقیناً وہ یہی کہتے۔ مگر نہیں رسول کہہ رہے ہیں کہ اے جبرائیل تم جو ہمارے ساتھ آئے ہو اس میں ہماری کوئی غرض نہیں ہے۔ اسمیں تمہاری ہی کوئی غرض ہو سکتی ہے۔ یہ رسالتمآب کی زبانِ حال کی بولی ہے سرکار گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں۔ ٹھہر جا اے ٹھہرنے والے میرا قدم رکنے والا نہیں ہے اور جہاں میں جا رہا ہوں یہ تو میرا دیکھا بھالا راستہ ہے جب وہیں سے آیا ہوں تو میرا وہاں جانا کیا مشکل ہے غیب کی کوئی ایسی گلی نہیں ہے جو مجھ سے چھپی ہوئی ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کو غیب کی کوئی گلی، غیب کی کوئی محفل، غیب کا کوئی گوشہ، غیب کا کوئی ذرہ، غیب کا کوئی قطرہ مجھ سے چھپانا ہوتا تو اپنے آپ کو مجھ پر کیوں ظاہر کرتا۔

حضرت ابراہیم کی میزبانی

حضرت خلیل علیہ السلام ہی سے متعلق ایک واقعہ قرآن کریم میں ہے ھَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ اے رسول! کیا آپ کو ابراہیم کے برگزیدہ مہمانوں کی بات پہنچی؟ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں رب تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا۔ ایک بات بتاؤ مہمان چاہے مفضول ہو چاہے مرتبہ میں کم ہو، مگر میزبان اس کی دلجوئی کرتا ہے، اس کی خاطر مدارت کرتا ہے۔ مہمان جب پہنچ گیا تو میزبان یہ نہیں دیکھتا کہ یہ مرتبے میں چھوٹا ہے۔ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں جب میں مہمان بن کر گیا تو انہوں نے ایسی خدمت کی، ایسی نوازش کی کہ مسلسل دلجوئی کرتے رہے اور خاطر مدارات کرتے رہے تو ان کی فضیلت کے منافی چیز نہیں ہے۔ تو ملائکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں مہمان بنا کے بھیجا گیا۔ تو جب مہمان بنایا تو حضرت خلیل ان کی خاطر مدارات تو کریں گے ہی۔ دلجوئی ہی تو کریں گے۔ وہ مہمان نوازی ہی تو کریں گے۔ تو حضرت ابراہیم کے یہاں مہمان بنا کے بھیجا گیا اور میرے رسول کی بارگاہ میں۔ وَيُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ ذرا سا غور تو کرو کہ پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کو بارگاہِ رسالت میں مہمان بنا کے نہیں بھیجا گیا؟ سپاہی بنا کے نہیں بھیجا گیا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ ایسے ہی فرمایا گیا وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔ میرے رسول کی تائید کی گئی ایک ایسے لشکر سے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ تو فرشتوں کو رسول کی بارگاہ میں لشکری سپاہ بنا کر بھیجا گیا اور سنو جی! سپاہی محکوم ہوتا ہے سپہ سالار حاکم ہوا کرتا ہے تو رسول کے پاس بھیجا تو محکوم بنا کے بھیجا۔ حضرت ابراہیم کے پاس بھیجا تو مہمان بنا کے بھیجا ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حبیب کی رضا

سیدنا کلیم کی شانِ جلالت کو کون نہیں جانتا ؟ یہی حضرت سیدنا کلیم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں

عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۔ اے رب تعالیٰ ! ہم تیری بارگاہ میں بعجلت حاضر ہوئے ہیں ہم نے آنے میں سرعت کی ہے ۔ تیری بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں ۔ لِتَرْضٰی اے رب تاکہ تو راضی ہو جائے ۔ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۔ اے رب ہم تیری بارگاہ میں اس لئے آئے ہیں تاکہ تو راضی ہو جائے اور اپنے حبیب کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے ، وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔ اے محبوب ہم تجھے اتنا دیں گے کہ تو راضی ہو جائے ۔ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔ عنقریب ہم تجھے اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہو جائے ۔ تو حضرت کلیم کہہ رہے ہیں اے رب تو راضی ہو جا اور رب کہہ رہا ہے :

اے حبیب ! تو راضی ہو جا ۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

سنو ! میں اپنا عقیدہ بھی بیان کرتا چلوں ۔ رب کے اوپر واجب نہیں کہ وہ کسی کی رضا چاہے ۔ فرض نہیں ، لازم نہیں ۔ مگر اپنے کرم سے ، اپنی عنایت سے ، اپنے فضل سے اپنی بخشش سے ، اپنی رحمت سے ، اگر وہ کسی کی رضا چاہے تو کسی کے سینے پر سانپ بھی تو نہیں لوٹنا چاہیے ۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔ میں تمہیں خوشخبری سنا رہا ہوں کہ جب رب تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ عنقریب تجھے اتنا دیا جائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا تو میرے رسول نے کہا تھا کہ اب میں اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا ، جب تک میرا ایک بھی چاہنے والا جہنم میں ہوگا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی حضرت کلیم جلیل ہیں۔ ان پر بھی وحی نازل فرمائی گئی تو ان سے کیا کیا ارشاد فرمایا گیا؟ قرآن نے سب بیان کر دیا کہ ہم نے کیا کیا نازل کیا۔ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۔ الغرض حضرت کلیم کو جو دیا، وہ سب پر ظاہر کر دیا، مگر جب حبیب کو دینے کا وقت آیا تو فرمایا: فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اے محبوب یہ سننے والے کیا سنیں گے اور یہ راز کی بات کیا سمجھیں گے؟ یہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ جو دیا ہے ان کو بتا دیا جائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت داؤد کو حکم

سیدنا داؤد علیہ السلام سے کون واقف نہیں ہے! کیسے جلیل القدر نبی تھے۔ اچھی طرح یاد کرنا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ نبی کے ساتھ ہر وقت تائید الٰہی سایہ گستر رہتی ہے اور نبی کبھی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے باوجود سیدنا داؤد علیہ السلام سے کہا گیا۔ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ''اے داؤد اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے۔'' اپنی خواہش کی پیروی حضرت داؤد علیہ السلام کریں یہ ناممکن۔ نبی ہیں معصوم ہیں بتانا ہے ان کے ماننے والوں کو اور مخاطب کیا گیا ہے نبی کو اے نبی، نبی اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا رب تبارک وتعالیٰ امت کو بتا رہا ہے اور نبی کو مخاطب فرما رہا ہے، مگر مخاطب تو نبی سے ہے: لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔ جس رب نے حضرت داؤد سے یہ کہا، وہی رب کہہ رہا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ میرا محبوب اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ یعنی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ کرنا تو بڑی بات ہے میرا نبی تو اپنی خواہش سے کچھ بولتا بھی نہیں، وہ وہی کہتا ہے جو وحی الٰہی ہوتی ہے تو جس خدا نے حضرت داؤد سے کہا کہ خواہش کی پیروی نہ کرنا۔ وہی خدا حبیب کیلئے کہہ رہا ہے کہ یہ خواہش کی پیروی کیا کریں گے یہ تو اپنی

خواہش سے کچھ بولتے بھی نہیں۔ الغرض وہاں حکم دیا جا رہا ہے ایسا مت کرو اور یہاں وکالت کی جا رہی ہے کہ حبیب ایسا نہیں کرتا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

انبیاءِ کرام کی دعائیں

حضرت نوح اور حضرت خلیل علیہما السلام دونوں سے مختلف مقامات پر یہ دعا منقول ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۞

اے رب جو ہمارے خاص ہیں اور ہمارے قریب ہیں نیز انکی اور ہمارے والدین اور مومنین کی مغفرت فرما۔

دعا فرما رہے ہیں: اے رب تو مغفرت فرما۔ یہ دعا حضرت خلیل سے بھی منقول ہے اور حضرت نوح سے بھی۔ یہ حضرات خود دعا فرما رہے ہیں اے رب معاف فرما دے۔ مغفرت فرما دے۔

دوستو سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خلیل خود بڑھ کر سوال کر رہے ہیں اے رب معاف فرما دے مغفرت فرما دے۔ حضرت کلیم بڑھ کر عرض کر رہے ہیں اے رب مغفرت فرما دے اور حبیب سے رب ارشاد فرما رہا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ اے محبوب تم اپنے اور مومنین اور مومنات کیلئے دعائے مغفرت کرو۔ حضرت کلیم تو دعا کر رہے ہیں اور محبوب سے رب ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محبوب تم دعا کرو۔ بتاؤ میرا رسول دعا کرے گا تو کس سے کرے گا! رب ہی سے تو کرے گا تو جس سے دعا کرنی ہے وہی کہہ رہا ہے کہ اے محبوب! تم دعا کرو یہ کیا بات ہے؟ معلوم یہ ہوا کہ رب تعالیٰ مغفرت دینا چاہتا ہے مگر کہتا ہے کہ اے محبوب پہلے اپنے ہونٹ ہلا دو۔ پہلے تم دعا کرو۔ پھر مغفرت نازل کروں گا۔ اے محبوب! مغفرت تو مجھے نازل کرنی ہے۔ رحمت تو مجھے نازل کرنی ہے مگر ہونٹ ہلا دو۔ کم سے کم مغفرت پانے والے اتنا تو سمجھ لیں کہ حصولِ مغفرت میں وہ تیرے لبوں کی حرکت کے محتاج ہیں۔

رسول کے ذنب کا مطلب

مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیکھو رسول کے لئے کیا کہا گیا۔ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

اے رسول اپنے ذنب کیلئے مغفرت چاہو۔ ذنبک کے معنی جانتے ہو کیا کرتے ہیں؟ گناہ یہاں پر کچھ لوگ اسی تلاش میں ہیں کہ وہ کونسی آیت ہے جس میں رسول کی شان گھٹتی ہوئی نظر آئے، حالانکہ کسی آیت سے بھی رسول کی شان نہیں گھٹتی، مگر اپنے خیال میں اپنی سمجھ کے مطابق کہتے ہیں کہ رسول سے کہا گیا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ اس سے پتہ چلا کہ رسول نے بھی گناہ کیا (نعوذ باللہ)۔ میں پوچھتا ہوں اچھا آؤ اور شمار کراؤ کہ رسول نے کتنے گناہ کیے۔ اگر کوئی گناہ ثابت نہیں، تو کس گناہ کی معافی طلب کریں؟ سمجھ کی بات کرو۔ رسول کے مقام کو سمجھو۔ مقامِ نبوت کو سمجھو۔ یہ رسول کا ذنب ہے۔ لذنبک سے متعلق دو گوشے میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

دیکھو یہ پیچھے چلنے والے جو ہوتے ہیں ان کو اتباع اور اذناب کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کے اتباع اور اذناب ہیں جس کو دُم چھلا بھی کہتے ہیں تو اے محبوب اپنے ذنب کیلئے تم دعائے مغفرت کرو۔ اس سلسلے میں علماء کا ایک ارشاد ہے کہ یہاں ذنب سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے پیچھے چلنے والے ہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ مومنین بھی تو اتباع کرنے والے ہیں۔ رسول کے ماننے والے ہیں تو مومنین و مومنات کو الگ کیوں کر دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول پر ایمان لانے والے دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو نیکوکار ہیں اور ایک وہ ہیں جو گنہ گار ہیں اور رسول دونوں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ دونوں کی مغفرت حضور کی شفاعت سے ہوگی تو جو نیکوکار تھا ان کو علیحدہ کر دیا اور جو گنہ گار ہیں ان کو رسول کی کملی میں چھپا دیا اے رسول یہی تو آپ کے ہیں۔ اب اس کو ایسا سمجھو کہ نیکوکار کے پاس تو کچھ اعمال صالحہ ہیں، مگر گنہ گاروں کے پاس سوائے رسول کریم کی نظر عنایت کے اور کیا ہے؟ سوائے رسول اکرمؐ کے کرم کے اور کیا ہے؟ تو کالی کملی کے اندر چھپا دیا گیا ہے ان گنہ گاروں کو اور کہا یہ تمہارے ذنب اور دم چھلے ہیں دیکھو اس کو ایسا سمجھو۔

پتنگ کی دم

ہماری طرف بچے پتنگ اڑاتے ہیں۔ پتنگ کیا ہے، اسے آپ بھی جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں، اس لیے کہ جس علاقے سے آپ آئے ہیں، وہاں بھی پتنگ اڑائی جاتی ہے۔ اچھا تو پتنگ اڑانے والے کیا کرتے ہو اس کے پیچھے اتنا بڑا ڈورا یا کوئی چیز لٹکا دیا کرتے ہیں۔ اس کو دم چھلا کہتے ہیں جس کو پتنگ ہی میں باندھ دیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس کو اڑاتے ہیں تو جدھر جدھر پتنگ اڑتی ہے ادھر ادھر وہ پیچھے والا دُم چھلا بھی جاتا ہے۔ وہ بھی پیچھے پیچھے اڑتا ہے، جدھر پتنگ کا رخ ہوتا ہے ادھر اس کو بھی رُخ ہو جاتا ہے حالانکہ تنہا اس دم چھلے کو اڑاؤ تو یوں اڑنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، مگر اڑانے والے کے دامن کو اس نے تھام لیا ہو تو جیسے جیسے وہ اڑنے والا اڑتا ہے۔ ویسے ویسے پیچھے پیچھے یہ بھی اڑتا ہے مگر سوچو یہ پیچھے پیچھے اڑنے والے پیچھے ہی رہتے ہیں، آگے نہیں جاتے اور نہ برابر ہونے کی کوشش کرتے ہیں یہ پیچھے پیچھے رہتے ہیں اور پیچھے پیچھے ہی اڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر اپنے سے اڑنے کی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اڑنے والے کا دامن تو تھام لو جیسے جیسے وہ اڑیں گے ویسے ویسے تم اڑو گے اب ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ اے رسول یہ صرف آپ کی نظر کے محتاج ہیں اور آپ کی کالی کملی کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، آپ ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں اور ان کے علاوہ دوسرے مومنین اور مومنات کیلئے بھی دعا کریں۔

وکیل اور موکل کا رشتہ

ایک دوسرے نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں۔ دیکھو ایک ہوتا ہے وکیل اور ایک ہوتا ہے موکل۔ ہر وکیل اپنے موکل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ آپ کورٹ میں جا کر دیکھیں جب دو وکیل لڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں ازلی دشمنی ہے یہ اس کی کاٹ کر رہا ہے وہ اس کی کاٹ کر رہا ہے اور ہر وکیل اپنے موکل کے جرم کو اپنا جرم نہ سمجھے تو وکالت میں اخلاص ختم ہو جائے۔ مگر سنو اگر ایک وکیل ہار گیا تو سزا ملتی ہے اس کے موکل کو وکیل کو سزا نہیں ملتی الغرض وکیل مجرم نہیں ہوتا۔ بلکہ ذمہ دار ہوتا ہے یہ ذمہ داری ہی کا احساس ہے کہ وہ دوسرے کے

جُرم کو اپنا جرم سمجھ رہا ہے اور یہی سمجھ کر اس کی وکالت کر رہا ہے سوچ یہ میرے رسول کا کرم ہے یہ میرے رسول کی رحمت ہے کہ اُمت کے جرم کو اپنا جرم قرار دے رہے ہیں اس لئے کہ وہ ذمہ دار ہیں، نگہبان ہیں امت کے جُرم کو انہوں نے اپنا جُرم قرار دے کر ان مجرمین کو رحمت کا مستحق بنا دیا ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت ابراہیم اور قومِ لُوط

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو لو. سیدنا ابراہیم کی جلالتِ شان سے کون ناواقف ہے؟ میں ایک واقعہ سناؤں، رب تبارک وتعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن کریم میں نقل کیا ہے ارشاد ہوتا ہے یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ۔ حضرت ابراہیم نے قومِ لُوط کے بارے میں مجھ سے مجادلہ کیا یُجَادِلُنَا مجادلے کا لفظ ہے۔ حضرت ابراہیم نے عرض ومعروض اور درخواست پیش کرنے میں اتنا مبالغہ فرمایا کہ قرآن کریم نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے مجھ سے مجادلہ کیا۔ یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ۔ قومِ لوط کی نجات کے سلسلے میں ابراہیم نے مجھ سے مجادلہ کیا۔ بے پناہ گزارش۔ بے پناہ درخواست بے پناہ عرض ومعروض تو رب نے کیا کہا۔ یَا اِبْرَاہِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا۔ اے ابراہیم اس معاملے سے الگ ہو جاؤ، میں نے ارادہ کر لیا ہے عذاب نازل ہو کے رہے گا الگ ہو جاؤ اس معاملے سے اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا۔ اس سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم نے پھر معروضہ پیش کیا اِنَّ فِیْھَا لُوْطًا اے رب جس قوم پر تو عذاب نازل فرما رہا ہے اس میں تیرا نبی لوط بھی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْھَا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں کہ اس میں کون ہے میں لوط کو بچا لوں گا، مگر قوم پر ضرور عذاب نازل کروں گا۔ دیکھا آپ نے عذاب آنے والا ہے اور نبی عرض ومعروض پیش کر رہا ہے، مگر جو چیز قضائے مبرم بن چکی ہے، وہ ہو کے رہے گی۔ معروضہ پیش کرنے والا از راہِ رحمت پیش کرے یہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے۔ یہ اس کی

چشمِ عنایت کا تقاضا ہے۔ نبی قوم میں موجود ہے، مگر عذاب آکے رہے گا۔ ایک نبی سفارش کر رہا ہے، مگر عذاب آکے رہے گا، مگر حبیب پاک کی بارگاہ میں کیا معاملہ ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ اے محبوب! اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی نہیں کہ تم ان میں رہو اور وہ عذاب نازل کر دے۔

اے محبوب تمہیں کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے تمہیں کچھ عرض و معروض پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں بہت کافی التجا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور نہیں کہ تم ان میں رہو اور عذاب آجائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جو بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ اے اللہ ہمارے ذکرِ خیر کو آخرین میں قائم رکھ میرے ذکر کو بلند رکھ، میرا ذکر آخرین میں ہوتا رہے یہ دعا کر رہے ہیں اور حبیب کیلئے خوشخبری سنائی جا رہی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ وہ مانگنے کیلئے گئے اور میں بے مانگے تجھے دے رہا ہوں۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اے محبوب! ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا اور آگے آؤ دیکھو یہ حضرت کلیم جلیل ہیں، وہ بارگاہِ رب میں عرض کرتے ہیں۔ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ۔ یعنی اے رب! میں اپنے سینے میں کچھ تنگی محسوس کرتا ہوں اور میری زبان میں لکنت ہے۔ تو حضرت ہارون کو میرا شریکِ کار کر دے نیز دعا فرماتے ہیں: رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ۔ اے رب میرے سینے کو کھول دے میرے معاملے کو آسان کر دے۔ دُعا کرنیوالا دُعا کر رہا ہے۔ مگر حبیب سے کیا کہا تھا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اے محبوب! وہاں تو مانگ کر کے یہ عطا ہوا ہم نے تو بے مانگے تمہارا سینہ کھول دیا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اے محبوب! کیا ہم نے

تیرے سینے کو نہیں کھول دیا۔ ذرا غور تو کرو۔ ذرا سوچو۔ وہاں عرض معروض پیش کر کے کوئی اپنا مقصد حاصل کر رہا ہے اور یہاں خاموش ہونے والا خاموش ہے اور رحمتیں ہیں کہ برستی ہی چلی جا رہی ہیں ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت کلیم اور فرعون

اور آگے آؤ اور دیکھو کہ جب حضرت کلیم کو فرعون کے دربار میں بھیجا جانے لگا۔ تو انہوں نے ایک بات کہی تھی اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہے۔ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ہم پر فرعون زیادتی نہ کرے کہیں وہ ہمارے ساتھ سرکشی نہ کرے جب اپنے خوف کا حضرت کلیم نے اظہار کیا تھا، تو رب تبارک وتعالیٰ نے اطمینان دیا تھا؛ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی۔ اے کلیم جاؤ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم سن رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ الغرض انہوں نے اپنے خوف کا اظہار کیا اور پھر تسلی ہو گئی مگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ جب رسول سے کہا گیا تھا۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ جب رسول سے کہا گیا تھا بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ جو پیغام تم پر اتر رہا ہے سب کو پہنچاؤ۔ تو کیا رسول نے عرض کیا تھا کہ اے الٰہ العالمین! حضرت کلیم کو تو ایک ہی فرعون سے سابقہ تھا مجھے نہ جانے کتنے فرعونوں سے سابقہ ہے کتنی فرعونیت رکھنے والوں سے مقابلہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ پر زیادتی نہ کریں؟ نہیں حضور نے ایسا نہیں عرض کیا، بلکہ حکم ملا اور آپ نکل پڑے، مگر چاہنے والوں کا اندازہ ہے رسول نے کبھی بھی یہ حکم نہیں دیا تھا۔ مگر کچھ چاہنے والے رسول کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے کہ کہیں کوئی رسول کو ایذا نہ پہنچائے، اذیت نہ دے۔ ایسا کہ جیسے باڈی گارڈ ہوا کرتے ہیں وہ بڑی محبت سے اپنی طبیعت سے آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے اگر رب تبارک وتعالیٰ کو یہ پسند

نہیں تھا کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ رسول اپنے دوستوں کے سہارے پروان چڑھ رہے ہیں۔

سرکارِ دو عالم اور چچا

سنو جی! یہ پروان چڑھنے والا اپنی ماں کی آغوش میں پروان چڑھتا ہے۔ باپ کی شفقتوں کے سائے میں پروان چڑھتا ہے۔ دادا کی مہربانیوں کے سہارے پروان چڑھتا ہے۔ مگر تم نے نہیں دیکھا کہ یہ وہ رسول ہے کہ جب اس نے آنکھ کھولی تو باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ یہ وہ رسول ہے کہ ماں نے بھی زیادہ ساتھ نہ دیا۔ اور ساتھ دینے والا چچا ایک مرتبہ بول پڑا تھا اے بھتیجے اب مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ یہ کفارِ قریش آئے تھے۔ مصالحت کی کچھ صورتیں لے کے آئے تھے۔ مان جاؤ۔ مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اس وقت میرے رسول نے کیا کہا تھا کہ اگر یہ ایک ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دیں اور ایک ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آسکتا۔ اے ساتھ دینے والے چچا یہ ارادے آپ کے مضمحل کیوں ہو گئے آپکا بازو شل کیوں ہو گیا؟ آپ نے تو مصیبت اختیار کرنے میں بھتیجے کا ہر وقت ساتھ دیا تھا یہ کیا معاملہ تھا؟ نہیں ضرورت تھی کہ چچا کے ارادے مضمحل ہو جائیں۔ ضرورت تھی کہ چچا کا بازو شل ہو جائے ضرورت تھی کہ چچا کے ارادے ٹوٹ جائیں تاکہ دنیا یہ سمجھ لے کہ یہ وہ رسول ہیں جو چچا کے سہارے نہیں پروان چڑھ رہے ہیں، بلکہ خدا کے سہارے پروان چڑھ رہا ہے۔ جانتے ہو کافروں نے کیا شرط رکھی تھی؟ کافروں نے یہ شرط نہیں رکھی تھی کہ اے رسول! تم اپنا دین بدل دو، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ تم جس چیز کو مانتے ہو مانو، جس دین کو مانتے ہو مانو، جس لائن پہ چلتے ہو چلو۔ بس اتنی بات سن لو کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو اور اگر اتنا مان لو تو کہو تمہاری سرداری بھی ہم قبول کریں کہو تو ساری دنیا کی دولت تمہارے سامنے ڈھیر کر دیں۔ یہ کر دیں وہ کر دیں۔ اتنا مان لو کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو رسول نے کہا نہیں یہ ہم نہیں مان سکتے اس لیے کہ تم چاہتے ہو کہ صرف اثبات ہو نفی نہ ہو پھر ہم کلمہ کیسے پڑھیں گے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ تو پہلے انکار ہے پھر اثبات ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی:

کیا مولوی بہک سکتا ہے؟

آج کبھی کچھ لوگ ایسا مطالبہ کرتے ہیں کہ رسول کی گستاخی کرنے والے مولوی ہیں ان کو برا نہ کہو اس موقع پر میں اتنی بات کہے بغیر نہ رہوں گا۔ لوگ کہیں گے ارے صاحب بتاؤ، جب علم ان کے پاس تھا، تو وہ ایسی بات کہہ سکتے ہیں؟ رات دن عبادت کرنے والے کہیں ایسی بات کہہ سکتے ہیں۔ کوئی تم سے یہ سوال کرے تو کہو جی' ہاں کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو یہ شیطان جاہل نہیں تھا یہ بھی علم والا تھا اور اس کی عبادت کو بھی تم شمار نہیں کر سکتے بے شمار عبادت والا، مگر اس کے باوجود شیطان نے بہک کر بتا دیا کہ علم والے بھی بہکتے ہیں۔ شیطان نے بتا دیا کہ عبادت والے بھی بہکتے ہیں۔ شیطان نے بتا دیا کہ ہم فرشتوں کو سبق دیتے رہتے تھے تو جب فرشتوں کو سبق دینے والا بہک سکتا ہے، تو دو چار بچوں کو سبق دینے والا اگر بہک جائے تو تعجب نہیں ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اسلام کی حفاظت

تو رب نے رسول کیلئے کیا کیا۔ الغرض رب کریم کو اپنے رسول کے ارد گرد صحابہ کی حفاظتی تدبیر پسند نہ ہی تو اس نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا یعنی یہ باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت نہیں اپنے چاہنے والوں کو ہٹا دو کہ تمہیں آگے پیچھے رہنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب بچانا شروع کیا، تو ایسا بچایا کہ آج تک بچا رہا ہے یہاں میں ایک نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں گا آج تک بچا رہا ہے دیکھو کسی بھی نبی کی زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ان کی حیاتِ جسمانی۔ زندگی کا لفظ ہے جو آپ سمجھتے ہیں وہی اور ایک ہے اس کے پیغام کی زندگی تو دیکھو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم علیہم السلام! یہ اپنے حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، مگر ان کا پیغام آج موجود نہیں۔ ہماری شریعت نے جتنا بتا دیا، اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔

دیکھا آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ زندگی جوان کے جسم سے متعلق ہے وہ تو ہے مگر پیغام کی زندگی ختم ہوگئی، مگر میرے رسول کو خدا تعالیٰ نے بچایا اور میرے رسول کو ایسا بچایا کہ وہ تو خیر حیاتِ جسمانی کے ساتھ ہی ہیں، ان کے پیغام کو بھی پہنچایا۔ ہمیشہ رسول کے اسلام پر حملے ہوتے رہے ہمیشہ رسول کے اسلام کو مٹانے کی کوششیں ہوتی رہیں، مگر میرے خدا نے بچایا اور آج تک بچا رہا ہے۔ دیکھو کبھی کوئی انکارِ زکوٰۃ کر رہا ہے۔ آگے چلو خارجیت وقادیانیت کا وبال آیا۔ آگے چلو باطنیوں اور معتزلہ کا طوفان آیا۔ رسول کے اسلام کو مٹانے کیلئے کیسی کیسی سازشیں ہوتی رہیں مگر رب تعالیٰ بچاتا رہا اور اسلام بچتا رہا۔ خدا تعالیٰ نے بچانے کا عہد کر لیا ہے۔ اے رسول! تیرا پیغام ہم پہنچائیں گے۔ تیرے قرآن کی حفاظت ہم کریں گے۔ آج بھی دوستو! وہی دور ہے کہ مختلف جماعتیں رسول کے پیغام کی صورت کو مٹانا چاہتی ہیں اور کچھ بیوقوفوں نے ایک نبی بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ فرضی نبی بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ رسول کی شریعت کو مٹانے کے لیے۔ رسول کے اسلام کی صورت کو بدلنے کیلئے۔ مگر سنو یاد رکھو رسول کے اسلام کو بچانے کی ذمہ داری ہمارے تمہارے سر پر نہیں ہے۔ رسول کے اسلام کو بچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم میں رکھی ہے۔ اگر آج تم رسول کے مخالف کے مقابلے میں نہیں کھڑے ہوگے تو خدا دوسری قوم پیدا کرے گا جو مخالفت کریگی۔ اگر تم رسول کے دشمنوں کا ساتھ دوگے تو خدا دوسری قوم پیدا کرے گا جو رسول کے اسلام کو سربلند کرے گی۔ دیکھو ہر دور میں اسلام کو جب مٹانے کی کوشش کی گئی تو کبھی حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، تو کبھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے کبھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ہر دور میں دین کی حفاظت کے لیے پیدا ہونے والا پیدا ہوتا رہا تم چاہے رسول کے دین کا ساتھ دو یا نہ دو، مگر خدا بچائے گا ہم سے یہ کہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو تاکہ یہ سعادت تمہیں بھی مل جائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت عیسیٰ سے سوال

اور آگے آؤ، دیکھو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا قیامت میں۔ کیا کیا جائے گا؟
الفاظ پر غور کرو یٰعِیسَی ابنَ مَریَمَ ءَاَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِی وَاُمِّیَ اِلٰھَینِ مِن دُونِ اللّٰہِ۔
اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں کہا تھا، مگر سوال کتنا پُر جلال ہے تفسیر معالم کے اندر ہے کہ اس سوال
کو سن کر حضرت عیسیٰ کے جسم مبارک کے ہر بال کی جڑ سے خون کے فوارے جاری ہو جائیں گے
پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰ اپنا معروضہ پیش کریں گے۔ رب تبارک و تعالیٰ اس کی تصدیق فرمائے گا۔
مگر میں ایک بات بتاؤں۔ ایک مرتبہ بہانہ بنا کر کچھ لوگوں نے ایک جنگ میں ایک غزوہ میں
شریک نہ ہونے کی اجازت رسول سے لی تھی۔ اس پر رسول سے بھی سوال ہوا تھا۔ مگر
سوال کا انداز دیکھو۔ حضرت عیسیٰ جنہوں نے قوم سے نہیں کہا تھا۔ ان سے سوال ہوتا ہے کس
قدر پر جلال انداز سے۔ یٰعِیسَی ابنَ مَریَمَ ءَاَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِی وَاُمِّیَ اِلٰھَینِ
اور رسول سے سوال ہوا۔ عَفَا اللّٰہُ عَنکَ لِمَ اَذِنتَ لَھُم۔ اللہ تمہیں معاف کرے کیوں تم نے
دیا۔ دیکھیں آپ نے محبت کا کلمہ پہلے رکھ دیا۔ سوال بعد میں کیا ہے

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی سیدنا عیسیٰ ہیں، انہیں بھی اپنے مددگاروں کی ضرورت ہوئی تھی تو انہوں نے کہا تھا
مَن اَنصَارِی اِلَی اللّٰہِ۔ مَن اَنصَارِی اِلَی اللّٰہِ۔ کون ہے جو میرا مددگار ہے
قَالَ الحَوَارِیُّونَ نَحنُ اَنصَارُ اللّٰہِ۔ ہم ہیں اللہ کے دین میں مددگار۔
ذرا غور کرو اپنے مددگار کو حضرت عیسیٰ بلا رہے ہیں یہ خدا کو بلا رہے ہیں کہ غیر خدا کو؟
ظاہر ہے کہ حواری غیر خدا ہی تو تھے۔ معلوم ہوا کہ غیر خدا کو مدد کیلئے بلانا حضرت عیسیٰ کی سنت
ہوئی۔ اب اگر کوئی اس کو شرک کہہ دے تو فتویٰ یہاں سے پہلے ادھر لگے گا۔

تو حضرت عیسیٰ نے اپنے مددگار کو خود آواز دی اور رسول کیلئے کہا گیا ؟ انبیاء سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ دیکھو وہ جب بلائیں تب جانا، بلکہ یہ فرمایا گیا کہ جب میرا حبیب تمہارے زمانے میں آئے تو لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ان پر ایمان ضرور لانا اور ان کی مدد ضرور کرنا۔ یہ انتظار مت کرنا کہ وہ بلائیں تو جاؤ۔ بلانے کا انتظار نہ کرنا۔ بغیر بلائے ایمان و نصرت کیلئے حاضرِ دربار ہو جانا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت مریم و حضرت عائشہ کی پاکی کی گواہی

آخر میں چلتے چلتے آپکی توجہ ایک خاص بات کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ بتاؤ حضرت مریم پر تہمت لگی؟ یہ واقعہ اکثر بیان کیا جاتا ہے اس لیے میں ادھر ٹھہر کر اطمینان سے آپ کی خاص توجہ چاہوں گا۔ اچھا تو حضرت مریم پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ حضرت عیسیٰ نے ایامِ شیر خوارگی میں۔ حضرت یوسف پر تہمت لگی پاکی کی گواہی کس نے دی؟ وہ بھی شیر خوار بچے نے۔ رب کتنا بڑا قادرِ مطلق ہے کہ پاکی کی گواہی وہ شیر خوار بچوں سے دلا رہا ہے اور آگے آؤ دیکھو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی تہمت لگی، سوچیں۔ اگر میرا رب چاہتا تو شیر خوار بچے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو کعبے کی کنکریاں پاکی کی گواہی دیتیں۔ اگر میرا رب چاہتا تو درخت کے پتے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو دریا کے قطرے پاکی کی گواہی دیتے اگر میرا رب چاہتا تو فلک کے تارے پاکی کی گواہی دیتے، مگر میرے خدا نے فیصلہ عجیب فرمایا ہے محبوب! یہاں کا معاملہ عجیب ہے، وہاں بچوں نے گواہی دی تھی مگر یہاں تو انتظام یہ ہے کہ سب کو حکم مل چکا کہ اے تارو خاموش رہو۔ اے ذرّو خاموش رہو اے دریا کے قطرو خاموش رہو اے پتھرو خاموش رہو اے سنگریزو خاموش رہو اے درخت کے پتّو خاموش رہو اور اے میرے محبوب تم بھی خاموش رہو۔ یہ تمہاری زوجہ محترمہ کی بات ہے میں گواہی دوں گا میں بچوں سے گواہی نہیں دلواؤں گا، بلکہ دنیا کی کسی بھی چیز سے گواہی نہیں دلواؤں گا۔ لہٰذا اے محبوب حکمت یہی ہے تم بھی خاموش

رہو میں گواہی دوں گا۔ واقعی بڑا اچھا ہوگیا کہ رب تبارک وتعالیٰ نے گواہی دی ورنہ اگر رسول کریم گواہی دیتے اور بات رسول کی گواہی تک ہوتی تو وہ رسول جو کہتے وہ حدیث بنتی اور جب حدیث یہاں تک پہنچتی تو نہ جانے راویوں کا کیا کیا حال ہوتا۔ اور دشمنِ رسول حضرتِ عائشہ کی شانِ عظمت کے اوپر نہ جانے کیسے کیسے داغ لگاتا۔ حدیث میں جرح کرتا۔ راویوں سے ٹکراتا۔ متن سے الجھا۔ کیا کرتا معلوم نہیں۔ لہٰذا اہتمام یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب! تم نہ بولو! تم بولوگے تو حدیث بنے گی۔ میں گواہی دوں گا تو وہ قرآن کا جزو ہوگی۔ اب یہ قرآن ہے، لہٰذا اب جو پاکی پر ایمان نہ لائے اس کا کفر اظہر من الشمس ہے۔

بیوقوف لوگ یہ سوچتے ہیں کہ رسول کو اگر معلوم ہوتا تو کیوں نہ بول دیتے؟ پاکی کی گواہی خود ہی دے دیتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کو خبر نہیں تھی۔ ارے نادانو! رسول کو معلوم ہے جبھی تو خاموش ہیں کہ ادھر سے آیت آنیوالی ہے میں کیوں بولوں ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے ... جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہوگیا محدود

حضور پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کیلئے ادب سے کھڑے ہو جائیے۔

خطبہ (۸)

محبتِ اہلِ بیت!

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ✤ اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا
اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُجَدَّدًا ✤ صَلُّوْا عَلَیْہِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر ✤ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا
بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ✤ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست
محمد یعنی وہ حرفِ نخستیں کلکِ فطرت کا ✤ محمد یعنی وہ افضلئے توقیعاتِ ربانی
کہاں کا دشتِ ایمن طور کیا، برقِ تجلی کیا ✤ وہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفٰے کی پرتوافشانی
وہ ناطق جس کے آگے مہر بہ لب بلبلِ سدرہ ✤ وہ امی جس کے آگے عقلِ کُل طفلِ دبستانی
نمودِ شانِ ربانی، ظہورِ نورِ یزدانی ✤ خدا کا دوسرا کوئی نہ کوئی آپ کا ثانی
ہمارے دین کی حقانیت کے دونوں شاہد ہیں ✤ معین الدین اجمیری، محی الدین جیلانی

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

درود پاک تین بار:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔

اُمت سے رسول کا مطالبہ

اے محبوب! تم ان سے کہہ دو کہ میں نے جو کارِ ہدایت انجام دیا ہے۔ میں نے جو تمہیں نجات کا راستہ دکھایا ہے

میں نے جو تمہارے سامنے ہدایت کی روشنی پیش کی ہے اور فریضۂ دعوت و تبلیغ ادا کیا ہے، میں تم سے اس کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ اپنی اہل بیت، اپنی قرابت اپنی ذریات کی محبت کے سوا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میری آل سے محبت کرو۔ یہ ایک اعلان ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان رسالت مآب سے کرایا جا رہا ہے۔ وہ رسول جس نے ہمارے لیئے نہ جانے کتنی مشقتیں برداشت کیں، کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ وہ رسول جو ہماری فلاح و بہبود کے لیے کس قدر پریشانیوں سے دوچار ہوئے۔ کیسی کیسی اذیتیں آپ کو پہنچائی گئیں۔ کبھی درۂ کوہ میں محصور کیا گیا، آب و دانہ نہ پہنچانے کی قسمیں کھائی گئیں۔ راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ جسم مبارک پر پتھر برسائے گئے دندانِ مبارک کو شہید کیا گیا۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والو! رسول کی اس زندگی کو دیکھو جس کا منشا صرف تمہاری صلاح و فلاح تھی۔ کیا رسول کی ان خدمات کا کوئی اجر ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس کا کوئی بدلہ دے سکتے ہو؟ کیا اس کا کوئی معاوضہ پیش کیا جا سکتا ہے کیا رسول یہ سب اس لیئے کر رہے تھے کہ اس کا کوئی صلہ ملے گا؟ کیا رسول اس دنیا میں کسی اجر کے اُمیدوار تھے؟ کیا رسول کو دولت کی ضرورت تھی؟

مشرکین عرب کی پیشکش

اگر میرا رسول دولت چاہتا تو مشرکین کی اس پیشکش کو نہ ٹھکراتا۔ جب وہ ابوطالب کی وساطت سے آکر یہ کہہ رہے تھے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تمہیں کیا چاہیے۔ اگر سرداری چاہیے تو ہم اپنا سردار مان لیں۔ اگر دولت چاہیے تو ہم قدموں پر سرمایہ کا انبار لگا دیں۔ اگر حسن و جمال چاہیے تو عرب کا منتخب حسن آپ تک پہنچا دیں اور کیا چاہیے کس لیے یہ سب کچھ آپ کر رہے ہیں مصالحت اور صلح کی اس منزل پر یہ آئے تھے۔ کفار و مشرکین نے یہ نہیں کہا تھا ہم یہ ساری چیزیں آپ کو اس شرط پر دیں گے کہ آپ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چھوڑ دیں آپ اپنے دین اسلام سے باز آجائیں۔ نہیں۔ مصالحت تو اس بات پر ہو رہی تھی کہ آپ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں۔ خود کسی راستے پر رہیں۔ ہزار بار آپ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے رہیں

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اپنے دین کو چھوڑ دیں، مگر اتنی بات ہماری مان لیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں۔ اگر آپ ہماری اتنی بات مان لیں تو پھر تمہیں کیا چاہیے کہ ہم تمام شرائط کو منظور کرتے ہیں ہم اپنا سردار بنانے کیلئے تیار ہیں۔ ہم دولت و سرمایہ آپ کے قدموں پر لانے کے لئے تیار ہیں، مگر سرکار عربی نے کیا پیارا جواب دیا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر سنہرے نقوش سے یہ الفاظ آج تک ثبت اور نمایاں ہیں کہ ایک ہاتھ میں تم سورج لاکر رکھ دو اور دوسرے ہاتھ میں تم چاند لاکر رکھ دو، پھر بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آسکتا۔

منافقت کی بدترین صورت

ذرا غور تو کرو جس کا کلمہ ہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ وہ کافروں کی احمقانہ پیش کش کو کیسے قبول کر سکتا تھا۔ یاد رکھو، صرف اثبات سے کوئی مومن نہیں بنتا۔ اثبات سے پہلے نفی کی ضرورت ہوتی ہے تم خدا کو ہزار مانو، مگر اگر معبودان باطل کا انکار نہ کرو، تم کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ تم خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں لاکھ سجدے کرو، اگر تم لَآ اِلٰہَ کا اقرار نہ کرو تو بھی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اسلام اس وقت آپ کو ملے گا جب پہلے لَآ اِلٰہَ کہہ لیں پھر اِلَّا اللہ کہیں۔ پہلے نفی پھر اثبات، پہلے انکار، پھر تصدیق۔ ایک خدا کو ماننے کیلئے یہ ضروری ہے کہ جتنے باطل معبود ہیں ان کا انکار کیا جائے۔ ایک خدا کو ماننے کیلئے ضروری ہے کہ جتنے دشمنانِ خدا ہیں اُن سے اجتناب کیا جائے۔ ان سے کنارہ کشی کی جائے ماننے کا طریقہ یہی ہوا کرتا ہے یہ کوئی ماننے کا طریقہ نہیں کہ ہم آپ کو بھی مانیں اور آپ کے دشمن کو بھی مانیں آپ کے دشمنوں سے بھی ساز باز رکھیں یہ باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی، یہ ماننا نہیں ہے یہ منافقت کی بدترین صورت ہے کہ ہم آپ کے بھی بنے رہیں اور آپ کے دشمنوں کے بھی بنے رہیں۔ اسلام ایک ستھرا دین ہے، وہ ہمیں فریب نہیں دے سکتا وہ ہمیں ایسی تعلیم نہیں دے سکتا کہ جس میں انسان مومن کے بجائے منافق بنے۔ اسی لئے اسلام کا کلمہ پہلے ہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پہلے انکار پھر اثبات۔ جب کوئی یہ کہے کہ نہیں بھئی کسی کو برا مت کہو کسی کو ایسا ویسا

مت کہو تو اس سے کہو کہ پہلے تم کلمہ پڑھنا ہی چھوڑ دو۔ کون ہے جو کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ ہر دین والا، ہر مذہب والا، ہر ازم والا اپنے عقیدہ و نظریہ کی روشنی میں اپنے سوا کو باطل کہتا ہے اپنے سوا کو باطل سمجھتا ہے۔ دوسرے کو تو یہ حق ہے کہ وہ آپ کو باطل سمجھے اور آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ اس کو باطل سمجھیں۔ دوسرے کو تو یہ حق ہے کہ وہ آپ کے کردار پر تنقید کرے دوسرے کو تو یہ حق ہے کہ وہ آپ پر فتوے لگائے یہاں تک کہ جب آپ اس کو باطل کہتے ہیں اس پر وہ چڑھتا ہے اس پر وہ اعتراض کرتا ہے۔ یہ بھی تو ایک اعتراض ہے۔ یہ بھی تو انکار ہے۔ یعنی آپ کے اس کہنے کو وہ قبول نہیں کر رہا ہے۔ جب کسی کو بُرا نہ کہو، تو ہمارے باطل کہنے کو منظور کرلو ہم تمہیں باطل کہتے ہیں۔ ہمارے اس باطل کہنے کو باطل مت کہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم بڑے صلح کل ہو۔

بُرا کہنا ہی پڑے گا

دوستو! اگر تم مسلمان ہو تو تمہیں بُرا کہنا ہی پڑے گا۔ اصنام کو بُرا کہنا ہی پڑے گا۔ شیاطین کو بُرا کہنا ہی پڑے گا۔ طواغیت کو بُرا کہنا ہی پڑے گا۔ اللہ و رسول نے جس کو بُرا کہا ہے، اسے بُرا کہنا پڑے گا اور اگر ایسا کہو کہ نہیں نہیں۔ ہمیں ایک ایسا اسلام چاہیے جس میں کسی کو بُرا نہ کہا گیا ہو۔ کبھی کبھی لوگ خواہش ظاہر کر دیتے ہیں کہ بھئی آپ ایسی تقریر فرمائیں مولانا صاحب کہ جس میں کسی کو بُرا نہ کہا گیا ہو۔ اس میں کسی کو کچھ نہ کہا گیا ہو، تو ہم سوچ میں پڑ جاتے ہیں، ایسے وقت میں ایک مرتبہ ایسے ہی ایک موقع پر میں نے عنوان مانگ ہی لیا تھا۔ بڑے اہل علم آپ کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کو ایک ایسا عنوان بیان دو کہ ہم تقریر کریں تو کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں ہم بھی ایسے ہی مضمون بنائیں کہ دنیا میں کسی انسان کو تکلیف ہی نہ ہو، مگر مشکل ہے ہم بہت غور کرتے ہیں ایسا عنوان ہمیں نہیں ملتا۔ تمہیں عنوان دو۔ سوچو غور کرو۔ کبھی بھی عنوان دو گے۔ تو ہم کوشش کریں گے کہ ہم اس عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

ذرا غور کرو، کونسا عنوان تم دو گے کونسی بات ہم کہیں کہ رسول کی سیرت بھی بیان ہوتی چلی جائے۔ رسول کے اوصاف بھی بیان ہوتے جائیں اور کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ایسا عنوان

ہمیں چاہیے ارے دوستو! بہت مشکل ہے۔ اگر تم دن کا عنوان دو گے، تو رات کو تکلیف ہوگی۔
اگر رات کا ذکر ہم نے چھیڑ دیا، تو دن کو تکلیف ہوگی۔ اگر جناب آگ کی بات ہوئی تو پانی پہ کیا
گزرے گی اور پانی کی بات ہوتی تو آگ پر کیا گزرے گی۔ ذرا غور تو کرو حضرت آدم علیہ السلام کی
بات ہوئی تو شیطان پر کیا گزرے گی اور اگر شیطان کی بات ہوئی تو حضرت آدم پہ کیا گزرے گی
ہم سوچ میں پڑ گئے کہ آخر وہ کونسا عنوان ہے جس کو ہم بیان کرتے جائیں اور دنیا میں کسی انسان
کو اختلاف نہ ہو۔

اے سیرتِ رسولِ عربی کے بیان کرنے والو! کیا غزوہ بدر کا بیان نہ ہوگا؟ کیا غزوہ احد
کا بیان نہ ہوگا؟ کیا غزوہ خندق کا بیان نہ ہوگا؟ اور جب تم غزوہ بدر کا بیان کروگے، تو یہی تو دکھاؤ
گے کہ دیکھو یہ رسول کی جماعت ہے۔ دیکھو، یہ ابوجہل کی جماعت ہے اور جہاں تم نے یہ
تفریق کی وہیں تکلیف شروع ہوگئی۔ میں سمجھ ہی نہیں سکتا کہ وہ کونسا عنوان ہے کہ مصطفٰے کا
ذکر بھی ہو اور ابوجہل بھی خوش ہوجائے۔

کلمہ پڑھنا مشکل ہوجائیگا

وہ کونسا عنوان ہے کہ ہمارے رسول کی سیرت
بھی بیان ہوجائے اور عتبہ وشیبہ کو بھی فرحت
ہو۔ عقبہ ابن ابی معیط کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو۔ ولید ابن مغیرہ کو بھی کوئی دُکھ نہ ہو۔ عبد اللہ
ابن ابی ـــ کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ابوجہل اور ابولہب کو بھی کوئی رنج نہ ہو۔ آخر وہ
وہ کونسا عنوان ہے کہ رسول کا ذکر ہوتا ہی چلا جائے اور کسی کو تکلیف نہ ہو۔ دوستو! اگر ہم نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنوان بنایا تو نمرود کیا سوچے گا اور اگر نمرود کو ہم نے عنوان بنایا تو ابراہیمی
کیا کہیں گے اور اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنوان بنایا تو فرعونیوں پہ کیا گزرے گی اور اگر ہم نے
فرعون کی تعریف شروع کی، تو موسویوں پر کیا گزرے گی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا عنوان
ہے اور میں تو کہہ رہا ہوں کہ عنوان تو بعد میں متعین کرنا کلمہ پڑھنا مشکل ہوجائے گا اس لئے کہ اس
کلمے کے اندر ہی پہلے انکار کیا گیا ہے، پھر اثبات کیا گیا ہے۔

سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ چھیڑیں داستاں کیسے
رلائیں تو بغاوت ہے ہنسائیں تو بغاوت ہے
حریفانِ چمن کے تلخ نعرے مژدۂ راحت
اگر ہم اتفاقاً گنگنائیں تو بغاوت ہے

ذرا غور تو کرو، وہ سب کچھ کریں، ان کو کرنے دو، تم کچھ مت کرو وہ کتاب لکھتے جائیں، لکھنے دو۔ وہ رسول کی اہانت کرتے جائیں، ان کو کرنے دو۔ وہ دینِ اسلام کے اندر عقیدے کے اندر بدعتیں نکالتے جائیں، نکالنے دو، تم اعتراض مت کرو مطلب یہ ہے کہ اقدام کرنے والا کرتا جائے تم مدافعت بھی نہ کرو۔ ذرا غور تو کرو۔ ذرا سوچو، یہ کیسا انصاف ہوگا؟ کیا اس کو انصاف کہا جائیگا بہر حال میں صرف اتنی بات کہہ رہا ہوں رسول نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔ ساری دنیا کی دولت لاکر رسول کے قدموں پر رکھ دو، مگر نہیں، وہ خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے کوئی میل و مراسم نہیں رکھ سکتے یہیں سے سمجھ میں آگیا۔ اگر تم ایک خدا تعالیٰ کو ماننا چاہتے ہو تو لاکھوں کروڑوں جتنے معبودانِ باطل ہیں سب کا انکار کرنا ہوگا، یاد رکھنا اب تم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر ماننا چاہتے ہو تو ان کے سارے دشمنوں سے پرہیز کرنا ہوگا۔ ان کے سارے دشمنوں سے اجتناب کرنا ہوگا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم رسول کے بھی رہو۔ رسول کے دشمن کے بھی رہو۔ یہ مثال تمہیں دینی ہوگی کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی رہے اور عتبہ کے بھی رہے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کے بھی رہے اور ولید ابن مغیرہ کے بھی رہے۔ لاؤ صحابہ کرام کی زندگی کا کوئی واقعہ۔ لاؤ تابعین کی زندگی کا کوئی واقعہ۔ لاؤ تبع تابعین کی زندگی کا کوئی واقعہ کہ وہ رسول کے ماننے والے تھے۔ تو رسول کے دشمنوں سے بھی ان کا کوئی رابطہ تھا اور اگر خیر القرون کے اندر ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ تو ہمارے اتباع کے لائق وہی عہد ہے۔ وہی زمانہ ہے۔

رسول نے سرمایہ ٹھکرا دیا

میرے رسول نے مطالبہ رکھنے والوں سے صاف صاف کہہ دیا تھا نہیں، ہمیں یہ نہیں چاہیے۔ معلوم

ہوا کہ رسول دولت نہیں چاہتے تھے رسول سرمایہ نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ سرداری کا توبہت ہی اچھا چانس تھا۔ بہت اچھا موقعہ تھا اور ایک بات اور بھی دیکھو۔ سرکار اپنے مقصد پر کیسی گہری نظر فرماتے تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دولت سرکار کے ہاتھ آگئی۔ تو انہوں نے اس کو اس لئے نہیں رکھا کہ کسی وقت بڑے امیر کبیر کہلائیں، ہم دیکھتے ہیں کہ دین کی ضروریات پر سب مال صرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا الفقر فخری۔ فرماتے رہے۔ چٹائی پر بیٹھتے رہے کمبل اوڑھتے رہے اے اللہ کے رسول آپ نے چٹائی پر بیٹھ کر، چٹائی پر بیٹھنے والوں کو سرفراز کر دیا۔ آپ نے کمبل اوڑھ کر کمبل اوڑھنے والوں کو سربلند کر دیا۔

ذرا سا غور تو کرو دوستو! ایسے رسول کی خدمات کا کوئی عوض دے سکتا ہے۔ کوئی معاوضہ دے سکتا ہے کوئی بدلہ دے سکتا ہے کوئی صلہ دے سکتا ہے۔ اغنیاء زمانہ کا دامن خالی ہے۔ اس بات سے کہ رسول کے خدمات عالیہ کا کوئی بدلہ دیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ جیسا کہ کچھ شانِ نزول سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ایسا ہوتا کہ رسول کی خدمات اور رسول نے جو بڑی مشقتیں بڑی محنتیں اٹھائیں ہیں۔ ان کا ہم کچھ عوض دے سکتے ہم کچھ بدلہ دے سکتے۔ ان کے دل میں اگر یہ خیال پیدا ہوا تو اس کا صاف جواب یہی تھا نا کہ نہیں۔ رسول اپنی خدمات کا بدلہ لینے نہیں آتا۔ یہ تبلیغ یہ فریضۂ دعوت کا ادا کرنا یہ رسول کے فرائض منصبی میں سے ہے۔ اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ کوئی صلہ نہیں چاہتا۔

رسول کے گھرانے کا مزاج

اور دوستو! رسول کا گھرانہ تو عظیم گھرانا ہے۔ رسول کی بات تو جانے دو۔ ان کے گھرانے میں آؤ۔ یہ اہلِ بیت کی مقدس نفوسِ قدسیہ ہیں۔ ان کو بھی دیکھو۔ قرآن کریم میں

ان کی بھی ادائیں محفوظ نظر آتی ہیں۔ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۔ یہ بولنے والے کون تھے۔ دیکھو ہم تم سے کوئی جزا نہیں چاہتے جزا چاہنا تو اور بات دولت تو بڑی چیز سرمایہ تو بڑی چیز۔ ہم تو تم سے یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم لفظوں میں ہمارا شکریہ ادا کرو۔ مسکینوں کو اپنے آگے کا کھانا اٹھا کر دینے والے۔ اسیروں کو اپنے آگے کا کھانا اٹھا کر کھلا دینے والے قیدیوں کو اپنے اوپر ترجیح دینے والے۔ مسلسل تین دن فاقے سے رہ کر حاجت مندوں کی حاجت کو پوری کرنے والے۔ ایک طرف تو دوسروں کی حاجت پوری کر رہے ہیں اپنے مفاد پر دوسرے کے مفاد کو ترجیح دے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہہ رہے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے ہم تم سے شکریے کا ایک کلمہ بھی نہیں چاہتے۔ ہم تم سے کلماتِ تشکر بھی نہیں چاہتے تو بتاؤ جب رسول کریم کے گھر کا یہ مزاج ہے۔ جب اہل بیت کا یہ مزاج ہے جب رسول کے گھر میں آغوشِ نبوت کے پروردہ کا یہ مزاج ہے، تو پھر ماننے والے کا کیا مزاج ہوگا؟ تربیت دینے والے کا مزاج کیا ہوگا؟

رسول کا امت سے مطالبہ کیوں ہے

ہم تو دیکھتے ہیں قرآنِ کریم میں انبیاءِ کرام کی ایک بولی محفوظ ہے۔

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۔

اے لوگو! سنو ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ ہمیں جو کچھ لینا ہے۔ ہم اپنے رب سے لیں گے۔

تو انبیاءِ کرام تو قوم سے کوئی بدلہ نہ مانگیں کوئی معاوضہ نہ مانگیں، تو پھر سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ رسول اپنے فرائض اور خدماتِ عالیہ کا بدلہ لیں۔ معاوضہ طلب کریں۔ مگر دوستو! ہم دیکھ رہے ہیں۔ قرآن صاف لفظوں میں حکم دے رہا ہے۔ اے محبوب! مانگو! اے محبوب! بدلہ مانگو! ان سے اجر مانگو۔ وہ قرآن، جو یہ کہے کہ نبی کسی سے کوئی اجر نہیں چاہتے۔ انبیاء بول چکے۔ رسول کے گھر والے بول چکے۔ ہمیں کوئی بدلہ نہیں چاہیے، مگر قرآنِ کریم کہتا ہے اے محبوب! بدلہ مانگو اجر

مانگو۔ اجر جانتے ہو کسے کہتے ہیں۔؟ اجر کام کرنے والے کا ایک حق امتیازی ہوتا ہے آپ نے کوئی کام دو گھنٹے کیا۔ ہم نے آپ کو اس کا معاوضہ دیا۔ تو معاوضہ لینا کوئی جرم نہیں معاوضہ لینا کوئی بُری بات نہیں۔ معاوضہ لینا کوئی شریعتِ اسلامیہ میں حرام نہیں۔ کوئی ناجائز نہیں کوئی ناپسندیدہ نہیں۔ مگر سنو جی! ہم آپ کے معاوضے کے مستحق ہو جائیں اور معاوضہ مانگ لیں تو کچھ خاص بُری بات نہیں، لیکن اگر آپ مستحق ہونے کے بعد یہ کہہ دیں کہ ہمیں کوئی معاوضہ نہیں چاہیے۔ ہمیں کوئی بدلہ نہیں چاہیے۔ ہمیں کوئی جزا نہیں چاہیے تو آپ کے اعلیٰ کردار کی دلیل ہے۔ آپ کا چرچا ہوگا۔ آپ کی شہرت ہوگی کہ دیکھو اس نے آٹھ گھنٹے کام کیا، مگر کہتا ہے ہمیں کوئی بدلہ نہیں چاہیے ہمیں کوئی جزا نہیں چاہیے ہمیں کوئی صلہ نہیں چاہیے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ انسان اخلاقی قدروں کی بلندیوں پر فائز ہے۔ یہ انسان نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ یہ انسان نہایت ہی سخی ہے۔ یہ انسان اپنے اندر مروت کا ایک بحرِ بےکراں رکھتا ہے تو کتنی خوبی کی بات ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ بدلہ مانگنے میں اتنی خوبی نہیں ہے جیسا کہ نہ مانگنے میں، بلکہ یہ کہہ دینے میں ہے کہ ہمیں کوئی اجر نہیں چاہیے۔ اجر سے اپنے آپ کو الگ کر لینے میں جو خوبی ہے، وہ مانگنے میں نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رسول سے یہ کہلایا جاتا کہ اے رسول کہہ دو ہمیں کوئی اجر نہیں چاہیے ہمیں کوئی بدلہ نہیں چاہیے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کو یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ مانگو۔ مانگو اور اپنی امت سے مانگو، اپنے چاہنے والوں سے مانگو۔ سوال کرو، مانگو۔ دینے والے تو بعد میں دیں گے، مگر مانگنا پہلے فرض ہو گیا۔

قُلْ اے محبوب! کہو ان سے لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا کیا مطلب؟ اس میں رسول کا کیا فائدہ؟ جب ہم تمام تشریحات و تفصیلات کو سامنے رکھ کر آپ کے سامنے خلاصہ پیش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول جو بدلہ مانگ رہے ہیں اس میں کچھ رسول کا فائدہ نہیں۔ دو گھنٹے کام کرنے والے انسان نے کہا ہمیں بدلہ نہیں چاہیے

ہم کہتے ہیں بہت اچھا انسان اجر نہیں چاہتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس بدلے سے صرف اسکی ذات کو فائدہ تھا۔ اگر وہ لے جاتا تو اس کی ذات کو فائدہ تھا۔ اس نے اس فائدے سے اپنے آپ کو ہٹا لیا۔ کہا جاتا ہے یہ اچھا انسان ہے، مگر یہاں معاملہ کچھ اور ہے کہ رسول جو اجر مانگ رہے ہیں، وہ ایسا اجر ہے کہ جس میں رسول کا کوئی فائدہ نہیں ہے جس سے مانگ رہے ہیں اسی کا کوئی فائدہ ہے، اسی کی اس میں فلاح ہے۔ اسی کا مستقبل سنور رہا ہے۔

اہل بیت کی محبت کا اصرار کیوں؟

ذرا غور کرو تمہاری مستقبل کی فیروزمندی کے لئے تمہارے مستقبل کو درخشاں کرنے کے لئے رسول کیسا پیارا انداز اختیار فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں سنو! ہمیں بدلہ چاہیے۔ ایسا بدلہ نہیں چاہیے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ ایسا بدلہ جس کی تمہیں ضرورت ہے اور سنو ہم جو بدلہ مانگتے ہیں ہمارے لئے اس کا مانگنا اس لئے ضروری ہے کہ اس میں سراسر تمہارا فائدہ ہے۔

ذرا غور تو کرو کونسا بدلہ؟ میرے اہلِ محبت سے محبت کرو۔ اس میں امت کا کیا فائدہ؟ یہ اہلِ بیت کی محبت پر اس قدر اصرار کیوں؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔ دیکھو اگر رسول کی قرابت والے اگر رسول کی اہلِ بیت عام انسانوں کی طرح ہوتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کی محبت کو رسول اپنی رسالت کا اجر قرار دیں۔ اس لیئے کہ آپ قرآن کریم کے مزاج کو پہچانتے ہیں وہاں قرابت پر اطاعت واتباع کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے جو اطاعت کرنیوالے ہیں وہ اد۔ ہیں اور اطاعت واتباع کو ہمیشہ ذاتی تعلقات پر ترجیح حاصل رہی ہے قرآنِ کریم کے اندر اس مفہوم کی آیت آپ کو ملے گی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقدار وہی ہیں جو ان کی پیروی کریں۔ قرآنِ کریم کے اندر یہ واقعہ ملے گا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ڈوبتے ہوئے بیٹے کو دیکھ کر جب یہ بات کہی تھی: الٰہ العالمین تیرا وعدہ سچا ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۔ اے نوح! وہ تمہارا اہل ہے ہی نہیں۔ میں نے اہل کو بچانے کا وعدہ

کیا اور جو ڈوب رہا ہے، وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے کیا مطلب؟ یعنی وہ بہت ہی بے عمل بدعمل، بدکار انسان ہے، وہ تمہارے اہل میں سے نہیں۔ تو یہاں اہل کا ایک خاص مفہوم متعین کیا گیا کہ دیکھو نبی کا بیٹا ہے، وہ بھی ایمان و عمل سے اگر دور ہے تو نبی کا بیٹا ہونا اس کے کام نہیں آسکتا۔

پسرِ نوح با بداں بنشست ⁂ خاندانِ نبوتش گم شد

صرف نبی کے بیٹے ہونے سے کچھ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ اگر اطاعت و اتباع کا رشتہ مضبوط نہیں ہے۔ تو صرف ظاہری بیٹے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ نالائق بیٹا، بیٹا نہیں ہوا کرتا۔ ناخلف بیٹا اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کی نسبت اس کی طرف کی جائے جس کا وہ بیٹا ہے معلوم ہوا کہ اطاعت کی بڑی اہمیت ہے۔ اتباع کی بڑی اہمیت ہے تو میرے رسول قرابت والوں کی محبت پر اصرار کیوں کر رہے ہیں۔؟ اگر یہ رسول یہ کہتے کہ دیکھو جو میری اطاعت کرتے ہیں، ان سے محبت کرو۔ جو میری اتباع کرتے ہیں ان سے محبت کرو۔

تو بات سمجھ میں آئی؟ مگر رسول تو اجرِ رسالت ان تمام باتوں کو قرار نہیں دے رہے ہیں۔ ٹھیک ہے خلفائے راشدین کی اتباع کو بھی ضروری قرار دیا۔ صحابہ کرام کی پیروی کو بھی ضروری قرار دیا۔ مگر اجرِ رسالت کے طور پر جس چیز کو رسولِ کریم مانگ رہے ہیں، وہ اپنے قرابت داروں کی محبت مانگ رہے ہیں۔ اس محبت سے امت کو فائدہ کیا ہے؟ اس محبت میں امت کیلئے رکھا کیا ہے؟ دوستو محبت کے اندر ایک جذبہ و کشش ہوتی ہے محبت کرنے والے اس حقیقت کو سمجھتے ہیں یہ کوئی عقلی استدلالی چیز نہیں ہے کہ ہم عقل و استدلال کی روشنی میں سمجھائیں کہ محبت کے جذب و کشش کا عالم کیا ہوتا ہے۔ یہ ایک وجدانی چیز ہے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو محبت کرتا ہے، وہی سمجھتا ہے کہ محبت کیا ہے اسی لیے کسی کہنے والے نے کہا ہے

فیضانِ محبت عام تو ہے، عرفانِ محبت عام نہیں

اہلِ محبت کی کیفیت

محبت کا فیضان ضرور عام ہے، مگر محبت کا عرفان محبت کی معرفت محبت کی پہچان یہ بہت مشکل ہے۔ ایسا شخص محبت کو نہیں پہچان سکتا۔ جو خود جذب محبت سے خالی ہو۔ یہ ایک کیفیت ہے کیفیت دور سے پہچانی نہیں جا سکتی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے۔ یہ آگ کا شعلہ جل رہا ہے۔ یہ آتش کدہ بھڑک رہا ہے۔ اس میں ایک انسان جل رہا ہے۔ اس کے جلنے کی جو تکلیف ہے، اس کے جلنے کی جو کیفیت ہے کنارے رہنے والے کیسے محسوس کر سکیں گے۔ اس کا تڑپنا ضرور دیکھیں گے۔ اس کی بے چینی ضرور دیکھیں گے۔ اس کی آواز کی پکار ضرور سنیں گے، مگر جو جلن اسے محسوس ہو رہی ہے۔ باہر رہنے والو تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اب وہ کہہ رہا ہے کہ میری حرارت کا عالم یہ ہے۔ اب اس کے کہنے پر تمہیں ماننا ہوگا نہیں مانو گے تو اس کے انداز سے تم ایسا سمجھو گے یہ کوئی دیوانہ نظر آ رہا ہے۔ اتنے سرخ سرخ خوبصورت سے انگارے اڑ رہے ہیں۔ اس میں یہ چلا رہا ہے۔ اسمیں یہ چیخ رہا ہے۔ اس میں یہ تڑپ رہا ہے۔ یہاں سے دیکھو کہ کتنے اچھے لگتے ہیں یہ انگارے۔ کتنی اچھی لگتی ہیں یہ چنگاریاں، مگر پوچھو اس سے جو اس میں جل رہا ہو تو کنارے رہ کر کے تم طوفان کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ تم کنارے رہ کر کے آگ کی حرارت کا عرفان نہیں حاصل کر سکتے۔ یہی دوستو محبت کا معاملہ ہے جن کو محبت کی کوئی دولت نہیں ملی محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ وہ اہل محبت کو کیا جانیں۔ وہ کیا جانیں کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں وہ کونسی آگ روشن تھی؟ وہ کیا جانیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام کیا تھا؟ وہ کیا جانیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا عالم تھا؟ وہ کیا جانیں صحابہ کرام کے عشق رسول کا عالم کیا تھا؟ واقعی دوستو! میں کہتا ہوں، میرا ضمیر کہتا ہے۔ اگر ہم اس دور کے انسان صحابہ کو دیکھتے تو مجنون سمجھتے، دیوانہ سمجھتے۔ نہ جانے کیا کیا سمجھتے اور دوستو اگر وہ ہم کو دیکھ لیتے تو ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیں کیا سمجھتے۔ اگر وہ ہمیں دیکھ لیتے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کے پاس ہمارے لئے استعمال کرنے کیلئے کوئی لفظ ہوتا بھی کہ نہیں ہوتا۔

محبت کی فطرت

دوستو! ذرا سوچو۔ محبت محتاج دلیل نہیں ہوا کرتی۔ محبت اپنے محبوب کے فضائل کو دلیل سے نہیں سمجھتی۔ محبت اپنے محبوب کے کمالات کیلئے برہان نہیں چاہتی۔ محبت اپنے محبوب کے مقام کو سمجھنے کیلئے حجت نہیں چاہتی۔ یہ کیسے اہلِ محبت ہیں! جو رسول کے مقام کو سمجھنے کے لئے دلیل مانگ رہے ہیں برہان چاہتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ محبت کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ اگر عیبی محبوب ہو تو اس کے عیب کو چھپایا جاتا ہے۔ اگر کمی ہے تو اس کی کمی کو ختم کیا جاتا ہے۔ رسول کے دشمنوں کو ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو جس سے محبت ہے تم بھی اس کے عیب کو چھپاتے ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ محبت کی فطرت یہی ہے جو جس کا ہوتا ہے، اس کو ماننے کیلئے دلیل تلاش نہیں کرتا۔

تو محبت کے اندر جذب و کشش ہوتی ہے۔ محبت میں یہ تڑپ ہوتی ہے کہ محبوب کی صورت سے ہماری صورت ملے، محبوب کے کردار سے ہمارا کردار ملے۔ محبوب کی چال سے ہماری چال ملے۔ محبوب کی رفتار سے ہماری رفتار ملے۔ محبوب کی گفتار سے ہماری گفتار ملے۔ کوئی دیکھے تو اسے ہمارا محبوب یاد آجائے۔ دیکھا آپ نے یہ مزاج ہوتا ہے محبت کا۔ تو رسول نے دیکھا اپنے اہلِ بیت کو رفتار کو، اپنے اہلِ بیت کی گفتار کو، اپنے اہلِ بیت کے کردار کو بڑا بھروسہ تھا رسول کو اپنے اہلِ بیت پر، تو سوچا کہ جب امت ان کی محبت میں گرفتار ہو جائے گی تو ہم اس امت سے جو چاہتے ہیں، وہی چیز حاصل ہو گی۔ واقعی یہ امت صحیح اسلام والی امت بن جائے گی لہٰذا رسول نے سوچا کہ اپنی امت سے صاف لفظوں میں کہہ دیا جائے کہ تم میرا اگر کچھ بھی احسان مانتے ہو تو اس کے بدلے میں مجھے یہی دو کہ میری اہلِ بیت سے محبت کرو۔

حسنین کریمین کو ٹریننگ

رسول کو علم ہے کہ یہ میری ذریات عام ذریات جیسی نہیں ہیں۔ ان کو دیکھو تو خدا یاد آجائے۔ ان کے قریب بیٹھو تو خدا تعالیٰ نزدیک ہو جائے۔ ان سے دور ہو جاؤ تو خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی تربیت کی ہے۔ ہم نے ان کو آغوش میں پالا ہے۔ ہم نے

ان کو کاندھے پر چڑھایا ہے۔ ہم نے ان کو اپنی پشتِ مبارک پر بٹھا کر تربیت دی ہے بتاؤ، انصاف سے بتاؤ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاندھے پر ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے کاندھے پر ہیں۔ کاندھے پر دو بچوں کو چڑھا لینا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ یہ کوئی بُری بات نہیں ہے۔ محبت میں رسول نے حسنین کو کاندھوں پر بٹھا لیا اور اس کے بعد حضرات حسنین ایک مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہ اونٹوں پر بیٹھنے والے اپنے اونٹوں کی لگام پکڑ رہتے ہیں۔ حضور ہمارے لیے تو کوئی لگام نہیں ہے، تو سرکار نے اپنے سر مبارک کے مُوئے مبارک کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو تم پکڑ لو۔ اب ذرا غور کرو۔ آپ کہیں گے کہ بچوں کے بہلانے کی بات ہے مگر سنو یہ رسول کا فعل ہے۔ یہ نبی کا کردار ہے۔ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) یہ رسول ٹریننگ دے رہے ہیں۔ یہ رسول مشق کرا رہے ہیں کہ اے میرے نورِ چشمو! اے میرے دل کے ٹکڑو! آج میرے موئے مبارک کو مضبوطی سے تھام لو کل میری امت کی لگام تمہیں تھامنی ہے۔ کل میری امت کی ہدایت کا ذریعہ تمہیں بننا ہے۔ تو میرے رسول یہ سب کچھ سکھا رہے ہیں۔

تم اس پیارے واقعے کو یاد کرو میرے رسول سجدے میں ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشتِ مبارک پر آئے اور آنے کے بعد رسول نے اپنے سجدے کو طویل کر دیا۔ جب حضرت حسین اتر گئے تو سر اٹھایا۔ کیا سکھایا اس میں اے حسین! اسی عمر میں دیکھ لو کہ مجھے تم سے محبت ہے مگر تیری محبت نے مجھے غافل نہیں بنایا تو میری پیٹھ پر آیا تو میرا نقصان نہیں ہوا، بلکہ خدا تعالیٰ کا سجدہ طویل ہو گیا ذکرِ الٰہی اور تسبیحِ ربانی کی تعداد بڑھ گئی۔ معلوم یہ ہوا کہ اے بچوں سے محبت کرنے والو! اگر کرو تو ایسی محبت کرو کہ خدا تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ خدا کا ذکر اور بڑھ جائے۔ خدا کا سجدہ اور طویل ہو جائے۔ تسبیح و تہلیل کی مدت اور دراز ہو جائے۔ رسول کو اپنے تربیت یافتہ افراد پر اعتماد ہے۔ بھروسہ ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے گی، مگر یہ میرے مشن کو چھوڑ نہیں سکتے۔ یہ میرے پیغام کو پہنچانا چھوڑ نہیں سکتے اور واقعی نہیں چھوڑا۔ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ

جن کے عرس کی مقدس محفل میں آج ہم آپ شریک ہو کر اپنے آپ کو انوار و تجلیات سے فیضیاب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کیا پیاری بات کہی تھی ؎

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اہل بیت کیلئے ارشاداتِ نبوی

تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بنیاد حضرت امام عالی مقام کیسے بنے؟ یہ رسول کی تربیت تھی۔ اسی لئے رسول نے اجرِ رسالت کے طور پر ان کی محبت کو مانگ لیا اور واقعی دوستو! دشمنی چاہے ان کی کرو، چاہے دوستی کرو۔ ان کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ ان کی عداوت کو اپنی عداوت قرار دیا۔ یہ سب الفاظ کیوں احادیث میں ہیں؟ الفاظِ حدیث اس طرح ہیں: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں) اور یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں)، یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ یَا عَلِیُّ حُبُّکَ اِیْمَانٌ وَبُغْضُکَ نِفَاقٌ۔ (اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے۔) یہ کیوں کہا جا رہا ہے۔ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا وَاَبْغَضَ اللّٰہُ مَنْ اَبْغَضَ حُسَیْنًا۔ (جس نے حسین سے محبت کی، اللہ نے اس کو اپنا محبوب بنا لیا اور جس نے حسین سے عداوت کی، اس نے اللہ کو اپنا دشمن بنا لیا۔

ذرا غور تو کرو دوستو! ایسی باتیں کیوں فرمائی جا رہی ہیں؟ یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ یہ میرے دونوں دنیا کے پھول ہیں۔ یہ سارے مقامات کیوں بتلائے جا رہے ہیں۔ یہ منزل کیوں دکھائی جا رہی ہے؟ اس لئے کہ ان کو ماننے میں ان کو چاہنے میں ہمارا فائدہ ہے؟ ان سے جب ہم محبت کریں گے، تو ہدایت پہ رہیں گے۔ واقعی دوستو! کیا پیاری بات کہی ہے میری سرکار نے

حُبُّ عَلِیٍّ یَاکُلُ الذُّنُوبَ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الحَطَبَ ۔ (یعنی علی کی محبت گناہوں کو یوں کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے) مگر دوستو! اتنا سمجھ لینا محبت کے لفظ سے الجھ کے مت رہ جانا۔ یہ نہ سمجھ لینا، یہ ٹھیک ہے، اب محبت کریں گے، حج کی کیا ضرورت ہے؟ نہیں دوستو! اگر تم علی سے محبت کرو گے تو تم نماز پر بھی مجبور ہو گے۔ روزے پر بھی مجبور ہو گے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کی محبت دل میں ہو اور ان کی اداؤں سے محبت نہ ہو۔ ان کی عبادت سے محبت نہ ہو۔ ان کے کردار سے محبت نہ ہو۔ ان کی رفتار اور گفتار سے محبت نہ ہو لفظِ محبت سے الجھنا نہیں ہے۔

محبت کی تشریحیں

ہمیں محبت کی حقیقت میں ڈوب کر بات سمجھنی ہے محبت کے عجیب مزاج ہوتے ہیں۔ کتنی تشریحیں عرض کروں لفظ محبت کی۔ چند باتیں سامنے کی عرض کرتا ہوں۔ میں نے یہاں کسی جمعہ پر اس کی تھوڑی سی تشریح کی تھی اور یہاں کچھ نئے چہرے دکھائی پڑ رہے ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ حضرات بھی سماعت فرمائیں۔ دیکھو، بہت گہرے درجات کی طرف تو میں نہیں لے جاؤں گا کہ محبت کے کتنے درجے ہیں اور وہ فنا در فنا کا درجہ کیا ہے کہ انسان اپنے آپ کو محبوب کی ذات و صفات میں ایسا فنا کر دے کہ اس فنا ہونے کا بھی عرفان نہ ہو اپنے کو فانی کہنے کی بھی اس میں سکت نہ ہو۔ ایسا فنا کر دے تو یہ فنا در فنا کی منزل ہے۔ دیکھو دوستو! شبنم کو وہ بھی مٹ گیا، وہ بھی فنا ہو گیا۔ وہ قطرہ بھی فنا ہو گیا جو دریا میں گیا۔ وہ قطرہ بھی فنا ہو گیا جو ساحل پہ آ کر سر پٹک کر رہ گیا، مگر دونوں کے فنا ہونے میں فرق ہے کہ وہ قطرہ جو دریا کے پانی سے مل کے فنا ہو کے ایسا باقی ہوا کہ اب اس کو مٹانے کیلئے پورے دریا کو مٹاؤ اور وہ قطرہ جو ساحل پہ آ گیا اس کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جب حق حق سے ملتا ہے تو فنا بھی ہو جاتا ہے اور باقی بھی رہتا ہے اور جب حق باطل سے ملتا ہے تو بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ قطرہ قطرے سے ملا تو دریا بنا دریا سمندر میں گیا تو سمندر ہو گیا سارے دریا

ساری گھبنے والی ندیاں سمندر میں جا کے فنا ہو جاتی ہیں، مگر دوستو! فنا ہو کے بھی باقی رہتی ہیں
سمندر تو نہیں بنتیں۔ مگر فنا ہو کے بھی باقی رہتی ہیں۔ ان کے فنا ہونے کا بھی کوئی ادراک نہیں
ہوتا۔ تو یہ ایک وجدانی کیفیت ہے کہ اس کی تشریحات کو سمجھنا اور سمجھانا دونوں دشوار ہے
میں ایک اور ہلکی بات آپ کے سامنے عرض کروں کہ دیکھو میاں محبت کیلئے جو کم سے کم درجات
ہیں وہ یہ ہیں کہ تم اپنے محبوب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ سلوک کرو اور سمجھو کہ بہت کم کیا اور
محبوب اگر تمہارے ساتھ تھوڑا کردے تو سمجھو بہت زیادہ کیا۔ غور کرو صحابہ کرام کی زندگی کا
مطالعہ کرو کہ انہوں نے اپنی زندگی کو اللہ کے رسول کے قدموں پر قربان کردیا۔ سرکار نے
اگر کسی کیلئے کوئی اچھا فقرہ استعمال کیا، تو وہ اسی پر فخر کرتے رہے۔

علی ولی

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر پوچھو کہ کیا کچھ پایا، انہوں نے
سرکار کے قدموں پر۔ اور سیدنا علی المرتضیٰ جن کا نام علی ہے اور علی نام کے
اندر کتنی خوبی ہے۔ اتنا ستھرا نام ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ ایسا نام ہے کہ اس نام کو بگاڑو تو بنتا
ہے۔ بعض نام بگاڑیں تو بگڑ جاتے ہیں، مگر علی کا نام ایسا ہے کہ بگاڑو تو بنتا ہے، مثال کے
طور پر ایک چیز ہے جس کو تابع مہمل کہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں چلئے چائے وائے پی لیجئے تو چائے
تو سمجھ میں آگئی۔ یہ وائے کیا چیز ہے! کھانا وانا، پانی وانی بولنے کا عام رواج ہوگیا ہے اس
کو تابع مہمل کہتے ہیں۔ لفظ کا وہ تابع ہوتا ہے مگر مہمل ہوتا ہے اور طریقہ بہت آسان سے
پانی کو مہمل کرنا ہے "تو پ" کو ہٹا کر واؤ لگا دو۔ وانی۔ کھانا کو مہمل کرنا ہے تو کھ کو ہٹا کر واؤ لگا
دو۔ وانا مہمل ہوگیا۔ چائے والے چ کو ہٹایا واؤ لگادیا مہمل ہوگیا۔ یہی طریقہ ہے، مگر کتنا پاکیزہ
اور کتنا ستھرا نام ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ کا کہ اگر آپ علی ولی کہیں یہی تو کہیں گے نا علی ولی۔ آپ
تابع مہمل بنانے چلے تھے، مہمل بنانے چلے تو ولی بنے۔ یہ بگڑنے والے نہیں، اس لیے کہ رسول
نے ان کو بنا دیا۔ رسول نے ان کو سنوار دیا ہے تو ان کے نام کو بگاڑنا مشکل ہے۔ ان کی ذات
کو کوئی کیا بگاڑ سکے گا۔ تو کتنا پاکیزہ نام کتنا ستھرا نام، مگر یقین جانو ایک مرتبہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

خاک پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر خاک کا کچھ حصّہ لگ گیا ہے میرے رسول نے دیکھا اور کہا۔ یَا اَبَا تُرَاب کنیت رکھ دی۔ تراب کہتے ہیں مٹی کو اور اب کہتے ہیں باپ کو۔ اے مٹی کے باپ یَا اَبَا تُرَاب۔ اے مٹی کے باپ یہ کونسا اچھا نام تھا۔ یہ کونسی خوبی والی بات تھی۔ مگر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو جب کوئی ابوتراب کہتا تھا، تو وہ اتنا مسرور ہوا کرتے تھے جیسے دارین کی نعمت مل گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ محبوب کے منہ کا نکلا ہوا فقرہ ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ابوہریرہ کہہ رہے ہیں۔ یہ ابوہریرہ کیوں؟ نام جانتے نہیں ہو۔ ان کے نام کے اندر تو اتنا اختلاف ہے کہ پتہ ہی نہیں کہ ان کا صحیح نام کیا ہے لوگ فراموش کر گئے نام۔ بلیوں سے ان کو محبت تھی، وہ ایک بلی اپنی آستین میں چھپا کر کہیں جا رہے تھے۔ سرکار نے دیکھ لیا۔ عربی میں ہرّہ بلی کو کہتے ہیں، ہریرہ بلی کے بچوں کو کہتے ہیں۔ یَا اَبَا هُرَيرَةَ یَا اَبَا هُرَيرَةَ۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلیوں والے، اے بلیوں کے باپ۔ اتنا کہنا تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ بس وہ اپنے آپ کو یہی بتلاتے رہتے کہ ہم ابوہریرہ ہیں۔ اتنا بتایا، اتنا بتایا کہ لوگ ان کا نام ہی بھول گئے کہ ان کا نام کیا ہے۔ تو تم محبوب کے ساتھ کوئی بھی سلوک کرو، سمجھو کچھ بھی نہیں کیا اور وہ ایک فقرہ دے دے تو سمجھو ساری کائنات مل گئی۔

محبت کا تقاضا

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر محبوب کی زندگی بھر تم اطاعت اتباع کرو تو سمجھو کچھ بھی نہیں کیا اور اگر ایک نافرمانی ہو جائے سمجھو سب کچھ ہو گیا۔ زندگی بھر اطاعت کرو، زندگی بھر فرمانبرداری کرو، سمجھو کہ ہم نے کچھ کیا ہی نہیں ایک ایک نافرمانی ہو جائے تو سمجھو کہ ایک عظیم بات ہو گئی جو نہیں ہونی چاہیے۔ یہ محبت کی علامتیں ہیں۔ یہ محبت کی نشانیاں ہیں نیز محبت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ محبوب کی موافقت کرو۔ محبوب کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ یعنی وہ جس بات کا حکم دے، اس کی بھی اطاعت کرو اور جس بات کا وہ حکم نہ دے، وہ بھی کرو۔ الغرض جس کی وہ خواہش کرے اسے ضرور کرو، چاہے وہ کہے یا نہ کہے۔ یہ موافقت نہیں کہ جب محبوب موجود ہو تبھی اطاعت ہو، بلکہ موجود ہو، جب بھی وہی عالم ہو۔ غیوبت میں ہو

غائب ہو۔ جب بھی وہی عالم ہو یعنی صرف محبوب کے سامنے ہی نہ اطاعت شعار ہو، بلکہ اس کی اطاعت اس کے سامنے بھی کرو اور جب اس سے ہٹ جاؤ۔ اس کے سامنے سے کہیں باہر چلے جاؤ تب بھی محبوب کی اطاعت کرو۔ ایک بڑی پیاری بات اس سلسلے میں کہی گئی ہے کہ محبوب کے وپر اپنی جان و مال اپنی پوری کائنات اپنے خواطر اپنے عزائم اپنے دلی ارادے، اپنی کیفیات سب کو ایسا قربان کر دو کہ سب کا اسے سمجھ لو اور سب کچھ اس پر قربان کرنے کے بعد یہی سمجھو کہ ابھی ہم نے کچھ کیا ہی نہیں، ابھی ہم کچھ کر ہی نہیں سکے۔

محبت کی تشریح کرتے ہوئے ایک عجیب پیاری بات کہی گئی ہے۔ وہ اہل فہم حضرات کے لئے بہت ہی اونچی اور گہری بات ہے کہا دیکھو محبوب سے محبت کرو تو تمہاری کیفیت یہ ہو کہ تم کو اپنے اوپر شرم آئے۔ محبوب کو اتنا عظیم، اتنا بلند سمجھو، اتنا برتر سمجھو کہ اپنی محبت کی وجہ سے تمہیں شرم آئے کہ میں اتنا نیچا میں اتنا کم، اس کے باوجود اتنے اونچے اور عظیم المرتبت محبوب کو چاہتا ہوں تو میں نے محبت کر کے گویا اپنے محبوب کی توہین کر دی۔ اس لئے کہ کہاں میں اس لائق کہ میرا وہ محبوب بنے تو مجھے غیرت آتی ہے کہ میں اسے اپنا محبوب کہوں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اسے اپنا محبوب ظاہر کردوں۔ الغرض محبوب کو عظیم سے عظیم سمجھو اور اپنے کو حقیر سے حقیر شمار کرو۔ دوستو یہ ہے محبت کی بات

عجیب محبت

مگر یہ عجیب حیرت کی بات ہے کہ لوگ رسول سے محبت بھی کریں اور رسول کو اپنی طرح سمجھیں۔ رسول سے محبت بھی کریں اور رسول کی عظمت کا تصور بھی ذہن میں نہ ہو، حالانکہ محبت کا مزاج یہ ہے کہ محبوب کو عظیم سمجھا جائے۔ اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو حقیر تصور کیا جائے اور پھر یہ سوچا جائے کہ ہم نے اس کو اپنا محبوب بنا کر کچھ اس کی شان نہیں بڑھائی، بلکہ ہمیں تو شرم آنی چاہیے کہ ہم چھوٹے اور اتنے عظیم کی محبت کو اختیار کر کے ہم نے اپنی طرف سے ان کو اپنا محبوب کہہ دیا تو یہ گویا ان کی ایک طرح کی توہین ہو گئی

دوستو! یہ سب وجدانی کیفیات ہیں جو محبت کے جس درجے پر فائز تھا اس نے محبت کی وہی تشریح کردی۔ تو میرے رسول اس لئے تمہیں اپنی اہل بیت اور اپنی آل کی محبت

کا پابند کر رہے ہیں؟ اپنے آل کے فضائل اور اپنے آلِ اطہار کے اوصاف اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ جب تم ان سے محبت کرو گے، تو اس وقت ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گے اور جب تم ان کی اطاعت کرو گے، تو اسلام کا جو مقصد ہے وہ حاصل ہو جائے گا۔ دیکھو کتنا بڑا کرم ہے، کہ ہم ان کی اطاعت کریں۔ ہمارا جو اطاعت کا فریضہ ہے وہ ادا ہو، خدا کا فرض ادا ہو، رسول اسے اپنا اجر قرار دیں۔ ذرا غور تو کرو، ذرا سوچو، سر سرفندہ ہمارا، سر سر نفع ہمارا اور سرکار کہیں کہ تم نے ہمارا صلہ دے دیا۔ تم نے ہمارا بدلہ دے دیا۔

محبت کی آزمائش

مگر دوستو! صرف محبت کا پیغام پہنچا کر بات ختم نہیں ہوتی۔ محبت کی آزمائش بھی ہوتی۔ فرمائشوں کی تکمیل پر محبت کی آزمائش ہوتی ہے۔ سنتِ الٰہیہ دیکھو، تو کیا جب محبت کرنے والے نے کہا ہمیں محبت ہے تو انہیں چھوڑ دیا گیا؟ نہیں اے خلیل! محبت ہے، تو دیکھو آتش کدہ تیار کیا جا رہا ہے، محبت ہے، تو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دو۔ محبت ہے تو اے زکریا! سر پر آرا چل جائے، مگر اُف نہ کرنا۔ محبت ہے تو اے یحییٰ! گلے پر تلوار گزر جائے۔ اُف نہ کرنا۔ محبت ہے تو اے نوح! پتھر دل سے تمہارے سر لہو لہان ہوں، اُف نہ کرنا۔ ذرا غور تو کرو محبت کا جس نے جتنا بڑا دعویٰ کیا وہ اتنی ہی بڑی آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔

الغرض محبت قربانیوں سے آزمائی جاتی ہے، ورنہ یہ دسترخوان والی محبت ایسے تو چاٹنے والے بہت ملیں گے، مگر گردن کٹانے والی محبت، ایسے بہت کم ملیں گے۔ میرے رسول کے پاس جو قوم جمع ہوئی تھی وہ قوم دسترخوان والی محبت والی نہیں تھی۔ بلکہ اپنے پیٹ کے اوپر پتھر باندھ کر رسول کے اوپر اپنی متاعِ کائنات کو لٹانے والی قوم تھی۔ یاد رہے کہ آزمائش کا پتہ چلے گا اطاعت سے۔ جب آپ کسی سے محبت کریں اور اطاعت نہ کریں۔ محبت کریں اور اتباع نہ کریں اور پیروی نہ کریں، تو ہم سمجھ لیں گے کہ جس کو آپ محبت کہتے ہیں۔ یہ نفاق کا دوسرا نام ہے جس کو آپ محبت کہتے ہیں یہ نافرمانی کی سنگین علامت ہے معلوم یہ ہوا کہ محبت کا مزاج ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رسولِ کریم کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے دلوں کو رسول کی محبت کا مدینہ بنا دے اور ہمارے اور آپ کے دلوں میں رسول کی محبت کو ایسی جگہ دے کہ ہم بھی اس محبت کا کچھ عرفان حاصل کریں اور اس محبت کے صدقے میں ہم بھی اطاعت و اتباع کی منزلیں طے کر سکیں۔

محبت کی آزمائش بارگاہ امام رضا میں

الغرض محبت کوئی مذاق نہیں ہے ہمیں تو حضرت امام رضا یاد آ گئے

حضرت امام رضا کے سامنے ابو سہل خراسانی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دوستوں کی کثرت کی بات چیت کی کہ اے امام آپ کے چاہنے والے تو بہت ہیں۔ آپ پر جان چھڑکنے والے تو بہت ہیں۔ آپ کے پروانے بہت ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ الرحمۃ نے ان کی بات سنی اور اس کے بعد حکم دیا، ذرا شعلے بلند کرو، جب انگارے روشن ہو گئے تو ان سے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم انگارے میں چلے جاؤ۔ وہ معذرت کرنے لگے۔ امام آپ مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔ حضرت امام خاموش رہے۔ اتنے میں حضرت امام کے چاہنے والے حضرت ہارون مکی علیہ الرحمۃ دور سے آتے ہوئے نظر آئے اور جب وہ آئے۔ آتے ہی حضرت امام نے کہا ہارون! اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے پوچھا بھی نہیں کہ حضرت معاملہ کیا ہے؟ بات کیا ہے۔ حضرت امام نے کہا اور وہ داخل ہو گئے۔ جب داخل ہو گئے تو اس کے اندر آگ نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر وہ تو بیٹھ گئے یہ اور بات ہے کہ جو داخل ہونے کا حکم دیتا ہے، وہ آگ کو بجھانا بھی جانتا ہے اس کو ٹھنڈا کرنا بھی جانتا ہے، مگر پہلے تمہارا امتحان ہو گیا۔ آزمائش تو ہو گئی دوستو! جہاں تک نعمتوں کے ملنے کی بات ہے جہاں انعام و اکرام کی بات ہے اگر اس کیلئے محبت کرنیوالوں کی لسٹ بنائی جائے۔ تو لسٹ اتنی بڑی ہو گی کہ دو چار لائبریریاں تیار ہو جائیں گی۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ تمہیں خدا کی راہ میں جان و مال خرچ کرنا ہے، تو پھر شاید ہی کوئی نظر آئے، پھر تو آپ کو بہت بڑے کاغذ کی ضرورت نہیں ہے ایک پوسٹ کارڈ سے کام چل جائے گا۔

محبت کی آزمائش میدانِ کربلا میں

دوستو! محبت والے ہمیشہ آزمائے گئے حضرت امام عالی مقام سے محبت کرنے والوں کی جو آزمائش ہوئی ہے۔ تاریخ نے وہ آزمائش نہ دیکھی ہوگی۔ چشمِ کائنات نے ایسا عالم نہ دیکھا ہوگا۔ کیا تم فراموش کر سکتے ہو سرزمین کربلا کو؟ کیا تم عاشورہ کی رات کو فراموش کر سکتے ہو؟ محبت کرنے والوں کی کتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے۔ ذرا غور کرو، یہاں حضرت امام عالی مقام مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ تین دن سے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ان کے اصحاب اور اعوان ان کے حضور بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت امام مشورہ دے رہے ہیں کہ سنو! ہم تمہیں اپنی بیعت سے آزاد کر رہے ہیں۔ حضرت امام رضا نے تو حکم دیا تھا۔ یہاں حکم کا بھی سوال نہیں ہے یہاں تو بیعت سے بھی آزاد کر دیا اور آزاد کر کے کہا سنو! تم سے جھگڑا نہیں ہے۔ تم جاؤ گے تو راستہ کھلا ہوا ملے گا ہماری مدد کیلئے آنے والوں کیلئے راستہ بند ہے، مگر ہمیں چھوڑ کر جانے والوں کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے تم جاؤ اور ہم کوئی مواخذہ نہ کریں گے مگر دوستو! یہ سن کر سب خاموش ہیں کچھ نہیں بول رہے ہیں۔ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ حضرت امام نے سوچا کہ ان کے دل میں خیال آتا ہوگا کہ ہم جب رسول کے نواسے کو چھوڑ جائیں گے تو قیامت کو ہم رسول کو منہ کیا دکھائیں گے تو حضرت امام نے خود ہی فیصلہ فرما کر کہا کہ سنو فکر مت کرنا قیامت کی چلے جاؤ بخشوانے کی میں ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں بخشواؤں گا تم چلے جاؤ۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالو۔ پھر دیکھتے ہیں کہ وہ سب بدستور اپنی جگہ پر خاموش ہیں تو حضرت امام نے سوچا کہ لاؤ کوئی بہانہ تلاش کیا جائے۔ کہا کہ دیکھو ایسا کرو کہ تم لوگ جاؤ اور ایک ایک میرے گھر کے بچوں کو بھی لیتے جاؤ تاکہ باہر والے تم سے کبھی کچھ پوچھے کہ تم امام کو کیوں چھوڑ کر چلے آئے تو کہہ دینا کہ امام نے ہمیں اپنے کام سے بھیجا ہے۔ ہم امام کو چھوڑ کر نہیں آئے بلکہ امام نے ہمیں اپنے کام سے بھیجا تھا۔ ہم ان کے بچوں کو لے کر آئے ہیں۔ مگر نہیں، اس وقت بھی سب خاموش ہیں، تو امام سوچتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے، روشنی ہے ہم ان کو دیکھ رہے ہیں یہ ہمیں دیکھ رہے ہیں لاؤ چراغ

کو گل کر دیا جائے کہ تاریکی ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے اندھیرے میں کوئی چلا جائے۔ ابھی جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے حیا آتی ہے۔ تو حضرت امام نے چراغ کو گل کر دیا تو گل کرنے کے تھوڑی دیر بعد جب چراغ روشن کیا تو دیکھا کہ سارے صحاب ویسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے بیٹھنے کا انداز بتا رہا ہے کہ اے امام اگر ہم اس شمع کے پروانے ہوتے تو اس کے گل ہوتے ہی یہاں سے چلے جاتے ہیں، مگر ہم تو اس شمع امامت کے پروانے ہیں، یہ شمع جل رہی ہے۔ وہ پروانہ چلا جائے یہ پروانے کے مزاج کے خلاف ہے۔ ہم اس شمع کے بجھنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بجھا دیں گے مگر اپنی زندگی میں اس شمع کو بجھنے نہ دیں گے۔ کمر خمیدہ حضرت مسلم ابن عوسجہ کھڑے ہوئے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ اے امام! آپ ہم سے جانے کی بات کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم اپنے نیزوں سے ان کا مقابلہ کریں گے اور اگر ہمارے نیزے ٹوٹ گئے تو ہم اپنی تلواروں سے ان کا مقابلہ کریں گے اور اگر ہمارے ہاتھ میں تلواروں کا دستہ نہ رہا، تو ہم پتھروں سے ان کا مقابلہ کریں گے اور اگر میں اس قابل بھی نہ رہا کہ پتھر چلا سکوں، تو آپ کے قدم ناز میں اپنی جان کو قربان کر دوں گا مگر جا نہیں سکتا۔ ایک صاحب کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ اے امام! آپ کیا بات کریں گے! کیا کہہ رہے ہیں! اگر ہمیں بار بار جلایا جائے۔ زندہ کیا جائے۔ جلایا جائے، زندہ کیا جائے، پھر بھی ہم آپ کی اطاعت و رفاقت نہیں چھوڑ سکتے۔

ذرا سا غور تو کرو، یہ امتحان ہو رہا ہے محبت کرنے والوں کا۔ یہ آزمائش ہو رہی ہے محبت کرنے والوں کی اور یقیناً ان محبت کرنے والوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امام کے چاہنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ واقعی رسول نے جو اجر رسالت مانگا تھا کربلا والوں نے دے دیا اور ان کی وفاداری کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب تک ان میں ایک بھی زندہ رہا۔ بنی ہاشم کے دامن پر آنچ نہ لگ سکی جب تک ان میں ایک بھی زندہ رہا آلِ امام اور آلِ رسول پر ایک خراش تک نہ آسکی جب تک ان میں ایک بھی زندہ رہا تو آلِ امام اور آلِ رسول کا دامن نہ بھیگ سکا۔ تو بہادروں نے جو وعدہ کیا تھا رات کو دن میں اسے سچ کر کے دکھا دیا۔ میں اس کی تفصیلات میں آپ کو کہاں تک لے جاؤں۔ مجھے تو صرف یہ

دکھانا ہے کہ محبت بغیر آزمائش کے سمجھی نہیں جا سکتی۔ تو اے خدا اور رسول کے چاہنے والو اور اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی محبت کرنے والو نہ جانے کیسی کیسی آزمائشیں تمہاری ہو سکتی ہیں۔ نہ جانے کیسے کیسے امتحانات تمہارے ہو سکتے ہیں۔ ہر امتحان اور ہر آزمائش کیلئے تمہیں تیار ہونا چاہیے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اندر کوئی حسین ابن علی نہیں۔ یہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ ہم میں کوئی خالد ابن ولید نہیں ہم جانتے ہیں کہ ہم میں کوئی ابو عبیدہ نہیں۔ کوئی صدیق نہیں، کوئی فاروق نہیں، کوئی عثمان نہیں، کوئی حیدر کرار نہیں، مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا خدا رحیم و کریم ہے۔ ان کے ساتھ جو امتحان کی صورت ہے وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ ہمارے لیے تو کچھ نہیں۔ ہمارے لئے تو یہ پانچ وقت کا نماز پڑھنا ہی آزمائش بن گیا ہے۔ اللہ اللہ اس دور میں پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہی آزمائش کی بات ہو گئی ہے

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ... یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اللہ تعالیٰ ذوقِ سجدہ عطا فرمائے

آج ہم سے یہ کہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ پہاڑ سے چھلانگ لگا دو۔ ہم سے تو یہی کہا جا رہا ہے فجر کی نماز کو فراموش نہ کرو۔ ہم سے یہی کہا جا رہا ہے ظہر کی نماز تم پر فرض ہے ہم سے یہی کہا جا رہا ہے، دیکھو یہ صلوٰۃ وسطیٰ بڑی اہم ہے اس کو نہ بھولنا۔ ہم سے تو صرف پانچ وقت کی نماز کی بات کی جا رہی ہے۔ ایمان والو! تم پانچ وقت کی نماز کی پابندی کر کے دیکھو۔ حساب لگاؤ دنیاداری کے انداز سے سوچو اور پھر بتاؤ اس نماز کے پڑھنے سے تمہارا کیا نقصان ہوا، روزہ رکھنے سے تمہارا نقصان کیا ہوا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے سے تمہیں کیا خسارا ہوا! آپ دیکھیں گے تو کوئی نقصان نہیں پائیں گے' اس لئے کہ جتنا نماز پڑھنے میں وقت لگتا ہے اس سے کہیں زیادہ فضولیات میں گزر جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تو لایعنی باتوں میں وقت گزر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں

زندہ رکھے تو مسلمان کی زندگی عطا فرمائے موت دے تو مسلمان کی موت عطا فرمائے ہمیں ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھے۔ الٰہ العالمین ہمیں زندہ رکھ تو ایسی زندگی دے جو رکوع کرنے والوں کی زندگی ہو، ہمیں موت دے تو ایسی موت دے جو رکوع کرنے والوں کی موت ہو۔ ہمیں زندگی دے تو ایسی زندگی دے جو سجدہ کرنے والوں کی زندگی ہو۔ ہمیں موت دے تو ایسی موت دے کہ ساجدین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ راکعین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ سالکین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ عارفین کے ساتھ ہمارا حشر ہو اور تیرے فضل وکرم سے انبیاء ومرسلین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ اولیائے مقربین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ بزرگانِ دین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔ یہاں دل میں ان کی محبت ہو۔ سر میں ان کا سودا ہو اور دل میں ان کی اطاعت کا جذبہ ہو۔

آج ہم بہت ساری مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں اور سب سے بڑی مصیبت یہ بے دینی، بد مذہبی، الحاد کے حملے ہیں جو ہر طرف سے ہمارے اوپر ہو رہے ہیں۔ ہمیں دل کی گہرائیوں سے دعا کرنی چاہیے کہ اے خدا تعالیٰ! رب تبارک وتعالیٰ زمانہ کی تمام آفتوں سے ہم تمام مسلمانوں کو بچا۔ آشوبِ روزگار سے تمام مسلمانوں کو بچا اور بد مذہبوں اور بے دینوں کی ریاکاریوں سے بچا۔ اور ان کے دامِ فریب میں جانے سے بچا۔

ہمارے کتنے ایسے بھائی ہیں جو اپنے دل میں نیک خواہشات رکھتے ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کی نیک خواہشات اور ان کی نیک تمناؤں کو پورا فرما دے۔ مولیٰ تعالیٰ جو بیمار ہیں ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرما اور جو بے اولاد ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کی گود کو آباد فرما۔

اب آپ حضرات مؤدب کھڑے ہو جائیے اور بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیجئے۔

خطبہ (۶)

بشریت

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ
فِیْہَا مِصْبَاحٌ۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ــــ

ذرے ذرے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے :: میرے معبود تیری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال :: اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب
چشمِ اعمیٰ میں خورشید دیجور ہے :: دیدۂ صاحبِ دید میں نور ہے
آنکھ والوں سے آکے بصر پوچھ لے :: میری سرکار نورٌ علیٰ نور ہے

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

درود پاک تین بار:

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔

ذمہ دار اسٹیج

فاضلِ جلیل حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب نے جو مدلل بیان پیش کیا ہے جس میں ذرا بھی سعادت کی روح ہے۔ اس کے لئے نابت کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ذمہ دار اسٹیج سے جو بات کہی جائے گی وہ پوری ذمہ داری نے ساتھ ہی چلی جائے گی۔ مرزا کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا اگر ہمارے دل و دماغ میں اتنا ہی اتر ئے اور ہم سمجھ سکیں تو بفضلہ تعالیٰ وہ بہت کافی ہے جہاں تک مرزا کا معاملہ ہے تو ترکَ الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ شَیْئًا۔ (پہلے نے دوسرے کیلئے کچھ چھوڑا ہی نہیں)

نیز میں نے جس آیۂ کریمہ کو عنوانِ بیان قرار دیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے اللہ تمام آسمانوں اور تمام زمین کا نور ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ تمام آسمانوں اور تمام زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق اور اس میں چراغ اور وہ چراغ فانوس میں ہے۔ اللہ کریم کے نور کی مثال کا نام سن کر یقیناً آپ چونک گئے ہوں گے اس لئے کہ قرآن کریم ہی میں، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ۔ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی مثال ہی نہیں۔ کوئی چیز خدا تعالیٰ کی مثال نہیں اور یہاں اس بے مثال کے نور کی مثال پیش کی جا رہی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق اور اس میں چراغ اور وہ چراغ بھی کسی فانوس کے اندر کچھ عرض کرنے سے پہلے ایک ضابطے کی بات میں آپکے سامنے عرض کردوں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے بخوبی اس بات کو جانتے ہیں کہ قرآن میں کچھ ہیں مرکبات اور کچھ ہیں مفردات الٓمٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ الٓرٰ۔ یہ کیا ہیں؟ یہ مفردات ہیں جن کو اصطلاحی زبان میں حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ ان کے سوا جو ہیں، وہ سب مرکبات ہیں، جیسیں چند کلمے ملنے سے ایک مضمون تیار ہوا، وہ مرکبات ہیں۔ مرکبات کے اندر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ آیتیں ایسی ہیں جن کو قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں محکمات کہا ہے اور کچھ ایسی آیتیں ہیں جن کو قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں متشابہات کہا ہے۔ محکمات بھی ہیں اس میں اور متشابہات بھی اس میں۔

علماء کا عقیدہ

میں ہر ایک کے متعلق جو کہ علماء کا خیال ہے جو علماء کا عقیدہ ہے، وہ بھی عرض کرتا چلوں۔ پھر آپ کسی نتیجے پر پہنچیں گے

متشابہات کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ متشابہات کو مان لو۔ اس کی تاویل کے چکر میں نہ پڑو۔ اس کا معنیٰ کیا ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ جب کوئی پوچھے تو کہہ دو کہ خدا جانے اور اس کا رسول جانے۔ جس نے نازل کیا وہ جانے جس پر نازل کیا گیا وہ جانے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ حق ہے اور ہم مانتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ الغرض مقطعات کو بے سمجھے مان لو، متشابہات کو بے سمجھے مان لو۔ یہ ہے ضابطہ۔ آپ کہیں گے کہ جب ہمیں سمجھانا نہیں تھا تو اتارا ہی کیوں! کم سے کم قرآن کریم

ہیں مقطعات تو نہ ہوتے، متشابہات نہ ہوتے۔ ہمیں جو کچھ سمجھانا تھا، اسی کو اتارا جاتا۔ جس کو صرف مان لینا ہے، اس کو اتارنے سے کیا فائدہ؟ تو میں عرض کروں گا دوستو! اس میں تمہارے ایمان اور عقیدے کا امتحان ہے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو اسی وقت مانو گے جب اس کے کلام کو سمجھو گے؟ کیا خدا کی وہی بات مانو گے جسے سمجھو گے۔ خدا تمہارے ایمان کا امتحان لے رہا ہے کہ اگر مجھے مانتے ہو تو وہ بھی مانو جو میرا ہو، مگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو بھی مانو جو سمجھ میں آئے وہ بھی مانو اور جو سمجھ میں نہ آئے وہ بھی مانو۔ اگر تم کہتے ہو نہیں۔ جب تک ہم نہیں سمجھیں گے نہیں مانیں گے۔ تو تم خدا کو نہیں مانتے اپنی سمجھ کو مانتے ہو کہ تمہاری سمجھ میں جو آیا مان گئے۔ تمہاری عقل میں جو آیا مان گئے تمہاری دانائی میں جو آیا مان گئے۔ تو ابھی تم خدا کو نہ مان سکے۔ تم نے تو اپنی فراست کو مانا۔ تم اپنے ادراک کو مان رہے ہو۔ تم اپنے شعور کو مان رہے ہو۔ مومن تو تم اس وقت ہو گے جب خدا کے کلام کو مانو۔ چاہے سمجھو چاہے نہ سمجھو، تب یہ خدا کا ماننا ہوا۔

الغرض خدا کا ماننا یہی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ذات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر مان لیں۔ اس کی صفات کی تہ تک پہنچیں یا نہ پہنچیں مگر مان لیں۔ اگر اپنی سمجھ کو آپ معیار بنا لیں گے تو جگہ جگہ آپ کو دشواریوں سے سابقہ پڑے گا۔ المختصر رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم کے اندر ایسی چیزیں رکھ دی ہیں تاکہ تمہارے عقیدے اور تمہارے ایمان کا بھی امتحان ہو سکے۔ اس مقام پر یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسلم راستہ کیا ہے؟ محتاط راستہ کیا ہے؟ متشابہات کے بارے میں اگر کوئی سوال کرے تو تم فوراً یہ کہہ دو اس کا علم خدا کو ہے اور اس کے رسول کو ہے۔

متشابہ اور محکم کی تعریف

ابھی بات صاف نہیں ہوئی، اس لئے کہ بات بڑی پیچیدہ ہے۔ یہ محکم کیا ہے؟ یہ متشابہ کیا ہے؟ میں ایک ایسی تعریف کروں تاکہ سب کی سمجھ میں آجائے کہ متشابہ کیا ہے؟ نیز واضح ہو جائے کہ محکم کیا ہے؟ ایسی تعریف کروں جو آپ کے ذہن میں اتر جائے۔ اب میں اپنے اسلوب کو بدل کر اور علماء کے بھاری بھاری الفاظ کو ہلکا کر کے آپ کے سامنے عرض کروں گا۔ دیکھو

متشابہ اسے کہتے ہیں جس کے ظاہر کو اگر مراد لے لیا جائے تو کسی شان والے کی شان گھٹ جائے یا کسی محکم آیت سے ٹکراؤ ہو جائے مثال کے طور پر مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اور اس میں چراغ تو اس آیت سے جو ظاہر ہو رہا ہے۔ اگر وہی مراد لے لو، تو یہ آیت لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ سے ٹکرا گئی۔ ایک محکم آیت سے ٹکرا گئی۔ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھ پر تو اب اس لفظ سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ مراد لے لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں تو جسم ہے جب جسم ہے تو شکل و صورت ہے جب شکل و صورت ہے تو کوئی مکان ہے اور جب مکان ہے تو کوئی زمان ہے۔ لو ظاہر مراد لیا تو خدا نہیں ملا صنم تیار ہو گیا خدا نہیں ملا اور بت تیار ہو گیا۔ ہاتھ پیر والا، جسم والا، مکان والا، زمان والا۔ دیکھا میاں ظاہر مراد لے لیں، تو کتنا بڑا غضب ہو گیا، تو متشابہ وہ ہے جس کے ظاہر کو مراد لے لو اور ظاہر ہی کو مان لو تو کسی شان والے کی شان گھٹ جائے یا کسی محکم آیت سے ٹکراؤ ہو جائے اور میں صاف صاف کہہ دوں جس میں ذرا بھی پیچیدگی نہ ہو تو سنو۔ متشابہ وہ ہے کہ اس سے جو ظاہر ہو۔ وہ مراد نہ ہو اور جو مراد ہو، وہ ظاہر نہ ہو تو جب کوئی تم سے کسی متشابہ آیت کو سامنے رکھ کر سوال کرے تو کہہ دینا اس سے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں۔ جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ یہ بہترین راستہ ہے یہ محفوظ راستہ ہے۔

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے مخاطب کون ہیں

قرآن کریم میں ہے: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

اے محبوب! تم ان سے کہہ دو۔ کن سے کہہ دو؟ کافروں سے۔ مخاطب کون تھے؟ صدیق اکبر سے کہہ دوں؟ نہیں فاروق اعظم سے! نہیں۔ عثمان غنی سے؟ نہیں علی مرتضیٰ سے؟ نہیں۔ صہیب رومی سے؟ نہیں سلمان فارسی سے؟ نہیں۔ بلال حبشی سے؟ ایمان والوں سے نہیں۔ کلمہ پڑھنے والوں سے؟ نہیں۔ دامن سے وابستہ ہونے والوں سے نہیں کالی کملی کے اندر چھپ جانے والوں سے؟ نہیں۔ اے محبوب! باہر رہنے والوں

سے کہہ دو۔

اے محبوب! ان سے نہ کہو جو تمہارے قدموں پر اپنے گلے کٹا رہے ہیں۔ اے محبوب! ان سے کہو جو کانٹے بچھا رہے ہیں۔ اے محبوب! ان سے کہو جو پتھر برسا رہے ہیں۔ اے محبوب! ان سے کہو جو گالیاں دے رہے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔

اب ترجمہ کرو۔ سامنے رکھ لینا مخاطب کو۔ رسول کہہ رہے ہیں سامنے کفار ہیں۔ ابوجہل ابولہب، عتبہ و شیبہ۔ عقبہ ابن ابی معیط۔ ولید بن مغیرہ۔ جتنے کفار و مشرکین ہیں ایک طرف کھڑے ہیں اور ادھر رسول کہہ رہے ہیں۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اے سننے والو! سن لو میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ ترجمہ میں اتنا سیدھا کروں گا کہ یہ نہ کہہ سکو کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یہ ظاہری صورت بشری کہاں لانے۔ دیکھو اے محبوب۔ تم ان سے کہہ دو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کہ کے مخاطب کون ہیں؟ جواب ہوگا کافر ہیں۔ اس چیز کو ذہن میں جما لیجے کہ کے مخاطب کون ہیں؟ مشرکین۔ کُفر کے مخاطب کون ہیں۔ کفار رسول نے کس سے خطاب کیا تھا؟ کافروں سے۔ اب اس کا جو ظاہر ہے، وہی تم مرد لے لو۔ اب میں ایمان والوں سے بات کر رہا ہوں۔ تو کیا تم میں سے کسی کی جرأت ہے کہ رسول کو بو جہل کی طرح کہہ سکے؟ ہے کوئی ایسا مرد میدان جو اسی آیت کو پڑھ کر رسول کو کفار و مشرکین کی طرح کہے۔ رسول جس کو مخاطب بنا کر کہہ رہے ہیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ میں تمہاری طرح بشر ہوں تو کیا آپ کے اندر اتنی جرأت ہے اس بات کی کہ اپنے رسول کو کفار و مشرکین کی طرح کہہ سکو۔ اچھا اگر ابوجہل کھڑا ہو جائے یا ابوجہل نہ سہی کوئی ابوجہلی آ جائے اور آنے کے بعد کہے کہ مسلمانو تمہارا رسول ہماری طرح ہے اے ایمان والو! اے مسلمانو! اے رسول کا کلمہ پڑھنے والو تمہارا رسول ہماری طرح ہے۔ کیسے تم نے کہا؟ ارے ہم قرآن کریم سے ثابت کریں گے۔ قرآن کریم کونسی آیت؟ کہا یہی آیت۔ رسول نے تو ہمیں سے خطاب کیا تھا۔ رسول کی بات تو مانو گے نا۔ تو جب رسول کی بات مانو گے تو رسول نے تو ہمیں سے خطاب کیا تھا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تو جب تمہارے رسول ہمیں اپنی طرح کہہ رہے ہیں، تو کیا ہم تمہارے رسول کی طرح نہیں ہوئے اے ایمان والو! کیا تم اس دلیل کو مانو گے؟

بظاہر دیکھو کتنی وزنی دلیل معلوم ہوتی ہے ہم اگر آپ سے کہیں کہ ہم آپ کی طرح ہیں تو کیا آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہماری طرح کہیں تو جب کافروں مشرکوں سے میرے رسول نے کہا کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں تو اب اگر کوئی کافر و مشرک، کوئی ابوجہل، ابولہب، کوئی عتبہ و شیبہ کا شیدائی، کوئی ولید ابن مغیرہ کی ذریات میں سے آجائے اور آکر یہ کہے مسلمانو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو، وہ تو ہماری ہی طرح ہے۔ تمہارا قرآن بول رہا ہے تمہارا رسول ہمیں مخاطب کر کے بول رہا ہے۔ بولو حق دو گے اس کو یہ کہنے کا؟ آپ کا جواب یہی ہوگا کہ نہیں ہرگز حق نہیں دیں گے۔ ارے بھائی اتنی زور دار دلیل ہے، پھر بھی آپ حق نہیں دیں گے قرآن کریم سے دلیل لا رہا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے دلیل لا رہا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں اس مقام پر کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ تمہارے شعور کو کیا ہو گیا؟ تمہارے ادراک کو کیا ہو گیا؟ تمہارے احساس کو کیا ہو گیا؟ تمہارے ایمان و ایقان کو کیا ہو گیا؟ تم ان کو تو حق نہیں دے رہے ہو جن کو رسول نے مخاطب کیا تھا اور جن کو مخاطب ہی نہیں کیا تو پھر ان کو کہاں سے حق ملے گا؟ جن سے خطاب ہی نہیں کیا، جن کو مخاطب ہی نہیں بنایا۔ ان کو اپنا جیسے کہنے کا حق کہاں سے مل گیا؟

اب اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ رسول نے ہم سے کہا تھا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور مثلکم کے مخاطب ہم لوگ ہیں۔ تو سمجھ لینا جو مخاطب تھے وہیں کا یہ بھی ہوگا۔ ایمان والے نہ پہلے مخاطب تھے نہ آج مخاطب ہیں۔

قرآن کا اندازِ تخاطب

اچھا مگر بات تو اپنی جگہ پر رہی سوال کا جواب نہیں ہوا۔ وہ یہ کہ آخر رسول نے کہا، تو میں کہوں گا سوچی بس اس کا جواب یہ ہے۔ سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ سنو یہ آیت متشابہات

میں سے ہے جو ظاہر ہے، وہ مراد نہیں۔ جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ شان ولے کی شان گھٹتی ہے اور ظاہر مراد لے لو۔ منزل والے کی منزل میں فرق آتا ہے اگر ظاہر مراد لے لو تو جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ جہاں جہاں ظاہر دیکھو مراد لے لو اور میں تو ایک بات یہ سوچتا ہوں کہ قرآن کریم نے کتنے اچھے انداز میں کہا تھا، اے محبوب! تم کہو جس محبوب کو قرآنِ کریم نے رحمۃ للعالمین کہا جس محبوب کو قرآن کریم نے خاتم النبیین کہا جس محبوب کو قرآنِ کریم نے طٰہٰ و یٰسین کے القاب سے یاد کیا جس محبوب کو قرآنِ کریم نے بشیر و نذیر کہا۔ جس محبوب کو قرآن کریم نے سراج منیر کہا جس محبوب کو قرآن کریم نے داعی الی اللہ کہا۔ جس محبوب کے رفعت ذکر کے پرچم کو لہرا دیا گیا۔ اسی محبوب سے قرآن کریم یہ کہلوا رہا ہے۔ اے محبوب تم کہو ہم سے کہا گیا تھا کہ ہم کہیں؟ محبوب سے کہا گیا تھا تم کہو۔ قرآن کریم نے خود کیوں نہیں کہہ دیا۔ قرآن کریم خود بھی تو کہہ سکتا ہے اے لوگو میرا رسول تمہاری طرح ہے مگر نہیں، اے محبوب تم کہو یہی زبان جو انا سید المرسلین کہہ چکی ہے یہی زبان جو انا سید ولد آدم فرما چکی ہو۔ یہی زبان ہے جو اپنے آپ کو قائد المرسلین کہہ چکی ہے یہی زبان جو اپنے فضائل و کمالات کا اظہار کر چکی ہو، پھر اسی زبان سے کہلوایا جا رہا ہے۔ اے محبوب تم کہو تو کیا آج تک جو کچھ محبوب نے کہا تھا سب غلط تھا؟

یہی بات آج کہی جا رہی ہے محبوب تم کہو۔ اے قرآن تو خود کیوں نہیں ارشاد فرماتا محبوب کیوں کہے؟ جواب ملے گا سنو! ایک عزت والا، ایک رحمت والا کسی حکمت و مصلحت سے اگر یہ لفظ بولے گا تو اس کی یہ تواضع ہو گی۔ یہ اس کی انکساری ہو گی۔ تم نہیں جانتے جب یہ سید المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں، تو امام المتواضعین بھی ہیں۔ اگر میرا رسول تواضع نہ کرے گا تو تمہیں تواضع کا درس کہاں سے ملے گا؟ تمہیں انکسار کا سبق کون سکھائے گا؟ کہا گیا تھا محبوب! تم کہو۔ اور یہ بیوقوف کہنے لگے ان سے کب کہا گیا تھا کہ یہ کہیں۔

خیر میں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ آیت میں جو ظاہر ہے، وہ مراد نہیں جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، مگر یہی آیت سب کو یاد ہے ھٰکذا ھٰکذا۔ ھٰکذا۔ یعنی ہر سائنس کے لوگوں کو یاد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے نصاب میں صرف اسی آیت کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے عام طور پر یہی آیت ہر جگہ عنوانِ بیان بنتی ہے اس آیت پر ہمارا بھی ایمان ہے، مگر ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ دیکھو۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا جو ظاہری معنی ہے وہ ہم من وعن مراد لے لیں، تو اس سے شان والے کی شان گھٹتی ہے جب شان والے کی شان گھٹتی ہے تو اب ہمارا فیصلہ یہی ہوگا کہ یہ متشابہات میں سے ہے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں۔ جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔ یہی اسلم راستہ ہے۔ یہی صحیح راستہ ہے یہ تو رہا متشابہات کے بارے میں ایک مسلک۔

رسولِ عربی کی تین صورتیں

مگر پھر وہی سوال آیا کہ اس کو نازل کیوں کیا گیا؟ مطلب نہیں سمجھنا ہے تو نازل کیوں کیا گیا؟

میں یہ پوچھتا ہوں کہ قرآن کریم کس کے اوپر نازل ہوا؟ تمہارے اوپر نازل ہوا کہ رسولِ عربی کے اوپر؟ اب یہاں سمجھ لو کہ سرکار رسالت کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتوں کا ساتھ تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے دیا۔ تیسری صورت کا وہ بھی ساتھ نہ دے سکے۔

الغرض رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں، ایک صورتِ بشری، ایک صورتِ ملکی اور ایک صورتِ حقی۔ صورتِ بشری تو وہ ہے جس میں وہ آپ کے سامنے آئے اور صورتِ ملکی وہ ہے کہ جب میرا رسول اس صورت کو اختیار فرماتا ہے تو اس دنیاوی مادی کھانے پینے سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اور ذکرِ الٰہی اور تسبیح ربانی اس کی غذا بن جاتی ہے۔ وہ صوم وصال کی بات یاد رکھنا۔ جب میرے رسول روزے پر روزے رکھتے رہے اور صحابہ کرام نے بھی اتباع کی۔ صحابہ کے چہروں پر نقاہت کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضور نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا حضور جس طرح آپ نے روزے پر روزے رکھنے شروع کر دیئے بغیر سحری

وافطار کیئے، ہم نے بھی شروع کر دیئے تو سرکار نے فرمایا لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنْکُمْ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّی یُطْعِمُنِی وَ یَسْقِیْنِی میں تو اپنے رب کے یہاں شب باشی کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ یہ بولی کونسی بولی ہے یہ صورتِ ملکی کی بولی ہے رہ گئی صورتِ حقی تو اس کی بولی یہ ہے، لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ (میرے لیے اپنے رب کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جہاں ملک مقرب کی بھی گنجائش نہیں ہے اور نبی مرسل کی بھی وہاں گنجائش نہیں ہے)

الغرض میرا رسول تین صورتیں رکھنے والا ہے۔ صورتِ بشری۔ صورتِ ملکی۔ صورتِ حقی۔ غور کرو کہ جب ہمارے رسول نے آسمان کی سیر کا ارادہ فرمایا۔ عرش پر جانے کا ارادہ فرمایا تو عالمِ بشریت میں لباسِ بشری کے ساتھ نظر آئے۔ عالمِ ملکوت میں لباسِ ملکی کے ساتھ دیکھے گئے۔ جہاں پہنچ رہے ہیں، وہاں کا لباس اختیار فرما رہے ہیں اور اس کے بعد آپ عالمِ لاہوت میں پہنچے تو صورتِ حقیقی میں ظاہر ہوئے۔ حقیقتِ محمدیہ جلوہ گر ہو گئی بے حجاب ہو گئی۔ جہاں دیکھو ایک عالم ہے۔ تینوں عالم میں رسول کی تین صورتیں ہیں۔ جا رہے ہیں تو یہاں کی چیز چھوڑے جا رہے ہیں۔ آ رہے ہیں تو پہنتے آ رہے ہیں۔

لباس اور حقیقت میں فرق

دیکھو میں تمہیں بتاؤں یہی مولانا عبدالوہاب صاحب کو آپ جس لباس میں دیکھ رہے ہیں، کتنا اچھا لباس پہنا ہوا ہے، مگر ذرا جائیے ان کے مکان پر تو پھر آپ ان کو اس لباس میں نہیں پائیں گے بلکہ ان کو پاجامے اور کرتے میں پائیں گے اور اس کے بعد جب یہ سونے کیلئے خلوت میں جائیں گے تو پھر یہ بنڈی اور لنگی میں ہوں گے تو اندر جاتے ہیں تو حجاب اترتا جاتا ہے، باہر آتے ہیں تو بڑھتا جاتا ہے۔ جیسے جیسے باہر آتے جاتے ہیں ویسے ویسے حجابات بڑھتے جاتے ہیں۔ دیکھو خواص میں آئے تو کچھ اور بن کے آئے اور عوام میں آئے تو کچھ اور بن کے آئے۔ الغرض لباس کا رنگ بدلتا رہا۔ معلوم یہ ہوا کہ لباس ان کی حقیقت نہیں ہے حقیقت نہ اتاری جا سکتی ہے نہ پہنی جا سکتی ہے

اسی لیے مفسرین کرام نے بہت ہی صاف لفظوں میں فرما دیا:

لانه تجاوز فی تلک اللیل عن عالم العناصر ثم عن عالم الطبیعة ثم عن عالم الارواح حتی وصل الی عالم الامر فانسلخ عن الکل فرای ربه بالکل۔

(اسی لئے وہ اس رات میں عالمِ عناصر سے گزرا۔ عالمِ طبیعت سے گزرا۔ عالمِ ارواح سے گزرا۔ یہاں تک کہ عالمِ امر میں پہنچ تو بس عالم کے جو لوازمات تھے وہیں چھوڑ دیئے اور وہاں اپنی حقیقت کے ساتھ نمودار ہوا تو چشمِ سر سے اس نے اپنے رب کا مشاہدہ فرمایا)

یہی ہم کہہ رہے ہیں۔ یہی ایک راز کی بات ہے کہ حضرت جبرئیل جب میرے رسول کے ساتھ چلے تھے، تو وہ سمجھ گئے کہ میری آخری منزل یہی ہے اور رسول بھی جانتے ہیں کہ بغیر حکم خداوندی آگے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے، مگر یہ کون سا اختیار تھا؟ یہ کون سا اقتدار تھا جو کہلا رہا ہے۔ اے جبرئیل چلو میرے ساتھ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ کیسے ساتھ چلوں؟ اے اللہ کے رسول! آپ تو جانتے ہی ہیں یہ سدرہ ہے۔ میری آخری منزل ہے بھلا میں کبھی اس سے آگے گیا ہوں؟ جب میں کبھی اس سے آگے نہیں گیا، تو سرکار آپ ایسا مطالبہ مجھ سے کیوں کرتے ہو؟ بس یہیں رہنے دیجئے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں پھر جان بوجھ کر ایسا سوال کرتے ہیں؟ جان بوجھ کر ایسا حکم فرماتے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے یہ نہیں کہا کہ اس لیے کہ اگر وہ یہ کہتے کہ سدرہ میری آخری منزل ہے۔ یہاں سے آگے جانے کا دروازہ بند ہے تو رسول کہتے ہیں "میں بول رہا ہوں۔ یہ عذر کیسا؟ چلو خدا کے دیئے ہوئے اختیار سے کہہ رہا ہوں۔ خدا کے عطا کردہ اقتدار سے کہہ رہا ہوں تو حضرت جبرائیل نے یہ عذر نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں یہ عرض کیا ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

اے محبوب! اگر میں ایک بال کے برابر اوپر چلا، تو تجلی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے

رسولِ کریم نے جبرئیل کی معذرت قبول کرلی

میرے رسول نے بھی ان کے عذر کو قبول کرلیا۔ یہاں مناسب ہے کہ میں حضرت جبرئیل کے معروضے کی تشریح کر دوں۔ گویا سیدنا جبرئیل علیہ السلام اپنے انداز میں یہ کہہ رہے ہیں اے رسول عربی! اے فخرِ موجودات! اے سرورِ کائنات! جب آپ سفر کر رہے تھے اور عالمِ بشریت میں تھے تو لباسِ بشری آپ پر تھا، میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا اور جب آپ عالمِ ملک سے گزر رہے تھے تو آپ پر لباسِ ملکی تھا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا، مگر اب آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے۔ اب اگر میں چلا تو آپ کی تجلی سے میرے پَر جل جائیں گے۔

اے رسولِ عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اب میں آپ کی حقیقت کی تاب نہیں لا سکتا میں حقیقت محمدیہ کے تجلی کے فروغ کی تاب نہیں لا سکتا۔ اے محبوب! آپ جانے مجھے یہیں رہنے دیجئے۔ عذر فرما دیا اور یہیں تقسیم کر دی۔ حضرت جبرئیل نے کہ محمد ناسوتی اور ہے اور محمد ملکوتی اور ہے اور محمد لاہوتی اور ہے۔ میرا رسول عالمِ لاہوت میں محمد لاہوتی کی شان لیے ہوئے ہے اور عالمِ ملکوت میں محمد ملکوتی بنا ہوا ہے اور عالمِ ناسوت میں محمد ناسوتی بنا ہوا ہے تو بتاؤ اگر وہ محمد لاہوتی اپنے جلوۂ حقیقت کو عالمِ ملکوت پر ظاہر کر دے تو کون ہے جو تاب لا سکے؟ تو سیدنا جبرئیل نے عرض کیا کہ حضور جہاں تک میں ساتھ رہ سکا، میں نے کوئی عذر نہ کیا مگر آگے مت لے جائیے۔ ورنہ میں آپ کی تجلی سے خاکستر ہو جاؤں گا۔

مگر دوستو! اس خاص مقام پر کچھ شبہ کرنے والے کہتے ہیں میرے مولوی صاحب نے کچھ دوسرا مطلب بتایا ہے میرے مولوی صاحب نے تو یہ بتایا تھا کہ حضرت جبرئیل کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ اگر ہم آگے گئے تو خدا کی تجلی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے ہمیں کوئی اعتراض نہیں اگر کوئی یہ معنی مراد لے، مگر اتنا سوال کرنے کی پھر بھی اجازت چاہوں گا کہ خدا تعالیٰ کی تجلی سے پر جلیں گے کس کے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے۔ حضرت جبرئیل کون؟

سید الملائکہ۔ حضرت جبرئیل کون؟ نوری مخلوق۔ حضرت جبرئیل کون؟ حامل وحی الٰہی حضرت جبرئیل کون؟ ذوالقوۃ المتین۔ حضرت جبرائیل کون؟ طائر سدرہ۔ حضرت جبرئیل کون؟ معصوم فرشتہ۔ حضرت جبرئیل کون؟ سید الملائکہ۔ سوچو سید الملائکہ کے پر جل رہے ہیں حامل وحی الٰہی کے پر جل رہے ہیں۔ نوری فرشتے کا پر جل رہا ہے اس وقت تو حضرت جبرئیل کو کہنا چاہیے تھا کہ اے اللہ کے پیارے رسول! میری محبت کا تقاضا ہے کہ عرض کروں آپ میرا معروضہ سماعت فرمایئے میں سدرہ والا، آپ مکے والے۔ جب میرے پر جل رہے ہیں تو آپ کیسے بچیں گے؟ آپ بھی ٹھہر جایئے کہاں جا رہے ہیں؟ بہت سفر ہو گیا، بہت دور تک آ گئے ہیں۔ بس یہیں حضور آپ ٹھہر جایئے، ورنہ جب نوری فرشتہ جل رہا ہے جب سید الملائکہ جل رہا ہے۔ جب حامل وحی الٰہی جل رہا۔ جب اللہ کا کلام لے کر اترنے والا جل رہا ہے جب ذوالقوۃ المتین جل رہا ہے تو پھر اے اللہ کے رسول آپ کیسے بچیں گے جب سدرہ والے کی خیر نہیں، تو مکے والے کی کیا خیر ہو گی۔

سید الملائکہ نے بھی سید الانبیاء کو اپنی طرح نہ سمجھا

مگر نہیں، معروضہ نہیں پیش کر رہے ہیں، بلکہ کہتے ہیں جانے والے آپ جائیں، میں یہیں رہوں گا معلوم ہوا سدرہ والا اور ہے مکے والا اور ہے یہیں سے یہ واضح بات ہمیں ملی کہ حضرت جبرئیل نے اپنے کو رسول کی طرح نہیں سمجھا اور رسول کو اپنی طرح نہیں سمجھا اگر حضرت جبرئیل اپنے آپ کو رسول کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے اور اگر رسول کو اپنی طرح سمجھتے تو ٹھہرا لیتے۔ نہ اپنے آپ کو رسول کی طرح سمجھا اور نہ رسول کو اپنی طرح سمجھا۔ اے عقل والو! اے دین و دیانت والو۔ اے ایمان و ایقان والو۔ اے رسول کی محبت والو! اے رسول کا کلمہ پڑھنے والو۔ اے محشر کی تپتی ہوئی دھوپ میں رسول کی شفاعت کے امیدوارو! بتاؤ سید الملائکہ اپنی طرح سمجھ نہ سکے۔ حامل وحی الٰہی اپنی طرح سمجھ نہ سکے۔ نوری فرشتہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے معصوم مخلوق اپنی طرح نہ سمجھ سکی۔ طائر سدرہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ اب اگر دو ٹانگ کا جانور اپنی طرح کہے تو یہ دماغ کی

خرابی نہیں، تو اور کیا ہے؟

میں ایک بات عرض کر چکا ہوں کہ حضرت جبرئیل نے جب معروضہ پیش کیا تو رسول نے قبول کیا۔ یہ فرشتے جانتے ہو کیا ہیں؟ فرشتے عقل والے ہیں عشق والے نہیں۔ اگر عشق والے حضرت جبرئیل ہوتے تو ساتھ چل دیتے، جل جانے کا عذر نہ کرتے ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

کوہِ طور کی تجلیاں

ایک عشق و ولی اللہ کی محبوب بندی کا وہ واقعہ ذہن میں رکھو، جب حضرت کلیم طور کی تجلیوں کو لے کر اپنی زوجہ محترمہ کے پاس آئے۔ پردہ حجاب کے ساتھ آئے اور وہ بھی حجاب بڑے مخصوص صالحین کے دامنوں سے تیار کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ پتھر ہو یا کوئی چیز بھی نگاہِ کلیمی کی تاب نہیں لا رہے تھے تو اس وقت بیوی صاحبہ نے کہا تھا۔ ذرا بتایئے کیا معاملہ ہے، اتنے حجاب ڈال رکھے ہیں کہا سنو: میری آنکھ سے آنکھ ملاؤ گی تو پھر آنکھ ہی اڑ جائے گی۔ بینائی چلی جائے گی۔ میں بارگاہِ خداوندی سے آ رہا ہوں۔ اس کی تجلیاں ہیں جو موجیں مار رہی ہیں۔ نگاہِ سیدنا کلیم علیہ السلام ہیں، جانتے ہو کتنی بڑی تجلی تھی؟ میں نے جب تلاش کی تو مجھ کو ایک یہی روایت ملی کہ سوئی کے ناکے کے برابر تجلی تھی۔ ایک اور روایت ملی کہ ناکے کے کروڑویں حصے کے برابر تھی اور اس تجلی کو حضرت کلیم بس اچٹتی ہوئی نظر سے دیکھ سکے۔ جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکے مگر اس تجلی سے حضرت کلیم کا حال جانتے ہو کیا ہوا؟ اندھیری رات میں پندرہ میل کے فاصلے پر سیاہ پتھر پہ سیاہ چیونٹی اگر چلے تو حضرت کلیم دیکھ لیتے تھے۔

میں نبی کی بصارت کی بات کر رہا ہوں۔ بصیرت کا تو کیا کہنا۔ بصارت اتنی بڑھ گئی کہ پندرہ میل کے فاصلے سے سیاہ پتھر پر سیاہ رات میں سیاہ چیونٹی اگر چلے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کون دیکھ لیتا ہے؟ جس نے صرف ایک جھلک دیکھی اور وہ بھی سوئی کے

کروڑوں حصے کے برابر یا ناکے ہی کے برابر تجلّی کی تاب نہ لاسکا۔ بایں ہمہ اس کی بصارت اتنی بڑھ گئی۔ جب ہم اس منزل پر پہنچتے ہیں، تو ہمارا دماغ کہیں اور بھی پہنچ جاتا ہے۔ ایک دیکھنے والی آنکھ وہ بھی تو تھی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ آنکھ جھپکی بھی نہیں اور دیکھنے والے نے صرف ایک تجلّی نہیں دیکھی، بلکہ عین ذات کو دیکھا اور جی بھر کے دیکھا۔ پلک بھی نہیں جھپکی، مگر قوتِ جذب دیکھو، سب کچھ دیکھ کر آرہے ہیں، مگر ان کو دیکھنے والے کی نظر نہیں جاتی بلکہ بینائی بڑھ جاتی ہے۔

میں نے عالمِ خیال میں عرض کیا کہ اے طور کی تجلّی دیکھنے والے! جب تیری بینائی کا یہ حال ہے تو جو عین ذات کو دیکھ کر آ۔ ہاہے اس کی بصارت کا کیا عالم ہوگا! اب غیب کی کونسی چیز ہے جو اس نظر سے چھپ جائے! جس سے عالم الغیب نے خود اپنے آپ کو بھی نہ چھپایا!

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ پاک حضرت صفورا نے کہا نہیں حجاب اٹھائیے۔ آنکھ جانے گی جانے دیجئے اب دیکھئے یہیں عشق و عقل کی بات ہے اب اگر حضرت صفورا کے پاس عشق نہ ہوتا، تو وہ کہتیں کہ ٹھیک ہے نہ اٹھائیے۔ مگر عقل کے ساتھ ساتھ عشق بھی ہے، لہٰذا حضرت صفورا نے کہا پردہ اٹھائیے۔ اگر میری آنکھ جاتی ہے تو جانے دیجئے، مگر انہوں نے بھی تیاری کرلی اور سوچا کہ اگر دونوں آنکھوں سے دیکھوں تو پھر دونوں ایک ساتھ روشنی کھو بیٹھیں گی، لہٰذا ایک آنکھ ہاتھ سے بند کرلو، ایک سے دیکھو۔ جب چلی جائے تو دوسری سے دیکھو تو دوبار لطف آئے گا۔ لہٰذا انہوں نے ایک آنکھ بند کرلی حضرت کلیم نے جیسے ہی چہرے سے نقاب اٹھایا تو ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ کھٹ سے اس جانے والی کو ہاتھ سے بند کرلیا اور دوسری آنکھ کھول دی۔ یہ بھی چلی گئی، تو اس دوسری آنکھ پہ دوسرا ہاتھ رکھ دیا اور پہلی آنکھ سے پہلا ہاتھ ہٹا دیا۔ پہلی آنکھ روشن ہوچکی تھی پھر چلی گئی، مگر دوسری روشن ہوگئی۔ پھر پہلی پہ ہاتھ رکھا اور دوسری سے ہاتھ ہٹایا تو دوسری بے نور ہوگئی اور پہلی روشن ہوگئی۔ المختصر حضرت کلیم کا یہ عظیم معجزہ تھا کہ آنکھ لے بھی رہے تھے اور آنکھ دے بھی رہے تھے۔

قرآن میں ہر شے کا واضح بیان ہے

الغرض قرآنِ کریم جس پر نازل ہوا وہ تین صورت والا ہے۔ جب تین صورت
والا ہوا تو قرآن کریم میں کچھ ایسی آیتیں ہیں جو صورتِ حقی کیلئے اور کچھ ایسی آیتیں ہیں جو صورت
ملکی کیلئے اور کچھ آیتیں ہیں جو صورتِ بشری کیلئے ہیں۔ اے انسانو! تمہارے لئے محکمات ہیں
صورتِ بشری کے لئے محکمات۔ تمہیں غور کرنا ہے تو اسی میں غور کرنا۔ باقی تو صورتِ حقی
کے لئے ہے۔ صورت ملکی کے لئے ہے، اس لئے کہ قرآن کریم جس پر نازل ہو رہا ہے وہ ایک ہی
صورت لے کر نہیں آیا ہے۔ تین تین صورتیں لے کر آیا ہے دیکھو قرآن تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
ہے یعنی قرآن ہر شے کا واضح بیان ہے تو کیا قرآن آپ کیلئے بھی ہر شے کا واضح بیان ہے؟
نہیں آپ کیلئے نہیں۔ یہ واضح بیان ان کیلئے ہے جن پر اتارا گیا ہے یا جن کو وہ علم دے دیں
الغرض قرآن کریم ہر ایک کیلئے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ نہیں، قرآن کریم ہر ایک کیلئے واضح بیان
نہیں ہے۔ یہ جس پر اتارا گیا ہے، اس کے اسرار اس کا مقام، اس کا درجہ اتنا اونچا ہے، اتنا بلند
ہے کہ اس کیلئے یہ ہر شے کا واضح بیان اور وہ ہیں تین صورتوں والے حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ جو تم نے سنا تھا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اس کا معنی سمجھنا
ہمارے تمہارے بس کی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ رسول کی صورتِ بشری کی بولی ہے، مگر
اے صورتِ بشری رکھنے والو! تم اس کو نہیں سمجھ سکتے، اس لئے کہ یہ متشابہات میں سے ہے
جس کا جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں۔ مراد جو ہے وہ ظاہر نہیں۔

الحاصل اسلم راستہ یہ ہے کہ تم متشابہات کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ ہاں اگر کچھ کہنا ہی ہے
تو وہ کہو جو شان والے کی شان نہ گھٹائے وہ کہو جو محکمہ سے نہ ٹکرائے، تو یہ راستہ سالم راستہ
ہے اور اگر تم ایسی تاویل کرو جس سے شان والے کی شان گھٹ جائے تو یہ ہے زائغین کا راستہ
یہ ان کا راستہ ہے جن کے دل میں کجی ہے، جن کے دل میں ٹیڑھا پن ہے، زمانہ بہت پرآشوب
ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو محکم میں بھی تاویل ہو رہی ہے۔

یاد رہے کہ خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس آیت کا ٹکراؤ ہے وہ ایک آیت محکم ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ اتنا زمانہ بدل چکا ہے کہ جن باتوں کی دلیل کی ضرورت نہیں، اس کی بھی دلیل دینی پڑ رہی ہے۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ دن کو دن کہوں کہ نہیں اس لئے کہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی دلیل نہ مانگنے لگیں۔ پھر کیا دلیل دوں گا۔ ایسے ہی رات کو رات کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی دلیل نہ مانگ لے۔ مولانا عبدالوہاب صاحب آپ آج ختم نبوت کی دلیلیں دے رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ زندگی کہیں اس منزل پہ نہ پہنچ جائے کہ خدا کے وجود کی دلیل طلب کی جائے۔ کہیں آپ کو خدا تعالیٰ کے توحید کی دلیل نہ دینی پڑے اور طرہ یہ ہو کہ دلیل مانگنے والا کلمہ پڑھنے والا ہو۔

خود ساختہ نبی

کیسے کیسے خود ساختہ نبی بنیں گے اور جب خود ساختہ نبیوں کی فہرست مکمل ہو جائے گی تو ایک آئے گا کبریائی کا دعویٰ لے کر دجال آخر میں آئے گا نا کبریائی کا دعویٰ لیے ہوئے۔ بھلا دلائل ان طوفانوں کو کہاں تک روک سکتے ہیں۔ مجھے تو مسلمانوں سے کہنا ہے کہ ارے نادانو! کیا یہ بات بھی دلیل کی محتاج تھی بعض عقیدے ایسے ہوتے ہیں جو انسان کے دل و دماغ میں اتنے راسخ ہوتے ہیں کہ اس پر کلام کرنا اس کی دلیل چاہنا فہم و فراست کا دیوالیہ سمجھا جاتا ہے۔

خاتم النبیین کا نیا معنیٰ

تو اچھی طرح یاد رکھنا کہ ایک اسلم راستہ ہے اور ایک سالم راستہ ہے۔ نیز ایک کجی والوں کا راستہ، جو عقائد کے ایوانوں میں شگاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاتم النبیین کا معنیٰ کیا ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں خاتم النبیین کا معنیٰ آج تک آپ نے کیا سمجھا؟ آخری نبی کو آج تک کے کلمہ پڑھنے والے کیا سمجھتے رہے ہے؟ آخر نبی۔ تو رسول کہہ رہے ہیں خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی۔ صحابہ نے کیا بتایا؟ آخری نبی۔ مولانا نے احادیث کی روشنی میں کیا بتایا؟ آخری نبی۔ تو رسول بتا رہے ہیں خاتم النبیین کے معنیٰ، آخری نبی۔ صحابہ کہہ رہے ہیں خاتم النبیین کے معنیٰ

آخری نبی۔ تابعین کہہ رہے ہیں خاتم النبین کے معنی آخری نبی۔ تبع تابعین کہہ رہے ہیں خاتم النبین کے معنی، آخری نبی۔ سارے صالحین کہہ رہے ہیں خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ ائمہ مجتہدین کہہ رہے ہیں خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ اب کبھی زمین سے کوئی اُگ آئے اتفاقیہ، اور وہ کہے نہیں جی۔ یہ سب جو بول رہے ہیں سبؑ غلط بول رہے ہیں کہ خاتم النبین کے معنی ہیں آخری نبی۔ یہ عوام کا خیال ہے۔

تو آپ کیا کہیں گے؟ اس کو امام مانیں گے؟ اس کو پیشوا مانیں گے؟ ارے اگر کوئی بڑا دار العلوم بناے تب بھی نہیں مانو گے۔ آپ اسے نہیں مانیں گے اور دو چار ہزار طالب العلم بھی پڑھیں، تب بھی نہیں مانیں گے۔ مولانا عبدالوہاب صاحب اگر کہہ دیں کہ خاتم النبین کے معنی آخری نبی نہیں، تو مانیں گے؟ آپ ان کو اتنی موٹی کتاب سے ثابت کر دیں تو مان لیجئے گا؟ ہمارے حضرت استاد العلماء اگر کہہ دیں کہ قرآن کریم میں جو خاتم النبیین ہے اس کے معنی آخری نبی نہیں مان لیجئے گا! کوئی اپنے وقت کا بڑا محدث آجائے وہ کہے تو؟ مفکر آئے وہ کہے تو؟ مفتی آئے وہ کہے تو؟ اور اگر اتفاق سے آپ کے پیر صاحب ہی کہہ دیں تو؟ اور اگر آپ کا استاد کہہ دے تو؟ ہر جگہ آپ کا یہی جواب ہے کہ نہیں مانیں گے، نہیں مانیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ آپ کے ذہن میں ایسا راسخ ہے کہ بڑے سے بڑا معلم کیا، معلم الملکوت بھی کہے، تو بھی نہیں مانیں گے۔

غلام احمد قادیانی اور قاسم نانوتوی

ختم النبیین کے معنی آخری نبی ہے۔ یہ ہمارا سب کا ایمان ہے اسی پر صحابہ کا اجماع ہے، اسی پر تابعین کا اجماع ہے۔ اسی پر امت کا اجماع ہے۔ یہی رسول کریم کی تفسیر ہے۔ یہ محکم ہے متشابہ بھی نہیں ہے یہ مقطعات میں سے بھی نہیں ہے کہ جس کے سمجھنے میں دشواری ہو۔ آپ خفا ہو گئے ٹھیک ہی ہو گئے۔ اب آؤ گہرائی میں اتر کر غور کرو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تصور کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو خاتم النبیین

مانتا ہے، مگر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں مانتا اور اگر آخری نبی مان لے تو پھر اس کی نبوت کا دروازہ بھی تو بند ہو جائے گا۔

قادیانیوں کی طرف سے اخبارات میں بھی آپ کو تراشے ملتے ہیں کہ ہم رسول کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ صرف اتنا کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے، جب کہ کوئی قادیانی خاتم النبیین کا وہ معنی نہیں مانتا جو اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے جو اجماعِ تابعین سے ثابت ہے۔ جو ارشادِ رسول سے ثابت ہے تو اصل میں بات یہیں سے پھوٹتی ہے۔ فوراً ہی کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا، پہلے ختم النبیین کا معنی بدلے گا۔ جب معنی بدل جائے گا، تو پھر دعویٰ کا راستہ ملے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ معنی خاتم النبیین کا آخری نبی ہو اور پھر قرآن کریم کو مان کر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے ایسا نہیں ہو سکتا تو پہلے معنی بدلا جائے گا، پھر دعویٰ کی راہ ہموار کی جائے گی۔

ایک سچی بات سناؤں، مرزا نے ابھی نبوت کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا اور اس نے ابھی خاتم النبیین کا معنی بھی نہیں بدلا تھا کہ ایک دوسرے بدلنے والے نے اس کا معنی بدل دیا آپ نوٹ کر لیجئے اس کتاب کا نام "تحذیر الناس" ہے اور اس کے مصنف ہیں دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی۔ انہوں نے کہا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی لینا یہ عوام کا خیال ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ تیسرے صفحے میں یہ بات ہے، مکمل آپ دیکھ سکتے ہیں تو ایک شخص نے راستہ بنایا دوسرے کو فائدہ ہو گیا۔

ارے میاں! جب دریا بہہ رہا ہو اور موجیں مار رہا ہو تو اس کے رُخ کو موڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پانی نہ آئے اور بند بنا دیجئے، تو سیلاب سے محفوظ رہے گا۔ پانی آ گیا، تو اب بند بنانے چلے ہو؟ سب سے پہلے معنی کے بدلنے والے نے جب معنی بدلا، اس کے خلاف کسی نے احتجاج کیا تھا؟ اس کے خلاف کسی نے اسٹرائک کیا؟ اس کے خلاف کوئی آواز بلند ہوئی؟ اب اسی معنی سے فائدہ اٹھانے والے ہمارے انڈیا کے بقلم خود کرشن جی کے پیچھے پڑے ہو۔

المختصر میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے وہ آیت کریمہ متشابہات میں سے ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ۔ تو اب اسلم راستہ کیا ہے؟ یہ کہہ دیا جائے کہ اس کی مراد خدا جانے یا اس کا رسول جانے اور سالم راستہ کیا ہے؟ اس کی ایسی تاویل کرو کہ جو شان والے کی شان نہ گھٹائے اور محکم آیت سے ٹکراؤ نہ ہو۔

عالم امر اور عالم خلق

ان مباحث کو سامنے رکھ کر آؤ۔ ترجمہ سنو۔ اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ نور ایک جوہر بھی ہے اور عرض بھی۔ مثلاً آسمان نور ہے جوہر ہو کر اور در و دیوار پر بکھری ہوئی روشنی نور ہے، اگر عرض ہو کر اور رب تبارک و تعالیٰ ان تمام مادی کیفیات سے پاک ہے، تو اللہ تعالیٰ کے نور ہونے کا کیا مطلب؟ اور اس کا ایسا ترجمہ سنو کہ یہ سوال ہی ذہن میں نہ آئے۔ اَللّٰہُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ زمینوں اور آسمانوں کو روشن فرمانے والا ہے، منور کرنے والا ہے۔ دیکھو ایک عالم امر اور ایک عالم خلق ہے۔ عالم امر اسے کہتے ہیں کہ جہاں رب کن فرمادے یہ چیز ہو جائے۔ وہاں اسباب و وسائل کا سوال نہیں ہوتا اور یہ جس عالم میں ہم ہیں یہ عالم خلق ہے۔ جہاں ہر کام اسباب و وسائل کے ذریعہ ہوتا ہے تو روح عالم امر کی ہے اور جسم عالم خلق کا۔ حضرت آدم کی روح عالم امر کی تھی کن کہا اور روح ہو گئی اور پورا جسم جو تھا وہ عالم خلق کا تھا۔ فرشتوں سے کہا یہ بناؤ، وہ بناؤ۔ آگ، پانی، مٹی، ہوا سے ایسا مجسمہ بناؤ۔ یہ ترکیب وہ ترکیب تو دیکھو اس کیلئے ذرائع و وسائل اختیار کیے گئے۔ یہ انسان بھی عالم خلق کا ہے۔ پہلے بچہ تھا پھر ہوشیار ہوا، پھر جوان ہوا اور بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپے کے تھوڑا تھوڑا بڑھا ہے یہ اپنے وجود میں ذرائع کا محتاج ہے، اس لیے کہ یہ عالم خلق کا ہے۔ رب تعالیٰ عالم امر کا بھی خالق ہے اور عالم خلق کا بھی، مگر وہاں کن کہہ کر تخلیق فرماتا ہے اور یہاں اسباب و وسائل کے ذریعہ تخلیق فرماتا ہے اس سنت الٰہیہ کو اپنے ذہن میں رکھو اور سنو کہ اللہ زمینوں اور آسمانوں کو منور کرنے والا ہے،

تو اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ کون سا چراغ ہے جس سے اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو روشن فرما دیا۔ آؤ چلیں۔ اس چراغ کو تلاش کریں کہ آخر اللہ نے کس چراغ سے ساری کائنات کو روشن کیا ہے۔ چلو تاروں سے پوچھو۔ اے ستارو! کیا تمہیں وہ چراغ ہو جس سے زمین و آسمان روشن ہیں ستارے کہتے ہیں نہیں نہیں، ہمارے اندر اتنی تابانی نہیں۔ اچھا اے چاند! تو ہی بتا دے کیا تو ہی وہ چراغ ہے جس سے ساری کائنات روشن ہے۔ تو چاند کہے گا دیکھتے نہیں ہو کہ روزانہ میرا بدر نہیں ہوتا رہتا ہے۔ ایک ہی دن تو میں پوری طرح سے چمکتا ہوں۔ ساری کائنات کو روشن کروں ایسی روشنی مجھ میں کہاں ہے اور یہ بھی دیکھو کہ میری روشنی علم ہیئت والے کے نزدیک سورج کا فیضان ہے۔ سورج کی تابانی ہے میرے پاس جو کچھ ہے مانگے کا اجالا ہے۔ میں کیا دوسروں کو روشنی دے سکوں گا؟ اب اس کے بعد ہم نے سوچا چلو سورج کے پاس۔ اے سورج کیا تو ہی وہ چراغ ہے جس سے خدا تعالیٰ ساری دنیا کو روشن فرما رہا ہے تو سورج کہے گا ارے نادان! تو نہیں دیکھتا کہ میں آدھی دنیا کو روشن کرتا ہوں اور آدھی دنیا تاریک رہتی ہے۔ میں ظاہر کو روشن کرتا ہوں اور باطن تاریک رہتا ہے۔ دیکھو دیکھو میرے سامنے جب کوئی ابر حائل ہو جاتا ہے، تو میری روشنی ٹھہر جاتی ہے۔ میں بھلا ساری کائنات کو کیسے روشن کر سکتا ہوں۔ اب میں اس چراغ کی تلاش میں ہوں۔ زمین کو دیکھ رہا ہوں، آسمان کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ روشن فرمانے والے وہ کون سا چراغ ہے جس سے تو نے ساری دنیا کو روشن فرما دیا۔ ہم تلاش میں دوڑ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس تگ و دو کو دیکھ کر سورج بھی سوچ رہا ہو گا کہ کتنا نادان ہے یہ انسان جو ہماری طرف تو آ رہا ہے اور جس نے ہمیں پیدا کیا تھا، ادھر نہیں جا رہا ہے چاند بھی سوچ رہا ہو گا یہ ہماری طرف تو دوڑ رہا ہے، مگر جس نے ہمیں ٹکڑے کیا تھا، ادھر نہیں جا رہا ہے اس کی نادانی کی انتہا نہیں

اے دوستو! ہم اس تلاش اور اسی تگ و دو میں مصروف تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ اے نادان! اگر تو سمجھنا چاہتا ہے کہ وہ چراغ کون ہے تو پڑھ۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

سراج منیر کون ہے؟ اگر تم اس چراغ کو سمجھنا چاہتے ہو جس چراغ سے اللہ نے زمین و آسمان کو روشن کر دیا تو دیکھو وہ سراج منیر ہیں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جن کی تابانی، جن کی روشنی، جن کی ضیاء سے ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف، شرم و حیا، علم و معرفت کے نور سے منور فرما دیا اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور فرمانے والا ہے اب دیکھو خود ہی قرآن ارشاد فرما رہا ہے کہ جس نور سے اللہ نے روشن کیا ہے اس نور کی مثال یہاں ٹھہر کر آتنا اور سمجھ لیجئے کہ ایک ہے اللہ نور اور ایک ہے اللہ کا نور۔ تو اللہ نور ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ زمین و آسمان کا نور ہے اور جس نور سے اس نے سب کو منور کیا، وہ اللہ کا نور، اس کی طرف اشارہ گیا مثل نورہٖ سے یعنی اللہ کے نور کی مثال یعنی جس نور سے اللہ نے سارے زمانے کو منور کیا۔ اس نور کی مثال کیا ہے جیسے طاق ہے اس میں چراغ اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے تو علماء کہتے ہیں وہ طاق ہے سینۂ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس طاق کے اندر جو دلِ رسول ہے، وہ وہی چراغ ہے۔ وہ اللہ کا نور ہے جس سے ساری کائنات روشن ہے اور میرے رسول کا جسم وہ فانوس ہے جو نورِ الٰہی پر چڑھا ہوا ہے۔

اب سمجھ میں آ گیا کہ آیت میں اللہ کی مثال نہیں ہے، بلکہ اللہ کے نور کی مثال ہے الحاصل رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے چراغ کے ذریعہ ساری کائنات کو منور فرما دیا۔ کیا قرآن کریم میں صراحتہً یہ نہیں ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا۔ رب العالمین اور رسول کے لئے ارشاد فرمایا رحمۃ للعالمین۔ تو معلوم ہوا جہاں جہاں ربوبیت کا نور جا رہا ہے وہاں وہاں رحمت کا رنگ بھی جا رہا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی کیلئے رب ہو اور رسول اس کیلئے رحمت نہ ہوں۔ ایک مثال مجھے چاہیے کوئی بتا دے کہ دیکھو خدا تو اس کا رب ہے اور رسول اس کی رحمت نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا خدا جس کا رب رسول اس کے لئے رحمت ہیں اور یہیں سے اشارہ ہو گیا کہ اے نورِ الٰہی لینے والو! اگر تم کو نورِ الٰہی لینا ہے تو رنگِ مصطفوی لینا پڑے گا

اگر خموش رہوں

کسی چراغ پر ایک رنگین فانوس چڑھا دو تو نور جائے گا تو کیا رنگ نہیں رہ جائے گا۔ ایسا تو نہیں کہ نور نکل جائے اور رنگ رہ جائے جب نور چلے گا تو اس کے ساتھ ساتھ رنگ بھی چلے گا۔ مگر نور ہو گا چراغ کا اور رنگ ہو گا فانوس کا۔ دیکھو یہ سفید فانوس ہے، اس میں سے سفید روشنی آ رہی ہے اگر یہ ہرا فانوس ہوتا تو ہری روشنی آتی، اگر نیلا فانوس ہوتا تو نیلی روشنی آتی۔ مطلب یہ ہے خدا اس کو اپنا نور نہیں دینا چاہتا تو جو مصطفےٰ کا رنگ نہیں لینا چاہتا اگر تم مصطفےٰ کا رنگ لینا چاہو گے تو خدا کا نور ملے گا۔ تو رنگ ہو گا فانوس کا اور نور ہو گا خدا تعالیٰ کا۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ۔

نور کی تشریح تو بہت زیادہ ہے، کہاں تک آپ کے سامنے عرض کروں۔ وقت کا بھی کچھ لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ بس تھوڑی سی بات جو مجھے عرض کرنی تھی، میں نے آپ کے سامنے اسے رکھ دیا اور سچی بات تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان وہ ہے کہ آپ کو مخاطب کر کے یہی عرض کرنا زیادہ مناسب ہے کہ ؎

اگر خموش رہوں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا، تو تیرا حسن ہو گیا محدود

اب آپ بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں